تعلیم بالغان میں درساً پڑھانے کے لئے مفید

مردوں کے ۳۰۰
فقہی مسائل

صحیح اسلامی عقائد کی وضاحت اذان، نماز اور جنازے کے احکام و مسائل



وضو، غسل اور طہارت کے مسائل
زکوٰۃ، روزہ اور اعتکاف کے مسائل کی ضروری تفصیل
مناسکِ حج و عمرہ اور قربانی کے ضروری مسائل

معاشرتی زندگی سے متعلق متفرق معاملات پر تقریباً ۳۰۰ سے زائد
سوالات کے تفصیلی جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں

مُرتّبہ
اساتذہ مدرسہ بیت العلم

مکتبہ بیتُ العِلم
اُردو بازار کراچی 021-32726509

اُردو زبان میں اپنی نوعیت کی منفرد کتاب

مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل

- صحیح اسلامی عقائد کی وضاحت
- وضو، غسل اور طہارت کے مسائل
- اذان، نماز اور جنازے کے احکام و مسائل
- زکوٰۃ، روزہ اور اعتکاف کے مسائل کی ضروری تفصیل
- مناسکِ حج و عمرہ اور قربانی کے ضروری مسائل

معاشرتی زندگی سے متعلق متفرق معاملات پر تقریباً ۳۰۰ سے زائد سوالات کے تفصیلی جوابات قرآن و حدیث کی روشنی میں

مکتبہ بیت العلم

مکتبہ بیت العلم
اردو بازار، کراچی۔

کتاب کا نام:............ مَردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل
تاریخ اشاعت:.......... ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ بمطابق ستمبر ۲۰۱۷ء
کمپوزنگ:............. محمد مسرور عالم/ اسد اشفاق

اسٹاکسٹ
مکتبہ بیت العلم

فدا منزل، نزد مقدس مسجد، اُردو بازار، کراچی۔
فون: 021-32726509 موبائل: 0322-2583199

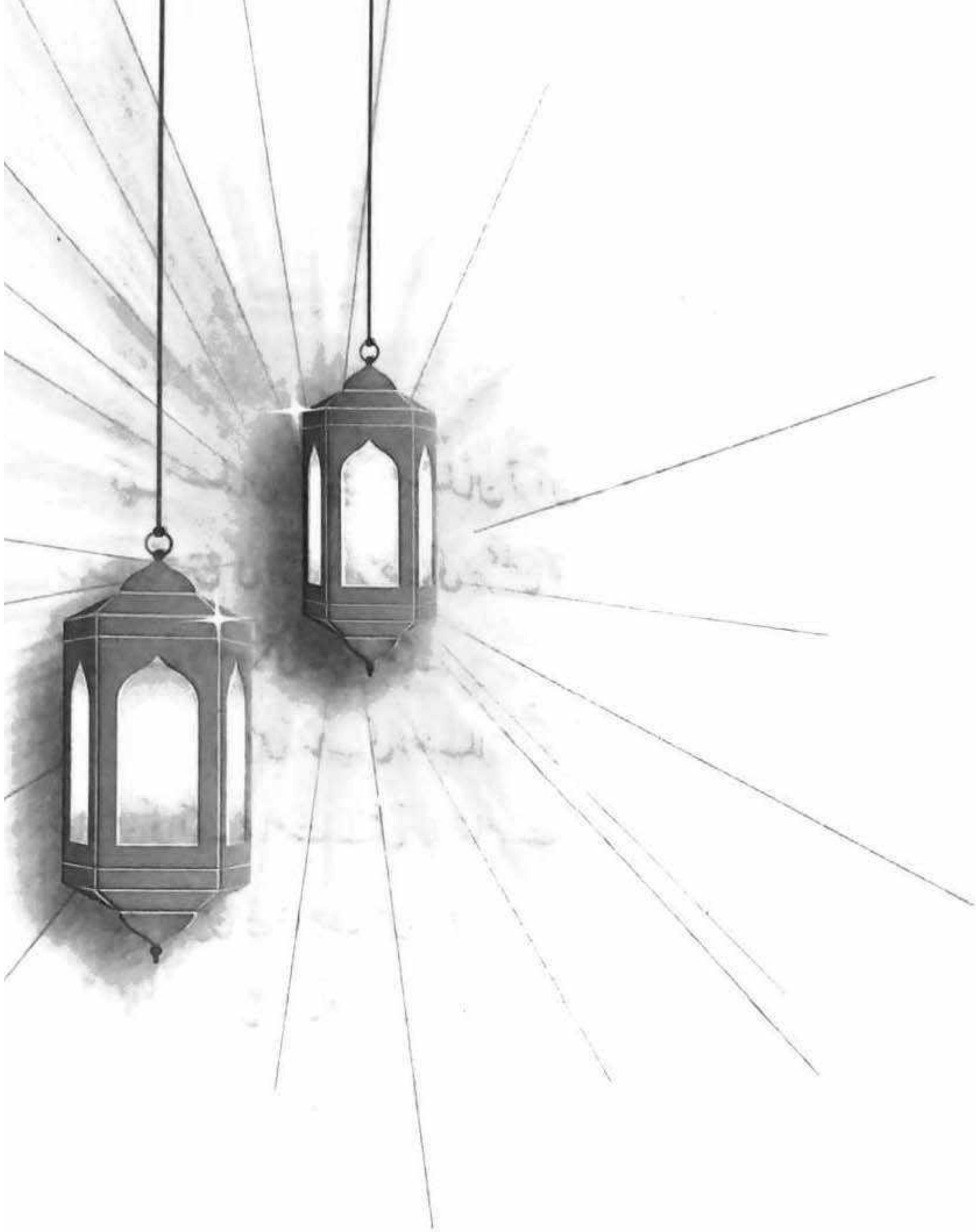
17 الفضل مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور۔
فون: 042-37112356 موبائل: 0336-7706320

ای میل: info@mbi.com.pk ویب سائٹ: www.mbi.com.pk

مِلنے کے دِیگر پتے

★ ادارۃ المعارف، احاطہ دارالعلوم کورنگی، کراچی	فون : 021-35032020
★ دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی	فون : 021-32631861
★ ادارۃ الانور، بنوری ٹاؤن، کراچی	فون : 021-34914596
★ بیت القرآن، نزد ڈاکٹر ہارون والی گلی، چھٹکی گھٹی، حیدر آباد	فون : 022-3640875
★ مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور	فون : 042-37224228
★ مکتبہ عائشہ، حق اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور	فون : 042-37360541
★ ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان	فون : 061-4514929
★ اسلامی کتاب گھر، چنیوٹ بازار، فیصل آباد	فون : 0321-7693142
★ احمد بک کارپوریشن، کمیٹی چوک، راولپنڈی	فون : 0321-7693142
★ مکتبہ النور، رائے ونڈ	فون : 0300-8823187
★ مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ	فون : 081-2662263

نوٹ: یہ کتاب اب آپ ادارۃ السعید سے بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔
برائے سیلز و مارکیٹنگ: 0312-3647578,0334-2423840,021-34927578
لاہور: 0336-7706320,042-37112356



مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل

ضروری گزارشات

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ !

ایک مسلمان بہ حیثیت مسلمان قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ کے متن، ترجمہ اور تشریح کی درستگی اور صحت کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے اور اس بارے میں عمداً غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس کتاب کی اصلاح، تصحیح، تخریج اور تحقیق علمائے کرام اور ان کے معاونین کی ایک جماعت نے مل کر اہتمام سے کی ہے اس کے باوجود............

① تمام قارئین کی خدمت میں گزارش ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر کسی قسم کی غلطی یا قابلِ اصلاح بات نظر آجائے تو اسے نظر انداز کرنے کے بجائے اس دینی کام میں معاون بنیے اور درج ذیل پتے پر رابطہ کیجیے:

فون نمبر: +92-321-2250202, +92-322-2818571

پتہ: مدرسہ بیت العلم، متصل الحمد مسجد، ST-9E، بلاک: 8، گلشن اقبال، کراچی

ای میل: tasneefislahi@gmail.com

② کتاب کی قیمت، ترسیل وغیرہ سے متعلق امور کے لیے رابطہ کیجیے:

فون نمبر: +92-322-2125228, +92-312-3647578

اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

احبابِ ادارۂ بیت العلم

منفرد علمی اور دینی تحفہ

مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ!

① ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ تحفہ میں بہترین چیز پیش کرے۔
کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی طرف سے سب سے بہترین چیز کیا ہے؟
ایک مسلمان کے لیے سب سے بہترین تحفہ کتاب ہے، چناں چہ اپنے دوستوں، عزیزوں کو یہ کتاب تحفے میں پیش کر کے ہم ''تَهَادَوْا تَحَابُّوْا''[1] والی حدیث پر عمل کر سکتے ہیں جس کے معنیٰ ہیں: ''تم ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو، آپس میں محبت بڑھے گی۔''

② اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کے گھر والوں...... رشتہ داروں...... دوستوں...... اور معاشرے کے دیگر افراد بشمول اسکولوں اور مدارس کے طلبہ کے لیے مفید ہے...... تو آپ:

- اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچائیں۔ محلہ، اسکول اور مدرسہ کی لائبریری تک پہنچا کر معاشرہ کی اصلاح میں معاون و مددگار بنیے۔
- عزیز رشتہ داروں کے گھر جا رہے ہیں تو یہ کتاب تحفہ میں پیش کیجیے۔
- دفتر کے ساتھیوں اور پڑوسیوں کو یہ کتاب تحفہ میں پیش کیجیے۔
- بچے کی ولادت پر/ شادی کی کسی بھی تقریب میں یہ کتاب تحفہ میں پیش کیجیے۔

---

[1] موطأ امام مالك، كتاب الجامع، باب ماجاء في المهاجر: ۷۰۶، ۷۰۷

آپ کا یہ تحفہ پیش کرنا آخرت میں سرمایہ کاری اور سماجی ذمہ داری کو پورا کرنے کا سبب ہوگا اور آپ نیکی پھیلانے اور اچھی کتابوں کی اشاعت کا ثواب بھی حاصل کریں گے۔

③ کتاب کو تحفے میں دے کر آپ علم دوست بن سکتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بنا سکتے ہیں، اس لیے کہ کتاب جہاں بھی رکھی جاتی ہے وہ لوگوں کو پڑھنے کی طرف دعوت دیتی ہے اور لوگ دینی، معاشرتی، اخلاقی احکام اور ہدایات سے باخبر ہوں گے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اس پر عمل بھی کریں گے۔

④ اللہ تبارک وتعالیٰ کے دیے ہوئے مال میں سے کم از کم دس کتابیں لے کر رشتہ داروں دوستوں کو خوشی کے موقع پر پیش کر کے دین اور دنیا کے فوائد حاصل کیجیے۔

⑤ اگر آپ کتاب کے شروع میں اپنے کسی عزیز واقارب/ ادارے یا کمپنی کا نام لکھ کر دعا کی درخواست کرنا چاہیں تو ناشر سے شروع میں دیے گئے نمبر پر رابطہ کریں۔

⑥ کتاب کی فروخت سے اگر کوئی منافع ہوا تو وہ تعلیم وتربیت کے لیے وقف ہے، اگر آپ حسبِ گنجائش کتابیں خرید کر مساجد، مدارس اور لائبریریوں وغیرہ میں صدقۂ جاریہ کے طور پر وقف کردیں تو آپ کا بھی اس کارِ خیر میں حصہ شامل ہوجائے گا، جب تک کتاب رہے گی لوگوں کو پڑھنے کی دعوت دیتی رہے گی۔ ہم دنیا میں نہیں ہوں گے لیکن یہ کتاب اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ہمارے لیے صدقۂ جاریہ ہوگی۔

درج ذیل سطور میں پہلے اپنا نام وپتا، پھر جنھیں ہدیہ دے رہے ہیں ان کا نام وپتا لکھیں:

ہدیہ مبارکہ

مِنْ .... FROM

اِلٰی .... TO

فہرستِ مضامین

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	مضامین

مضامین	صفحہ نمبر
نیّت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا	۱۲۸
دل میں ارادہ کرنے کے بعد اگر زبان سے غلط نیت نکل گئی	۱۲۸
اگر مسافر کو قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے	۱۲۸
ریل گاڑی میں بھی قیام فرض ہے	۱۲۹
جو کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع و سجود نہ کر سکتا ہو تو وہ کیا کرے	۱۲۹
جو شخص نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کا حکم	۱۲۹
کُرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے؟	۱۳۰
جو شخص صرف قیام پر قادر نہ ہو لیکن رکوع و سجدہ کر سکتا ہو	۱۳۱
قیام، رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ ہونے سے کیا مراد؟	۱۳۱
قرأت	۱۳۲
ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا	۱۳۲
گونگا نماز کیسے پڑھے؟	۱۳۳
فرض نماز میں مسنون قرأت	۱۳۳
با جماعت نماز اور اُس کے مسائل	۱۳۴
مرد کا گھر میں نماز پڑھنا	۱۳۴
امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز	۱۳۴
اگر امام سے کسی مسئلے پر اختلاف ہو جائے تو؟	۱۳۵
صف سے دور کھڑے رہ کر تکبیرِ تحریمہ کہنا	۱۳۵

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
تراویح میں رکوع تک الگ بیٹھے رہنا مکروہ فعل ہے	۱۵۱
دو تین راتوں میں قرآن ختم کر کے بقیہ تراویح چھوڑ دینا	۱۵۱
تراویح کے بعد عشاء کے فرائض پڑھنے کا حکم	۱۵۲
تہجد کے وقت وتر پڑھنا افضل ہے	۱۵۲
امام نمازِ وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی اس کی اقتدا کرے یا نہیں؟	۱۵۳
بَابُ الْجَنَائِز	۱۵۳
پیدائشی مُردہ بچے کا کفن دفن	۱۵۳
میت کے پاس تلاوت کا حکم	۱۵۳
کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہے؟	۱۵۴
مرد اور عورت کے لیے مسنون کفن	۱۵۴
کفن کے لیے نیا کپڑا خریدنا ضروری نہیں	۱۵۵
غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کرنا کیسا ہے؟	۱۵۵
تدفین کے بعد سرہانے یا پائنتی پر پڑھنے کی اصل	۱۵۷
میت کے گھر والوں کا پہلی عید پر عید نہ منانا اور سوگ کی مدت	۱۵۸
میت کے رشتہ دار کے انتظار میں تدفین میں تاخیر کرنا	۱۶۱
میّت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا	۱۶۲
میت کے منہ دکھانے کی رسم	۱۶۳
پوسٹ مارٹم	۱۶۴

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر
روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا	۱۹۲
روزے دار کا طلوعِ فجر کے بعد، رات کا وقت سمجھ کر جماع کرنا	۱۹۳
روزہ دار اگر پان یا نسوار منہ میں رکھ کر سو جائے تو؟	۱۹۳
ہمیشہ سفر میں رہنے والے آدمی کے لیے روزوں کا حکم	۱۹۴
شیخِ فانی کی تعریف اور اس کا حکم	۱۹۵
روزہ دار کب تک نیت کر سکتا ہے	۱۹۵
عرب ممالک سے پاکستان آنے پر تیس سے زائد یا کم روزے رکھنا	۱۹۶
روزہ ایک ملک میں رکھا، افطار دوسرے ملک میں	۱۹۷
طیّارے میں سورج نظر آتا ہے تو افطار کا حکم	۱۹۷
روزہ توڑنے یا چھوڑنے کے اعذار	۱۹۸
حالتِ روزہ میں الٹی ہو جانے سے روزہ کا حکم	۱۹۸
روزے کا فدیہ اور اس کے مستحقین	۱۹۹
کفّارے کے مسائل	۱۹۹
اعتکاف کے مسائل	۲۰۱
اعتکاف کی قسمیں اور ان کا حکم	۲۰۱
اعتکاف کہاں کرنا بہتر ہے؟	۲۰۱
معتکف کن صورتوں میں باہر نکل سکتا ہے؟	۲۰۲
اعتکاف کی قضا	۲۰۲

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

مضامین	صفحہ نمبر

آٹھواں باب

متفرقات ۲۴۰

مضامین	صفحہ نمبر

کلماتِ تبرک

از:

شیخ الحدیث حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی (شہید) رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ

اصْطَفٰی خُصُوْصًا عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ اَمَّا بَعْدُ!

بندہ نظام الدین شامزئی نے سرسری طور پر مدرسہ بیت العلم کے اساتذۂ کرام کی مرتب کردہ کتاب "مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل" کو دیکھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ اس قسم کی دینی خدمت کی پہلی کڑی ہے اس کے بعد معاشرت و معاملات کے مسائل کے متعلق دوسری جلد بھی جلد شائع ہوگی۔ یہ جلد اسلامی عقائد، وضو، غسل، طہارت، اذان، نماز، جنازہ، زکوٰۃ، روزہ اور اعتکاف وغیرہ کے مسائل پر مشتمل ہے۔ اکثر مسائل اکابرِامت کی کتابوں اور اردو فتاویٰ سے لیے گئے ہیں۔

بندہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس محنت کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو اُمت کے لیے باعثِ نفع بنادے اور ان حضرات کے علم و عمر، عمل و صحت میں برکتیں عطا فرمائے۔ (آمین)

فقط والسلام

حضرت مفتی ڈاکٹر نظام الدین شامزئی (شہید) رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

تصدیق از:

جناب حضرت مولانا مفتی صالح محمد کاروڑی صاحب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد!

میرے محترم اور عزیز دوست مولانا نصیب الرحمٰن صاحب علوی نے ”مردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل“ نامی کتاب (جو کہ مدرسہ بیت العلم کے علمائے کرام کی ایک جماعت نے مرتب کی ہے) بندے کو دیکھنے کے لیے دی، بندے نے کتاب اوّل سے آخر تک حرف بہ حرف دیکھی۔ مَاشَاءَ اللہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اچھی ہے۔ عقائد وعبادات سے متعلق جو ضروری مسائل ہیں کتاب میں درج کر دیئے گئے ہیں۔ بندے کے نزدیک تمام مسائل صحیح و درست ہیں اور ہمارے اکابر علماء کرام کی کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

مدرسہ بیت العلم سے اس سے قبل بھی کئی مفید کتابیں مثلاً:

① مثالی ماں ② مثالی باپ ③ تحفہ دلہن ④ تحفہ دولہا ⑤ وصیت لکھیے اور مستند مجموعۂ وظائف وغیرہ منظرِ عام پر آچکی ہیں اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مقبول وعام ہو چکی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو بھی نفع بخش بنادے۔ (آمین)

وما ذالك على الله بعزيز

(مفتی) صالح محمد کاروڑی

دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی

۲۹ رجب ۱۴۲۱ ھج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد!

اللہ تعالیٰ نے آخری اور مکمل دین جو نوعِ انسانی کے لیے پسند فرمایا وہ اسلام ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ﴾[1]

تَرْجَمَہ: آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کر لیا۔

اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی ہے عقائد و نظریات اور عبادات سے لے کر زندگی کے تمام معاملات مثلاً: اخلاق، معاشی، سیاسی اور تمدنی مسائل تک وہ ہماری رہ نمائی کرتا ہے۔

اس دین کی تعلیمات بڑی وسیع اور جامع ہیں ہر زمانے اور ہر علاقے کی ضروریات اور حوادث کے لیے ان میں رشد و ہدایات ہے نہ صرف یہ کہ انسان کی پیدائش سے لے کر موت تک زندگی گزارنے کا دستور العمل ہے بل کہ اس میں معاشی، معاشرتی اور کاروباری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی ہدایات ہیں، حلال وحرام اور معروف و منکر و اخلاقِ حسنہ اور سیئہ کی تفصیل بھی ہے۔ جسم و روح کی طہارت اور پاکیزگی کی تعلیم بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑے رکھنے اور اس کا قرب تلاش کرنے اور اس کے احکامات کو پورا کرنے اور نواہی سے اجتناب کرنے کے بھی واضح

---

[1] المائدہ:۳

احکامات ہیں۔ بل کہ موت کے وقت کا شرعی دستور العمل اور موت واقع ہوجانے سے لے کر غسل، کفن دفن، دعا اور ایصالِ ثواب، تقسیمِ میراث، میت کے حقوق کی ادائیگی، کسی کی موت کے بعد اس کے لواحقین پر نافذ ہونے والے احکام، زیارتِ قبور، میت کا خیر کے ساتھ تذکرہ، اس کی وصیت کا شرعی طور سے نفاذ اور ایسے اعمال اختیار کرنے تک کا دستور العمل موجود ہے جو ہم سب کے عالمِ برزخ اور عالمِ آخرت میں کام آئیں۔

دینِ اسلام کا علم ہر مسلمان مرد و عورت کو ہونا لازم ہے اور یہ ان کے لیے تمام علوم سے افضل و اشرف ہے کیوں کہ اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقے پر زندگی گزارنا ممکن نہیں ہے۔

مسلمانوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دین کی تعلیم حاصل کرنا اور دوسروں تک پہنچانا ان کا فرضِ منصبی ہے، انہیں اپنے آپ کو اس منصب سے معزول نہیں سمجھنا چاہیے۔ بل کہ خود کو اسلامی تعلیم کو نمونہ بنا کر غیر مسلموں اور اپنوں کے سامنے پیش کرنا چاہیے، کیوں کہ یہ ایک اٹل نفسیاتی حقیقت ہے کہ انسان قول سے زیادہ عمل سے متاثر ہوتا ہے۔

آج کے معاشرتی ماحول اور دنیاوی بھاگ دوڑ نے مسلمانوں خصوصاً مردوں کو ایسا اُلجھا دیا ہے کہ وہ نہ تو مکمل دینی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں، نہ ہی وہ مشغولیت کی بناء پر علمائے کرام اور مفتیانِ عظام کی خدمت میں کثرت سے ہر وقت حاضر ہو سکتے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بہت سے ایسے اہم اور ضروری مسائل کی معرفت سے محروم رہتے ہیں جن کا جاننا پاکیزہ اور پُرسکون زندگی گزارنے کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

اس لیے ضرورت اس امر کی تھی کہ ایک ایسی مختصر آسان اور جامع کتاب مرتب کی جائے جو ایسے تمام ضروری اور اہم مسائل کا حتی الامکان احاطہ کیے ہوئے ہو جو روز مرّہ کی زندگی میں پیش آتے رہتے ہیں تا کہ ہمارے یہ مسلمان بھائی گھر بیٹھے مختصر وقت میں ان اہم مسائل سے آگاہ ہوں اور ان پر عمل کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوار سکیں۔

اسی لیے مدرسہ بیت العلم کے علمائے کرام نے مردوں کو پیش آنے والے مسائل کی طرف توجہ دی اور اس بندۂ عاجز کی زیرِ نگرانی اساتذہ مدرسہ بیت العلم کی ایک جماعت مولانا نصیب الرحمن علوی صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی امارت میں ترتیب دی جو مولانا بلال صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، مفتی محمد تواب صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ، مولانا محمد خالد صاحب فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن اور مولانا حمید الرحمٰن عباسی صاحب فاضل جامعہ بنوریہ پر مشتمل تھی۔

دینِ اسلام کی تعلیمات جو ہم تک پہنچی ہیں ان کا مدار نقل پر ہے اس لیے اپنی طرف سے کچھ لکھنے کے بجائے اکابر علمائے کرام ومفتیانِ عظام کی کتابوں سے ان مسائل کا شرعی حل اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جمع کرنا شروع کردیا، ہم نے کوشش کی کہ موجودہ دور کے تقاضوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جدید مسائل کا حل جیّد علمائے کرام واکابر مفتیانِ عظام کی تحریروں سے قلم بند کرکے اپنے مسلمان بھائیوں کی خدمت میں پیش کریں۔ انسانی دست رس کی حد تک ہم نے بھرپور کوشش کی ہے کہ اس کتاب کو ضرورت کے مطابق مرتب کیا جائے اور کوئی بھی مسئلہ جو انسان کو روز مرہ زندگی میں پیش آسکتا ہے چھوٹنے نہ پائے۔

چوں کہ مسائل بہت زیادہ تھے اس لیے مشورہ سے طے کیا گیا کہ دو جلدوں میں ان مسائل کو جمع کیا جائے زیرِ نظر کتاب اس سلسلے کی پہلی کڑی ہے جس میں عبادات سے متعلق تقریباً تین سو مسائل جمع کیے گئے ہیں دوسری جلد جو معاملات اور معاشرت سے متعلق مسائل پر مبنی ہے اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بہت جلد آپ کے ہاتھوں میں ہوگی۔

اس کتاب میں جو مسائل جمع کیے گئے ہیں وہ یا تو مشترک مسائل ہیں جن کا تعلق مرد وعورت دونوں ہی کی ضروریات کے ساتھ ہے یا وہ مسائل ہیں جن کا تعلق صرف مردوں کے ساتھ ہے جو مسائل عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں وہ اس

کتاب میں مذکور نہیں بل کہ وہ اور ان جیسے دیگر بے شمار مسائل ایک الگ کتاب ''خواتین کے فقہی مسائل'' میں درج کیے گئے ہیں۔

ترتیب سے متعلق حتی الوسع ہر امر میں تصحیح کا پورا خیال رکھا گیا ہے تاہم آپ سے گزارش ہے کہ اگر کہیں عبارت میں یا مسئلہ میں سقم محسوس کریں تو متنبہ فرمادیں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کردی جائے گی، نیز اگر مزید بہتری کی کوئی صورت آپ کے ذہن میں ہو تو اپنے مفید مشورے سے ناشر کے پتے پر ضرور نوازیے تاکہ خوب سے خوب تر کا سفر جاری رکھا جاسکے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے بھائیوں، بہنوں، بیٹوں اور بیٹیوں کو دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق بخشے اور انہیں ہدایت دے کہ وہ دینِ حنیف کے راستے کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر نہ چلیں اور زندگی کے ہر مرحلے میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی پیروی کریں۔

اے اللہ! اس کتاب کے پڑھنے والوں کے دلوں میں اپنی اطاعت اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ پیدا فرمادے اور جو کوتاہیاں ہوتی رہتی ہیں انہیں معاف فرمادے۔

اے اللہ! ہر اس شخص کو اپنے خزانوں سے بہترین بدلہ عطا فرما جس نے اس کتاب کی تدوین واشاعت میں کسی طور پر حصہ لیا ہو اور اے اللہ! مُرتّبین کی اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرما۔ آمین یارب العالمین

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ
اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

طالب رحمتِ پروردگار
محمد حنیف عبدالمجید
مدرسہ بیت العلم، کراچی

مقدمہ طبع دوم

الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے ہمارے ادارے کی کتاب "مَردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل" کو مقبولیت عطا فرمائی اور اس کتاب سے امّتِ مسلمہ کو فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ اس کے نفع کو مزید عام فرمائے۔

"مَردوں کے ۳۰۰ فقہی مسائل" میں اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ اس میں مسائل کے ضمن میں معاشرتی امور کی طرف بھی راہ نمائی کی جائے، حوالوں کی دوبارہ مراجعت کی جائے اور جدید طرزِ طباعت کے مطابق کمپوزنگ، سیٹنگ وغیرہ کی جائے، اسی غرض سے مفتی عبدالوہاب صاحب، مفتی عطاء اللہ احسان صاحب اور مفتی نوید امین صاحب سلمہم نے اس پر بھرپور کام کیا (اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے) اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہ دوسرا ایڈیشن درج ذیل خصوصیات کے ساتھ آپ کے ہاتھوں میں ہے:

- دورنگہ کیا گیا۔
- پیراگرافنگ کی گئی۔
- جدید انداز میں صفحہ سازی کی گئی۔
- مزید چند اہم مسائل کا اضافہ کیا گیا۔
- غیر تخریج شدہ عبارات کی تخریج کی گئی۔
- حوالوں پر تحقیقی کام کرنے کی کوشش کی گئی۔
- تمام قرآنی آیات کو قرآنی رسم الخط میں لکھا گیا۔
- بعض مسائل کے ضمن میں معاشرتی امور کی طرف راہ نمائی کی گئی۔

الحمدللہ! مکتبہ بیت العلم کی کوشش رہی ہے کہ معاشرے کو مستند اسلامی معلومات قرآن وحدیث کی روشنی میں عام فہم انداز میں پیش کی جائیں، اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مکتبہ سے "تحفہ دُلہا" "تحفہ دُلہن" "مثالی باپ" "مثالی ماں" "مثالی استاذ" "گفتگو سے دل جیتیے" اور "پُرسکون زندگی" شائع ہوچکی ہیں۔

قرآن وسنت اور اولیائے کرام کی مستند دعاؤں پر مشتمل "مستند مجموعہ وظائف" "جمعۃ المبارک کی برکتیں" "حفاظت کی دعائیں" "آپ کی مرادیں کیسے پوری ہوں؟" "پریشانیوں کا حل نماز کے ذریعے" "تعلیم الدعاء" "قرض کی پریشانی سے نجات پایئے" اور "برکت کیسے ملے؟" بازار میں دستیاب ہیں۔

قارئین سے درخواست ہے کہ ہمیں بھی اپنی دعاؤں میں "حَيًّا وَمَيِّتًا" ضرور یاد رکھیں (خصوصاً فرض نماز اور تہجد کے بعد، افطاری کے وقتوں میں، حج وعمرہ اور جماعت کے سفروں میں) حدیث میں آتا ہے:

''مَا مِنْ عَبْدٍ مُّسْلِمٍ يَدْعُوْ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ اِلَّا قَالَ الْمَلَكُ: وَلَكَ بِمِثْلٍ.''[1]

تَرجَمہ: "جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کے لیے پیٹھ پیچھے دعا کرتا ہے تو ایک فرشتہ کہتا ہے: تمہارے حق میں بھی یہ دعا قبول ہو۔"

اصلاح ودعا کا محتاج

محمد حنیف عبدالمجید

ذوالحجہ ۱۴۳۸ھ بمطابق ستمبر ۲۰۱۷ء

---

[1] صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب فضل الدعاء للمسلمين بظهر الغيب، الرقم: ٢٧٣٢

پہلا باب

ایمانیات

مسلمان کی تعریف

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تمام باتوں کا زبان سے اقرار اور دل سے اس پر یقین کرنے کا نام ایمان ہے اور ایمان ہی پر تمام اعمال کی قبولیت کا مدار ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان تمام مسائل سے واقفیت ہو جو ایمانیات یعنی عقائد سے متعلق ہیں اور وہ مسائل مثلاً:

تقدیر، شرک و بدعت کیا ہے، غیر اللہ کی نذر، عذاب قبر، نجومی کے پاس جانا، شب برات کی رسمیں، قبر پر چادر چڑھانا، اپریل فول منانا، سہرا باندھنا وغیرہ ایمانیات کے اس باب میں جمع کیے گئے ہیں، تاکہ درست عقائد کا علم ہو اور عقائد کا درست ہونا دین کی بنیادی ضرورت ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ایمانیات

مسلمان کی تعریف

سوال: قرآن وحدیث کے حوالے سے مختصراً بتائیں کہ مسلمان کی تعریف کیا ہے؟

جواب: دو چیزیں ہیں: ایمان اور کفر۔ ایمان نام ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پورے دین کو بغیر کسی تحریف وتبدیلی کے قبول کرنے کا۔

اس کے مقابلے میں کفر نام ہے دین کے کسی قطعی ویقینی حکم سے انکار کرنے کا...... اس سے مسلمان اور کافر کی تعریف معلوم ہوجاتی ہے۔ یعنی جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو مِن وعَن مانتا ہو وہ مسلمان ہے اور جو شخص قطعیاتِ دین میں سے کسی ایک کا منکر ہو یا اس کے معنی ومفہوم کو بگاڑتا ہو وہ مسلمان نہیں بل کہ کافر ہے۔[1]

فائدہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ."[2]

ترجمہ: "مسلمان وہ ہوتا ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامتی میں ہوں۔"

یعنی مسلمان کی عملی زندگی یہ ہونی چاہیے کہ نہ اس کی زبان سے کسی کو اذیت پہنچے

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، ایمانیات: ۱/ ۲۳

[2] صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان تفاضل الإسلام وأي أموره أفضل، الرقم: ٤١

اور نہ اس کے ہاتھ سے، گویا سچا مسلمان وہ کہلائے گا جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔

تقدیر

سوال: انسان کی زندگی میں جو کچھ ہوتا ہے وہ پہلے سے لکھا ہوتا ہے یا انسان کے اعمال کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتا ہے؟ اگر پہلے سے لکھا ہوتا ہے تو بُرے عمل پر اس کو سزا کیوں ملتی ہے جب کہ اس طرح کرنا اس کی تقدیر میں لکھا تھا؟

جواب: یہ تقدیر کا مسئلہ ہے۔ اس میں زیادہ کھود کرید تو جائز نہیں بس اتنا ایمان ہے کہ دنیا میں جو کچھ اب تک ہوا یا ہو رہا ہے یا آیندہ ہوگا ان ساری چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو دنیا پیدا کرنے سے پہلے ہی علم تھا دنیا کی کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے، نہ قدرت سے...... اور اللہ تعالیٰ نے اس علم کے مطابق کائنات کی ہر چیز اور ہر انسان کا ایک چارٹر لکھ دیا ہے دنیا کا سارا نظام اسی خدائی نوِشتہ (اللہ تعالیٰ کے لکھے ہوئے فیصلوں) کے مطابق چل رہا ہے اسی کو تقدیر کہتے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ جو شخص اس کا منکر ہے وہ مسلمان نہیں۔

اس کا بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادہ و اختیار اور عقل و تمیز کی دولت بخشی ہے اور یہ طے کر دیا ہے کہ وہ اپنی صواب دید کے مطابق اور اپنے ارادے و اختیار سے فلاں فلاں کام کرے گا۔

اسی طرح اس کا بھی ایمان رکھنا ضروری ہے کہ انسان کے اچھے بُرے اعمال کا نتیجہ اسے ثواب یا عذاب کی شکل میں آخرت میں ملے گا اور کچھ نہ کچھ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ یہ ساری باتیں قرآنِ کریم اور حدیث شریف میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں ان پر ایمان رکھنا چاہیے اس سے زیادہ اس مسئلے پر غور نہیں کرنا چاہیے۔ اس میں بحث و مباحثہ سے منع کر دیا گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔■

فَائِدَۃ: قضاوقدر کا مسئلہ بلاشبہ مشکل و نازک مسئلہ ہے، لہٰذا مؤمن کو چاہیے کہ اگر یہ مسئلہ اس کی سمجھ میں نہ آئے تو بحث و حجت نہ کرے بل کہ اپنے دل و دماغ کو اس پر مطمئن کرلے کہ اللہ تعالیٰ کے صادق و مصدوق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے کو اسی طرح بیان فرمایا ہے، لہٰذا ہم اس پر ایمان لائے۔ تقدیر کا مسئلہ تو اللہ تعالیٰ کی صفات سے تعلق رکھتا ہے اس لیے اس کو نازک اور مشکل ہونا ہی چاہیے۔

ہمارا حال تو یہ ہے کہ اسی دنیا کے بہت سے معاملات اور بہت سے رازوں کو ہم میں سے بہت سے نہیں سمجھ سکتے، پس جب اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک حقیقت بیان فرمادی (جس کا پوری طرح سمجھ لینا سب کے لیے آسان نہیں) تو جن لوگوں کو سمجھ نہ آئے ان کے لیے بھی ایمان لانے کے بعد صحیح طریقۂ کار یہی ہے کہ وہ اس کے بارے میں کوئی بحث اور کٹ حُجّتی نہ کریں بل کہ اپنی عقل اور ذہن کی نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر ایمان لائیں۔

لہٰذا تقدیر سے متعلق بحث ومباحثہ سے بچتے ہوئے اعمال کرنے کی طرف دھیان دیا جائے اور جیسے کہ پہلے بھی یہ بات گذری کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر ایک کو اپنے اختیار اور ارادہ سے کام کرنے کی قدرت دی ہے اور ہم میں سے جو شخص بھی غور کرے گا، وہ بغیر کسی شک وشبہ کے اس حقیقت کو محسوس کرے گا کہ اس دنیا میں ہم جو بھی اچھا یا بُرا عمل کرتے ہیں وہ اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتے ہیں۔

یعنی تقدیر میں صرف یہ نہیں ہے کہ فلاں شخص کو فلاں چیز حاصل ہوجائے گی، بل کہ جس کوشش اور جس تدبیر سے وہ چیز اس دنیا میں حاصل ہونے والی ہوتی ہے، تقدیر میں بھی وہ اسی تدبیر سے بندھی ہوتی ہے۔ پس یہ خیال کرنا کہ تقدیر میں جو کچھ

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، تقدیر: ۱/ ۲۱۶

ہے وہ آپ سے آپ مل جائے گا اور اس بنا پر اس عالَم اسباب کی کوششوں سے دست بردار ہونا دراصل تقدیر کی حقیقت سے ناواقفی ہے۔[1]

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو اختیار دیا ہے اس کو استعمال کرکے کام کرتا رہے انسان اسی کا مکلف ہے، کام کو اچھی طرح نہ کرنا اور پھر تقدیر پر الزام لگا دینا یا کام ہی نہ کرنا اور کہہ دینا کہ مقدر میں لکھا تو مل کر ہی رہے گا یہ سستی کی علامت ہے۔ لہٰذا تقدیر کو اچھی بنانے کے لیے سستی سے دور رہیے۔ وقت پر اچھی طرح خوب چستی کے ساتھ اپنا کام کرے، جس کو جو کام دیا ہے دھیان سے اسے یاد دھیانی کروائے، پوچھتا رہے کام ہو گیا؟ کتنا ہوا؟ کب مکمل ہو جائے گا؟ وغیرہ

تقدیر کی بہتری اور اس پر راضی رہنے کے لیے یہ دعائیں مانگیں:

❶ اَللّٰهُمَّ اَرْضِنِيْ بِقَضَائِكَ، وَبَارِكْ لِيْ فِيْمَا قُدِّرَ لِيْ حَتّٰى لَا اُحِبَّ تَعْجِيْلَ مَا اَخَّرْتَ، وَلَا تَأْخِيْرَ مَا عَجَّلْتَ.

ترجمہ: "اے اللہ! اپنے فیصلے پر مجھ کو راضی کردے اور جو میرے لیے مقدر ہو چکا ہے اسی میں مجھے برکت عطا فرما تاکہ جو چیز تو نے مؤخر فرمادی ہے اس کی جلدی نہ کروں اور جس چیز کو تو نے فی الحال مقدر کردیا ہے اس کی تاخیر کی تمنا نہ کروں۔"[2]

❷ اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ.[3]

---

[1] ماخوذ از معارف الحدیث: ۱/ ۱۱۳-۱۱۹

[2] كنز العمال، البيوع من قسم الأقوال، الفصل الثاني في آداب الكسب، الرقم: ٩٣٢٣

[3] مسند أحمد، حديث بسر بن أرطاة، الرقم: ١٧٧٧٨

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! تمام معاملات میں ہمارا انجام بخیر فرما اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ فرما۔" [1]

معراج

سُؤَال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی یا روحانی؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی معراج حاصل نہیں ہوئی تھی۔

جَوَاب: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "نشر الطیب" (نامی کتاب ص ۸۰) میں لکھتے ہیں:

"جمہور اہل سنت و الجماعت کا مذہب یہ ہے کہ معــراج بیداری میں جسد (جسم مبارک) کے ساتھ ہوئی تھی اور دلیل اس کی اجماعِ امت ہے۔" (پھر آگے اس کے دلائل بیان فرمائے ہیں جس کو تفصیل کی خواہش ہو وہاں دیکھ لے)۔ [2]

فَائِدَہ: معراج کا ایک عظیم تحفہ پانچ نمازیں ہیں، اس کا اہتمام ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ترقی نصیب کرے گا، غیب سے روزی کا بندوبست ہوگا اور سکون واطمینان حاصل ہوگا۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

شرک و بدعت کیا ہے؟

سُؤَال: شرک اور بدعت کی تعریف کیا ہے؟

جَوَاب: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات واختیار میں کسی اور کو شریک سمجھنا شرک کہلاتا

---

[1] دعا عظیم نعمت اور انمول تحفہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے، دعا مایوسی میں امید کی کرن ہے، دعا کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام مسائل حل کرواسکتے ہیں۔ اسی فکر کے پیش نظر "مکتبہ بیت العلم" نے تحفۃ الدعا سیریز کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ! اس سیریز کے چھ حصے ❶ حفاظت کی دعائیں، ❷ آپ کی مرادیں کیسے پوری ہوں؟، ❸ پریشانیوں کا حل نماز کے ذریعے، ❹ تعلیم الدعا، ❺ قرض کی پریشانی سے نجات پایئے، ❻ برکت کیسے ملے؟" شائع ہوچکے ہیں۔

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، معراجِ جسمانی کا ثبوت: ۱/ ۱۱۰

ہے اور جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وتابعین نے دین سمجھ کر نہیں کیا بل کہ دین کے نام پر بعد میں ایجاد ہوا اسے عبادت سمجھ کے کرنا بدعت کہلاتا ہے۔[1]

نوٹ: مزید تفصیل کے لیے حضرت اقدس مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ "سنت اور بدعت" کا اہتمام سے مطالعہ کرنا بہت مفید ہے۔

فائدہ: اگر کسی کو شرک یا بدعت میں مبتلا دیکھیں تو موقع محل دیکھ کر محبت سے خیر خواہانہ انداز میں سمجھائیں۔

صراطِ مستقیم سے کیا مراد ہے؟

سوال: سورہ فاتحہ میں ارشاد ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ دکھلا ہمیں سیدھا راستہ، تو ﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ سے کون سا راستہ مراد ہے؟

جواب: قرآنِ کریم نے جہاں ہمیں یہ دعا سکھائی: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ وہیں اس سیدھی راہ کی یہ کہہ کر وضاحت بھی کردی ہے کہ "راہ ان لوگوں کی کہ جن پر آپ نے انعام فرمایا، نہ ان پر غضب ہوا اور نہ گم راہ ہوئے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہ کے راستے کا، اسی ﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ کا مختصر عنوان اسلام ہے اور قرآنِ کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اسی کی تشریح کرتے ہیں۔[2]

فائدہ: ﴿الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝﴾ میں ہر ایک آدمی کے لیے یہ سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراطِ مستقیم مانگتا رہے اور اس کا راستہ فہم حدود اور حفظِ حدود ہے کہ میرا

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، کفر، شرک اور ارتداد: ۱/ ۵۲

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، ایمانیات: ۱/ ۲۵

عمل اپنے شوق اور رائے کے مطابق نہیں، بل کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو۔ فہم حدود اور حفظِ حدود کا معنیٰ ہے ہر چیز کی حد کو سمجھنا اور اس سے تجاوز نہ کرنا۔

لہٰذا جتنا رسول کہہ رہا ہے بس اسی پر عمل ہونا چاہیے، اس میں ہی نجات ہے اور اس میں ہمارے لیے ذخیرۂ آخرت ہے۔ اگر آدمی اتنی محنت کرے کہ اس کے نتیجے میں بیمار پڑ جائے یا بیوی بچوں کے حقوق پامال ہونے لگیں تو یہ ٹھیک نہیں، بل کہ شریعت نے ہر چیز کی حدود مقرر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود ہیں اور دین نام ہے انھی حدود کی حفاظت کرنے کا، یعنی کون سا کام کس حد تک آدمی کو کرنا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں کہا گیا کہ "كَانَ وَقَّافًا عِنْدَ حُدُوْدِ اللهِ" اللہ تعالیٰ کے حدود کے آگے کھڑے ہونے والے تھے، وہ جانتے تھے کہ کونسا کام کس حد تک کرنا ہے، عبادت کس حد تک کرنی ہے، بیوی اور بچوں سے محبت کس حد تک کرنی ہے، کسبِ معاش کس حد تک کرنا ہے، تحصیلِ علم کس حد تک کرنی ہے، جہاد کتنا کرنا ہے، تبلیغ کتنی کرنی ہے۔

یہ سب چیزیں حدود کی پابندیاں ہیں اور شریعت نے ان حدود کو ذکر فرمایا ہے، اگر ان حدود سے آدمی تجاوز کر جائے تو اس کا نام تعدی اور ظلم ہے، یعنی ایک حق میں تجاوز کر دیا اور دوسرے کا حق پامال کر دیا۔

حدود کی حفاظت کے لیے کسی بزرگ کی صحبت ضروری ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبر کو اسی لیے بھیجتے ہیں کہ وہ اپنے عمل سے لوگوں کو بتاتا ہے کہ کون سا کام کس حد تک کرنا ہے، اسی کی صحبت میں رہ کر اس کے متبعین ان حفظِ حدود کو سمجھتے بھی ہیں اور ان کی مشق بھی کرتے ہیں، پھر ان کے بعد تابعین پھر تبع تابعین اور اس طرح یہ سلسلہ صحبت کے ذریعے منتقل ہوتا گیا۔

لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ میں حفظِ حدود کو محض الفاظ سے سمجھوں یا ریاضی کے فارمولے کے تحت سمجھ لوں، تو ممکن نہیں۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کسی کی صحبت میں بیٹھ جائے اور ان میں یہ دیکھے کہ کون سا کام یہ صاحب کس حد تک کرتے ہیں۔

اسی لیے کہتے ہیں کہ کسی شیخ سے تعلق قائم کرو، پیری مریدی اصل میں اسی کام کے لیے ہے، یہ وظیفوں کے لیے، خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے اور کشف وکرامات حاصل کرنے کے لیے نہیں ہے، بل کہ حدود کی حفاظت کے لیے کہ کون سی چیز کس درجہ میں ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمت عطا فرمائیں۔ آمین۔[1]

غیر اللہ کی نذر

سُوَال: بزرگوں کے مزاروں پر جو نذر و نیاز چڑھائی جاتی ہے، اسی طرح بزرگوں کو خوش کرنے کے لیے ان کے نام جو بکرے، مرغ وغیرہ ذبح کرتے ہیں ان کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جَوَاب: جو عوام بزرگوں کے نام کی نذر و نیاز مانتے اور مزارات پر (چڑھاوے) چڑھاتے ہیں وہ سخت گناہ گار ہیں اور وہ نذر حرام ہے، اس کا کھانا بالکل ناجائز اور بکرے، مرغ وغیرہ جو جانور بھی بزرگوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں وہ بالکل مُردار ہیں۔ اگر نذر مانتے وقت بزرگوں کے نام کی نذر مانی (مثلاً: اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو ایک بکرا فلاں بابا کے نام ذبح کروں گا وغیرہ) اور پھر اس کو "بِسۡمِ اللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكۡبَرُ" کہہ کر ذبح کیا تب بھی حرام ہے۔[2]

الاکلیل ۲/ ۸۶ پر شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر فتح العزیز سے نقل کیا ہے:

---

[1] ماخوذ از انعام الباری، الایمان: ۱/ ۴۰۹-۴۱۱

[2] فتاوی محمودیہ، باب العقائد، ما یتعلق بالاشراک باللہ...: ۱/ ۳۴۱

ترجمہ: "اکثر عوام کی طرف سے مُردوں کی خاطر جو نذر چڑھائی جاتی ہے اور بزرگوں کے مزارات پر جو موم بتی، خوش بو اور روپیہ چڑھایا جاتا ہے جس کا مقصد ان بزرگوں کو خوش کرنا اور ان کا تقرب حاصل کرنا ہے یہ سب باتفاقِ ائمہ حرام اور باطل ہے۔"[1]

علامہ طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حرام اور ناجائز ہونے کی کئی وجوہات لکھی ہیں:

ایک یہ کہ مخلوق کے لیے نذر ماننا ہے حالاں کہ نذر عبادت ہے جو خالق کے ساتھ مخصوص ہے۔

دوسرے یہ کہ جس کے لیے نذر مانی ہے وہ مُردہ ہے تو بھلا وہ کیسے مالک ہو سکتا ہے؟

تیسرے یہ کہ اس میت کے ساتھ یہ اعتقاد بھی کیا جاتا ہے کہ وہ عالَم (کائنات) میں تصرف کرتا ہے (یعنی تغیّر و تبدّل کا اختیار رکھتا ہے) اور یہ عقیدہ تو کفر ہے۔[2]

حضرت مہدی

سوال: کیا حضرت مہدی کے ظہور کا عقیدہ از روئے قرآن و حدیث ضروریاتِ دین میں سے ہے؟ اگر کوئی حضرت مہدی کے ظہور کا قائل نہ ہو تو اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: خلیفۃ اللہ المہدی کے متعلق ابو داوٗد شریف[3] میں تفصیل مذکور ہے جس میں ان کی علامات، ان کے ہاتھ پر بیعت اور ان کے کارنامے ذکر کیے گئے ہیں۔ جو شخص حضرت مہدی کے ظہور کا قائل نہیں وہ ان احادیث کا قائل نہیں۔ اس کی

---

[1] الدرالمختار، الصوم، مطلب: النذر الذی یقع : ۲ /٤٣٩

[2] فتاویٰ محمودیہ، باب العقائد، ما یتعلق بالاشراک باللہ...: ۱ /۳۴۱-۳۴۳، الطحطاوی: ۲ /۷۴

[3] سنن ابی داؤد ،الفتن ،باب ذکر المهدی، الرقم: ٤٢٨٦

اصلاح کی جائے تا کہ وہ صراطِ مستقیم پر آجائے۔[1]

اس مسئلہ کی پوری تفصیل کے لیے حضرت مفتی نظام الدین شامزئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "عقیدہ ظہور مہدی احادیث کی روشنی میں" کا مطالعہ کیجیے۔

حضرت مہدی کے ظہور کی نشانیاں

سوال: اہلِ سنت کے عقیدے کے مطابق حضرت مہدی تشریف لائیں گے۔ جب حضرت مہدی آئیں گے تو ان کی نشانیاں کیا ہوں گی؟ اور اس وقت کیا علامات ظاہر ہوں گی جس سے ظاہر ہو کہ حضرت مہدی آگئے ہیں؟ قرآن و حدیث کا حوالہ ضرور دیجیے۔

جواب: اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ "ایک خلیفہ کی موت پر (ان کی جانشینی کے مسئلے پر) اختلاف ہوگا تو اہل مدینہ میں سے ایک شخص بھاگ کر مکہ مکرمہ آجائے گا (یہ حضرت مہدی ہوں گے اور اس اندیشہ سے بھاگ کر مکہ آجائیں گے کہ کہیں ان کو خلیفہ نہ بنا دیا جائے) مگر لوگ ان کے انکار کے باوجود ان کو خلافت کے لیے منتخب کریں گے۔

چناں چہ حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان (بیت اللہ شریف کے سامنے) ان کے ہاتھ پر لوگ بیعت کریں گے پھر ملک شام سے ایک لشکر ان کے مقابلے میں بھیجا جائے گا، لیکن یہ لشکر "بیداء" نامی جگہ میں جو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ہے زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ بس جب لوگ یہ دیکھیں گے تو ہر خاص و عام کو دور دور تک معلوم ہو جائے گا کہ یہ حضرت مہدی ہیں۔

چناں چہ ملک شام کے ابدال اور اہل عراق کی جماعتیں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے بیعت کریں گی پھر قریش کا ایک آدمی جس کی ننھیال قبیلہ بنو کلب میں

---

[1] فتاویٰ محمودیہ، باب العقائد، ما یتعلق بالانبیاء واتباعہم: ۱/ ۴۶۶

ہوگی آپ کے مقابلے میں کھڑا ہوگا آپ بنوکلب کے مقابلے میں ایک لشکر بھیجیں گے وہ ان پر غالب آجائے گا اور بڑی محرومی ہے اس شخص کے لیے جو بنوکلب کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حاضر نہ ہو۔

پھر حضرت مہدی خوب مال تقسیم کریں گے اور لوگوں میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق عمل کریں گے اور اسلام اپنی گردن زمین پر ڈال دے گا (یعنی اسلام کو استقرار نصیب ہوگا) حضرت مہدی سات سال رہیں گے پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔[1]

فَائِدَة: یہ سمجھ کر انتظار میں نہ بیٹھے رہیں کہ اب سب کچھ حضرت مہدی ہی آ کر درست کریں گے۔ یہ تو مایوسی ہے اور اپنی ذمہ داری سے غفلت ہے، بل کہ اپنے حصے کا چراغ جلاتا رہے، اپنی اصلاح کی فکر کرتا رہے اور دین کی محنت کے لیے خود بھی جستجو کرتا رہے، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں فرماتے۔

مفاد کے لیے اپنے آپ کو غیر مسلم کہنے یا کہلوانے کا حکم

سُؤَال: رمضان المبارک میں مسلمان روزہ خوروں کی ایک بڑی تعداد کھانا وغیرہ چھپ کر کھاتی ہے، اگر کبھی پولیس کا چھاپہ پڑ جائے اور یہ روزہ خور پکڑے جائیں تو وہ سزا سے بچنے کے لیے پولیس کے سامنے یہ اقرار کر لیتے ہیں کہ ہم مسلمان نہیں بل کہ ہندو یا عیسائی ہیں، روزہ خوروں کا یہ اقرار سن کر پولیس انھیں چھوڑ دیتی ہے۔

اس کے علاوہ ایک شخص کی بینک میں کافی رقم جمع ہے، جب حکومت کی طرف سے بینک اس رقم سے زکوٰۃ منہا کرنا چاہتی ہے تو وہ شخص مسلمان ہوتے ہوئے محض زکوٰۃ کی رقم کو منہا ہونے سے بچانے کے لیے بینک کو تحریری طور پر یہ اقرار نامہ

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، الرقم: ٤٢٨٦، آپ کے مسائل اور ان کا حل، علامات قیامت: ١/ ٣٢٦

دے دیتا ہے کہ میں غیر مسلم ہوں۔

مہربانی فرما کر یہ بتایئے کہ اس طرح اگر کوئی مسلمان تحریری یا زبانی طور پر اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار کرے تو اس کے ایمان کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟

جَوَابْ: (کسی مسلمان کے لیے یہ کسی صورت مناسب نہیں کہ وہ رمضان المبارک کے فرض روزے نہ رکھے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ دنیوی سزا سے بچنے کے لیے اپنے کافر ہونے کا اقرار کرے یا زکوٰۃ سے بچنے کے لیے اس طرح کے الفاظ کہے) یہ کہنے سے کہ "میں مسلمان نہیں ہوں" آدمی دین سے خارج ہوجاتا ہے، مسلمان نہیں رہتا، ایسے لوگوں کو اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کرنی چاہیے اور آیندہ کے لیے اس مذموم حرکت سے توبہ کرنی چاہیے۔[1]

فَائِدَہ: ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور فکر آخرت غالب ہو اور آخرت کی تیاری کے لیے ہر وقت وہ کوشاں رہے، اگر کبھی کوئی معصیت سرزد ہوجائے اور اپنے اندر ایمان کی کمی محسوس کرے تو بے چین ہوجائے اور اللہ تعالیٰ سے توبہ استغفار کرے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زندگی کا مطالعہ کرے کہ ان کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی؟ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو ذرا سی بات سے "کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی"، اِس سے اُن کو اپنے منافق ہونے کی فکر لاحق ہوگئی۔[2]

ایک مسلمان کی یہ شان ہی نہیں کہ کوئی فرض چھوڑے، چہ جائیکہ وہ دنیاوی مفاد کے لیے اپنے آپ کو مسلمانوں سے ہی خارج کردے۔ اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، کفر، شرک اور ارتداد کی تعریف: ۱/ ۶۰

[2] صحیح مسلم، التوبة، باب فضل دوام الذكر والفكر...، الرقم: ۲۷۵۰

متعدی امراض اور اسلام

سُؤَال: کیا جذام والے سے اسلام نے رشتہ ختم کر دیا ہے؟ اگر نہیں تو ایک حدیث میں یہ کیوں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو[1] یعنی جیسے شیر سے بھاگا جاتا ہے ایسے ہی جزامی سے بھاگو؟

جَوَاب: اسلام تو مرض کے متعدی (ایک کی بیماری دوسرے کو لگنا) ہونے کا قائل نہیں۔[2] لیکن اگر جذامی سے اختلاط کے بعد خدانخواستہ کسی کو یہ مرض لاحق ہوگیا تو ضعیف الاعتقاد لوگوں کا عقیدہ بگڑے گا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ یہ مرض اس کو جزامی سے لگا ہے اس فسادِ عقیدہ سے بچانے کے لیے لوگوں سے کہا گیا ہے کہ اس سے شیر کی طرح بھاگو۔

الغرض جذام والے کی تحقیر مقصود نہیں بل کہ لوگوں کو ایذائے جسمانی اور خرابئ عقیدہ سے بچانا مقصود ہے۔[3] اگر کوئی شخص قوی الایمان اور قوی المزاج ہو (یعنی مضبوط ایمان والا ہو اور شکی مزاج نہ ہو) وہ اگر جذامی کے ساتھ کھا پی لے تب بھی کوئی گناہ نہیں، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی کے ساتھ ایک برتن میں کھانا کھایا ہے۔[4]

فَائِدَة: دوسرے کو مصیبت یا بیماری میں مبتلا دیکھ کر ہمیں اس کے لیے فکر مند ہونا چاہیے اور ساتھ ساتھ ایسے موقع پر درج ذیل دعا کا اہتمام کریں:

---

[1] صحیح البخاری، الطب، باب الجذام، الرقم: ۵۷۰۷

[2] سنن ابی داؤد، الطب، باب فی الطیرۃ، الرقم: ۳۹۱۰

[3] شرح نخبة الفکر: ۷۲

[4] جامع الترمذی، الاطعمة، باب ماجاء فی الأکل مع المجذوم، الرقم: ۱۸۱۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل، ایمانیات: ۱/ ۳۴

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ، وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا.[1]

تَرْجَمَہ: "تمام تعریفیں اسی ذات کے لیے ہیں، جس نے مجھے اس مصیبت سے نجات دی جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی اکثر مخلوق پر فضیلت دی۔"

عذابِ قبر

سُوَال: کیا قبر میں کافر اور مسلمان گناہ گار مردے کو عذاب دیا جاتا ہے؟

جَوَاب: اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قبر کا عذاب وثواب برحق ہے اور یہ مضمون متواتر احادیثِ طیبہ[2] میں وارد ہے...... اس عقیدے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ محض شبہات کی بنا پر اس کا انکار صحیح نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ "اَلْفِقْهُ الْاَكْبَرُ" میں فرماتے ہیں: "قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا حق ہے اور بندہ کی طرف روح کا لوٹایا جانا حق ہے اور قبر کا بھینچنا حق ہے اور اس کا عذاب تمام کافروں کے لیے اور بعض مسلمانوں کے لیے حق ہے، ضرور ہوگا۔"[3]

فَائِدَہ: قبر کا عذاب ایک اٹل حقیقت ہے، اس سے بچاؤ کی صورت یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی زندگی اور ان کے لائے ہوئے اعمال کا اہتمام کریں اور گناہوں سے بچنے کی مکمل کوشش کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ."[4]

---

[1] جامع الترمذی، الدعوات، باب ما یقول إذا رأی مبتلی، الرقم: ۳۴۳۱

[2] سنن ابی داؤد، السنۃ ،باب فی المسئلۃ فی القبر وعذاب القبر

[3] شرح فقہ اکبر: ۱۲۱، ۱۲۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل: موت کے بعد کیا ہوتا ہے: ۱/ ۳۶۱

[4] جامع الترمذی، صفۃ القیامۃ، باب، الرقم: ۲۴۵۹

ترجمہ: "عقلمند شخص وہ ہے جو اپنے نفس کا خود محاسبہ کرے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے تیاری کرلے۔"

بعض بزرگوں کا قول ہے:

" مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا."

ترجمہ: "مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرلو!"

یعنی حقیقی موت کے آنے سے پہلے اپنی نفسانی خواہشات جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہوں اور دل میں پیدا ہونے والے گناہ اور ناجائز کام کرنے کے جو داعیے اور تقاضے ہیں ان کو کچل دو اور فنا کردو۔[1]

جمعرات کے دن یا چالیس روز تک روحوں کا گھر آنا

سوال: کیا ہر جمعرات کو گھر کے دروازے پر روحیں آتی ہیں اور کیا مرنے کے بعد چالیس دن تک روح گھر آتی ہے؟

جواب: جمعرات کو روحوں کے آنے کا عقیدہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ اس کا کوئی شرعی ثبوت ہے۔ اسی طرح روحوں کا چالیس دن تک گھر آنے کا خیال غلط (اور من گھڑت بات) ہے۔[2]

تعویذ گنڈے کی شرعی حیثیت

سوال: تعویذ گنڈا کرنا جائز ہے یا ناجائز، نیز ان کا اثر ہوتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں؟

جواب: کسی کو نقصان پہنچانے کے لیے جو تعویذ گنڈے کیے جاتے ہیں ان کا حکم تو

---

[1] كشف الخفاء، حرف الميم، الرقم: ٢٦٦٩

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، موت کے بعد کیا ہوتا ہے: ۱/ ۳۷۵

وہی ہے جو جادو کا ہے کہ ان کا کرنا اور کرانا حرام اور کبیرہ گناہ ہے بل کہ اس سے کفر کا اندیشہ ہے۔ البتہ تعویذ اگر کسی جائز مقصد کے لیے کیا جائے تو جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی گناہ اور شرک کی بات نہ ہو۔ نیز تعویذ گنڈے کا اثر اور ضرور ہوتا ہے مگر ان کی تاثیر بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہے۔ تعویذ گنڈے کے جواز کی تین شرطیں ہیں:

اوّل: کسی جائز مقصد کے لیے ہو، ناجائز مقاصد کے لیے نہ ہو۔

دوم: اس کے الفاظ کفر و شرک پر مشتمل نہ ہوں اور اگر وہ ایسے الفاظ پر مشتمل ہوں جن کا مفہوم معلوم نہیں تو وہ بھی ناجائز ہے۔

سوم: ان کو مؤثر بالذات نہ سمجھا جائے۔[1]

فَائِدَۃ: لیکن بہتر یہ ہے کہ تعویذ وغیرہ سے حتی الامکان اجتناب کیا جائے، البتہ دعائیں خوب مانگی جائیں۔ ویسے بھی تعویذ تو ان بچوں کے لیے ہوتا ہے جو دعائیں نہیں مانگ سکتے کہ لکھ کر ان کے گلے میں لٹکا دیا جائے۔ جو دعائیں مانگ سکتے ہوں ان کو تو چاہیے کہ اپنی ہر پریشانی کا حل دعاؤں کے ذریعے تلاش کریں اور اپنے مسائل اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعے حل کروائیں۔

تعویذ کے معنی ہے "پناہ طلب کرنا" اور ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے بہترین تعویذ ہر فرض نماز کے بعد سورۂ اخلاص، معوذتین اور آیت الکرسی کا پڑھنا ہے۔ اسی طرح "منزل" نامی کتابچہ جو قرآن کریم کی آیات پر مشتمل ہے جو نظر، جادو، آسیب وغیرہ میں بہت ہی مفید ہے، اس کے پڑھنے کا بھی اہتمام کریں اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ اصل تعویذ تو گناہوں سے بچنا اور لوگوں کو گناہوں سے بچانے کی فکر کرنا اور مسنون دعاؤں کے مانگنے کا اہتمام کرنا ہے۔[2]

---

[1] خیر الفتاوی، ذکر و اوراد: ۱/ ۳۴۵، ۳۴۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۱/ ۴۲۷

[2] مختلف سورتوں کے فضائل...... آسیب، جادو وغیرہ سے حفاظت کے مجرب نسخے...... روزمرہ کی مسنون دعائیں جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "مستند مجموعہ وظائف" کا مطالعہ اِنْ شَآءَ اللہُ تَعَالٰی مفید رہے گا۔

غیر مسلم سے منتر پڑھوانا

سوال: اگر جسمانی بیماری ہو یا بھوت بلا وغیرہ کی شکایت ہو جائے تو غیر مسلم کے پاس جو خلافِ توحید منتر پڑھ کر دم کرتا ہے جانا اور منتر پڑھوا کر دم کروانا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ بہت سے آدمیوں کو فائدہ بھی ہوتا ہے؟

جواب: جب یہ یقین ہے کہ منتر کے الفاظ اور مضمون خلافِ توحید اور شرکیہ ہیں تو اس شخص سے عمل کروانا جائز نہیں۔ رہا فائدہ ہو جانا تو یہ حق ہونے کی دلیل نہیں ہے۔[1]

فائدہ: بیماریوں اور بھوت بلا کا شکار گناہوں میں مبتلا ہونے اور اعمال کا اہتمام نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے، اس لیے گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال بشمول دعاؤں کا اہتمام کریں۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حفاظت رہے گی۔[2]

اسلام میں نحوست و بدشگونی کا حکم

سوال: ہمارے مذہب اسلام میں نحوست (بدشگونی) کی کیا حیثیت ہے؟ بعض لوگ پاؤں پر پاؤں رکھنے کو نحوست سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ انگلیاں چٹخانے کو نحوست سمجھتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ فلاں کام کے لیے فلاں دن منحوس ہے۔

جواب: اسلام نحوست کا قائل نہیں، اس لیے کسی کام یا دن یا شخص کو منحوس سمجھنا غلط ہے۔ نحوست اگر ہے تو انسان کی اپنی بدعملی میں ہے (یہ بداعمالیاں اور نافرمانیاں اللہ تعالیٰ کے قہر اور لعنت کا موجب ہیں، ان سے بچنا چاہیے) پاؤں پر پاؤں رکھنا جائز ہے۔ انگلیاں چٹخانا نامناسب حرکت ہے۔[3]

---

[1] فتاوی رحیمیہ، کتاب الایمان: ۱/ ۴۳

[2] ہر طرح کے مصائب، آلام اور مشکلات سے حفاظت کے مزید مستند ادعیہ و اعمال جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "حفاظت کی دعائیں" کا مطالعہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی بہت مفید رہے گا۔

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ۱/ ۴۳۷

فَائِدَہ: بعض لوگ اپنے چھوٹوں کو اس طرح سمجھاتے ہیں: "تیز گاڑی مت چلاؤ! ورنہ ایکسیڈنٹ ہوجائے گا"...... "بھاگو مت! ورنہ گر جاؤ گے"...... "کھیلتے رہو گے تو فیل ہوجاؤ گے"...... "جب تک یہ شخص ہمارے ساتھ ہے ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوگا"...... وغیرہ یہ بدفالی والے جملے نہ بولیں، بل کہ مثبت اور نیک فالی جملے والے استعمال کریں۔

جیسے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیبیہ کے موقع پر جب سہیل بن عمرو کو آتے ہوئے دیکھا تو لفظ سہیل سے سہل (آسانی) کی نیک فالی لیتے ہوئے یوں کہا:

"لَقَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ أَمْرِكُمْ." [1]

تَرْجَمَہ: "اب تمھارا کام آسان ہوگیا۔"

تو یوں مثبت اور نیک فالی والے جملے سے مخاطب کو بات جلد سمجھ میں آجاتی ہے اور اس پر اچھا اثر پڑتا ہے، مثلاً یوں کہیں: بیٹا کھیل کے وقت کھیل اور پڑھائی کے وقت پڑھائی کرو، وغیرہ۔

ماہِ صفر کو منحوس سمجھنا

سُؤَال: کیا صفر کا مہینا خصوصاً اس کے ابتدائی تیرہ دن جس کو عرف میں تیرہ تیزی کہا جاتا ہے یہ منحوس ہے؟

جَوَاب: صفر کے مہینے کو منحوس سمجھنا جاہلیت کی رسم ہے، مسلمان تو اس کو صَفَرُ الْمُظَفَّر اور صَفَرُ الْخَيْر سمجھتے ہیں یعنی خیر اور کامیابی کا مہینا۔[2]

فَائِدَہ: اصل یہ سمجھ لیں کہ بھلائی اور بُرائی، اچھے اور بُرے حالات سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اس میں کسی مہینے یا کسی دن کا کوئی اثر نہیں، البتہ اللہ تعالیٰ نے ان حالات کو انسان کے اعمال کے ساتھ جوڑا ہے، انسان پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں

---

[1] صحيح البخاري، الشروط، باب الشروط في الجهاد.....، الرقم: ٢٧٣١

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ١/ ٤٣٩

آتی ہیں وہ انسان کی بداعمالی کے نتیجے میں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝﴾[1]

ترجمہ: ”لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا، تاکہ انھوں نے جو کام کیے ہیں اللہ تعالیٰ اُن میں سے کچھ کا مزہ اُنھیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔“

اس آیت میں واضح فیصلہ ذکر کیا گیا ہے کہ بحر و بر یعنی سمندر اور خشکی میں آنے والی تمام آفات انسانوں کی بداعمالیوں کی پاداش ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ پوری سزا نہیں بل کہ کچھ نمونہ ہے جو دنیا میں دکھلا دیا گیا ہے تاکہ توبہ کرلے، ورنہ پوری سزا آخرت میں ملے گی، کیوں کہ دنیا جزا و سزا کی جگہ نہیں۔

لہٰذا اصل گناہوں سے بچنا ہے، اس لیے خود بھی گناہوں سے بچیں اور لوگوں کو بھی گناہوں سے بچانے کی فکر کریں اور صحیح عقیدہ دل میں بٹھائیں۔

شعبان وغیرہ میں شادی کا حکم

سوال: محرم، صفر، شعبان یا دوعیدوں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیان شادی کرنا کیسا ہے؟ اس کو ناجائز اور منحوس سمجھنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: اسلام میں نحوست اور بدشگونی کا کوئی تصور نہیں۔ اسلام نے کوئی مہینا ایسا نہیں بتایا جس میں نکاح ناجائز ہو۔ ان مہینوں اور اوقات میں شادی کرنا یا نکاح کرنا بالکل صحیح اور درست ہے اور اس کو ناجائز یا منحوس سمجھنا غلط عقیدہ ہے۔[2]

---

[1] سورة الروم: ٤١

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ١/ ٤٣٩-٤٤٠

قرآنِ کریم سے فال نکالنے کا حکم

سُوَال: قرآن مجید سے فال دیکھنا اور اس کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا کیسا ہے؟

جَوَاب: قرآن مجید سے فال دیکھنا حرام اور گناہ ہے اور اس فال کو اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھنا نادانی ہے، اس سے بسا اوقات قرآن مجید کی توہین یا اس کی جانب سے بدعقیدگی پیدا ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ کفر تک نکل سکتا ہے۔

مثلاً: ایک آدمی نے قرآن مجید سے فال نکال کر کوئی کام کیا اور اس کا انجام اچھا نہ نکلا تو قرآن مجید سے بدعقیدگی پیدا ہو جائے گی یا چوری وغیرہ کے سلسلے میں فال نکالی اور اس میں کسی آدمی کا نام نکلا عین ممکن ہے کہ وہ آدمی جذبات میں قرآنِ کریم کی توہین کر بیٹھے جو کہ کفر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم سے فال نکالنا ناجائز اور حرام ہے۔[1]

فَائِدَہ: قرآن کریم لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل ہوا ہے، اس سے اپنی زندگی کو سنوارنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پورا کرنا قرآن کریم کا مقصد ہے، قرآن کریم کو فال نکالنے یا نکلوانے کے لیے ہی رکھنا قرآن کے مقصد کے خلاف ہے۔

نجومی یا پامسٹ کے پاس جانے کا حکم

سُوَال: نجومی یا دست شناس (پامسٹ) کے پاس جانا اور ان کی باتوں پر یقین رکھنا از روئے شریعت کیسا ہے؟

جَوَاب: ایسے لوگوں کے پاس جانا گناہ اور ان کی باتوں پر یقین رکھنا کفر ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی پنڈت، نجومی یا قیافہ شناس کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات دریافت کی تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔"[2]

---

[1] ماخوذ از کفایت المفتی، الحظر والاباحۃ، باب، جادو، رمل، فال، قرعہ، نجوم وغیرہ: ۹/ ۲۲۱

[2] صحيح مسلم، الادب، باب تحريم الكهانة، الرقم: ٥٣٧

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین شخصوں کے بارے میں فرمایا: "وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین سے بَری ہیں ان میں سے ایک وہ بھی ہے جو کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔"[1]

ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا

سوال: ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا اور اس پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

جواب: اسلام ستارہ شناسی کا قائل نہیں اور نہ اس پر یقین رکھتا ہے بل کہ حدیث میں اس کی بہت سخت مذمت آئی ہے۔ لہٰذا ستاروں کے ذریعہ فال نکالنا جائز نہیں اور اس پر اعتقاد رکھنا گناہ ہے۔[2]

ماہِ صفر کے آخری بدھ کو خوشی کے طور پر منانا

سوال: ماہِ صفر کے آخری چہار شنبہ (بدھ) کو خوشی کے طور پر منانا اور اس دن تفریح وغیرہ کے لیے جانا اور یہ سمجھنا کہ اس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض سے شفا پائی، غسل کیا اور سیر وتفریح فرمائی لہٰذا مسلمانوں کو اس کی خوشی منانی چاہیے، شرعاً کیسا ہے؟

جواب: مذکورہ چیزیں بالکل بے اصل اور بلا دلیل ہیں، مسلمانوں کے لیے آخری چہار شنبہ کو خوشی کے دن کے طور پر منانا جائز نہیں ہے۔ شمس التواریخ میں ہے ۲۶ صفر ۱۱ھ یوم دوشنبہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رومیوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا اور ۲۷ صفر یوم سہ شنبہ کو حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما امیر لشکر مقرر کیے گئے۔[3]

۲۸ صفر یوم چہار شنبہ کو اگر چہ آپ بیمار ہو چکے تھے۔[4] لیکن اپنے ہاتھ سے نشان

---

[1] سنن ابی داوٗد، الطب، باب فی الکھان، الرقم: ۳۹۰٤، آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ۱/ ۴۵۱

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ۱/ ۴۵۱

[3] شرح الزرقانی ،آخر البعوث النبویة: ٤/ ١٤٨

[4] السیرة لابن کثیر ،فصل فی ذکر الوقت الذی توفی فیه...... : ٤/ ٥٠٤

(جھنڈا) تیار کر کے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا۔[1] ابھی کُوچ کی نوبت نہ آئی تھی کہ آخر روز چہار شنبہ اور اول شب پنج شنبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی۔[2] اور اسی دن وقت عشاء سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا۔[3]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ۲۸ صفر چہار شنبہ کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض میں زیادتی ہوئی تھی اور یہ دن ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ تھا۔ یہ دن مسلمانوں کے لیے خوشی کا تو ہے ہی نہیں، البتہ یہود وغیرہ کے لیے شادمانی کا دن ہوسکتا ہے، لہٰذا اس دن کو خوشی کا دن ٹھہرا کر خوشی وغیرہ منانا تمام باتیں خلافِ شرع اور ناجائز ہیں۔[4]

پتھروں کے اثرات کا عقیدہ رکھنا

سُوال: اکثر لوگ مختلف ناموں کے پتھروں کی انگوٹھیاں پہنتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ فلاں پتھر میری زندگی پر اچھے اور فلاں بُرے اثرات ڈالتا ہے اور ساتھ ساتھ ان پتھروں کو اپنے حالات اچھے اور بُرے کرنے پر یقین رکھتے ہیں۔ براہِ کرم بتائیں کہ شرعی لحاظ سے ایسا یقین رکھنا کیسا ہے؟

جواب: پتھر انسان کی زندگی پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اس کے نیک یا بدعمل اس کی زندگی کے بننے یا بگڑنے کے ذمہ دار ہیں۔ پتھروں کو اثر انداز سمجھنا مشرک قوموں کا عقیدہ ہے، مسلمانوں کا نہیں۔[5]

فائدہ: یاد رکھیے کہ دین اسلام اچھے برے حالات کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف

---

[1] شرح الزرقانی، آخر البعوث النبوية: ٤ / ١٤٩

[2] السيرة لابن كثير، فصل فى الآيات و الاحاديث المنذرة بو فاة: ٤ /٤٥٠

[3] السيرة لابن كثير، ذكر امره عليه السلام ابابكر: ٤ /٤٦٦، شمس التواريخ: ٢ / ١٠٠٨، ١٠٠٩

[4] فتاوی رحیمیہ، السنۃ والبدعۃ: ۲ / ۶۸

[5] آپ کے مسائل اور ان کا حل، توہم پرستی: ۱ / ۴۵۹

رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے اور ایک سچا مؤمن غیر اللہ کو اس میں مؤثر نہیں سمجھتا۔ اگر دل میں یہ کیفیت نہ ہو تو ایسی صورت میں اچھے اعمال کو اختیار کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال سے بچتے ہوئے اپنے دل پر ایمان کی مضبوطی کی محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

شریعت سخت نہیں

سُؤال: بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ شریعت میں سختی بہت ہے، جو مسئلہ پوچھو تو "ناجائز" بہت، "جائز" بہت کم ملتے ہیں، کیا یہ بات درست ہے؟

جَوَاب: سو اول تو یہ خیال غلط ہے کہ شریعت میں ناجائز کا فتویٰ بہت زیادہ ہے۔ پوچھنا ہی بہت کم ہے، اتفاق سے کبھی پوچھا تو ایسا ہی پوچھا جس کو "ناجائز ہے" بتلانا پڑا، کثرت سے پوچھو تو معلوم ہو "جائز" زیادہ ہیں۔ دوسرے اگر ناجائز کا فتویٰ زیادہ بھی ہو تب بھی آپ کا پوچھنا ضروری ہے، تاکہ عقیدہ تو درست رہے، کیوں کہ حرام کو حلال جاننا بعض صورتوں میں کفر ہو جاتا ہے۔[1]

ردِّ بدعات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور آپ کی تعلیمات جن کا معروف عنوان "سنت" ہے اس دنیا میں ہدایت کا مرکز وسرچشمہ اور گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس شخصیت کے قائم مقام ہے اور امت کی صلاح وفلاح ان کی پیروی و پابندی سے وابستہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں امت کو مختلف عنوانات سے ہدایت وآگاہی دی ہے۔

---

[1] اغلاط العوام، عقائد کی اغلاط: ۲۰

آپ کی معاشرت، آپ کے گھر کی زندگی، اہل بیت کی زندگی کا مطالعہ اہتمام کے ساتھ ہونا چاہیے اور ان چیزوں کو اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہاں اس کا امتیاز نہیں تھا کہ کون سی سنت چھوٹی ہے اور کون سی سنت بڑی ہے، بل کہ ان کے نزدیک ہر سنت بڑی تھی۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعات سے اجتناب کی تاکید فرمائی ہے، اگلی امتیں اسی لیے گُم راہ ہوئیں کہ بدعات کو اپنا دین بنالیا...... اس سلسلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ." [1]

ترجمہ: "سب سے اچھا کلام کتاب اللہ ہے اور سب سے بہتر طریقہ (اللہ کے رسول) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بدترین امور وہ ہیں جو دین میں ایجاد کر لیے جائیں اور ہر بدعت گُم راہی ہے۔"

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جوامع الکلم میں سے ہے، بہت مختصر الفاظ میں امت کو ہدایت دی گئی ہے جو قیامت تک راہِ راست پر قائم رکھنے اور ہر طرح کی گُم راہی سے بچانے کے لیے کافی ہے...... اعتقادات، اعمال، اخلاق اور جذبات وغیرہ کے بارے میں انسانوں کو جس مثبت یا منفی ہدایت (امر بالمعروف یا نہی عن المنکر) کی ضرورت ہے یقیناً کتاب اللہ اور سنت نبوی و طریقِ محمدی اس کے پورے کفیل ہیں۔

اس کے بعد گُم راہی کا ایک دروازہ رہ جاتا ہے کہ اللہ و رسول نے جن باتوں کو دین قرار نہیں دیا ان کو دین کا رنگ دے کر دین میں شامل کیا جائے اور قرب و رضائے الٰہی اور فلاح اخروی کا وسیلہ سمجھ کر اپنا لیا جائے، دین کے راہ زن شیطان کا سب سے

---

[1] صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، الرقم: ٨٦٧

خطرناک جال یہی ہے، اگلی امتوں کو اس نے زیادہ تر اسی راستہ سے گُم راہ کیا ہے۔

بدعت کی تعریف میں علما نے لکھا ہے کہ بدعت سے مراد ہر وہ امر ہے جس کو دینی رنگ دے کر دین میں شامل کرلیا جائے اور اگر وہ کوئی عمل ہے تو اس کو دینی عمل کی حیثیت سے کیا جائے اور عبادات وغیرہ دینی امور کی طرح اس کو ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی کا وسیلہ سمجھا جائے اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو، نہ کتاب وسنت کی نص، نہ قیاس اور اجتہاد واستحسان، جو شریعت میں معتبر ہیں۔[1]

آج کل جو مروجہ رسومات اپنے خیالات سے گھڑ لی گئی ہیں اور اس کو دینی رنگ دے کر معاشرہ میں عام کر دیا گیا ہے حتیٰ کہ ناواقف لوگ اس کو دین کا حصہ سمجھ کر عمل پیرا ہوگئے، تو اسی سلسلہ میں ان میں سے کچھ بدعات کو فتویٰ کی صورت میں ذیل ذکر میں کیا جاتا ہے تاکہ ان بدعات سے بچیں۔

۲۲ رجب کے کونڈوں کا حکم

سؤال: رجب کو کونڈا کرنے یعنی اپنے گھروں میں حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے ایصالِ ثواب کے لیے کونڈوں کا ختم دلوانے کا کیا حکم ہے؟ نیز ۲۲ رجب حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کا یومِ پیدائش یا وفات ہے یا نہیں؟ اور شریعت میں ان کونڈوں کی اصل کیا ہے؟

جواب: کونڈوں کی مروجہ رسم دشمنانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر اظہارِ مسرت کے لیے ایجاد کی ہے۔ ۲۲ رجب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یومِ وفات ہے۔[2] ۲۲ رجب کا حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی تعلق نہیں، نہ اس میں ان کی ولادت ہوئی نہ وفات، بل کہ آپ کی

---

[1] ماخوذ از معارف الحدیث، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ: ۸/ ۴۳-۴۵

[2] الاستیعاب ،باب حرف المیم :۳ /۴۷۲

یوم ولادت ۸ رمضان ۸۰ھ یا ۸۳ھ کی ہے اور وفات شوال ۱۴۸ھ میں ہوئی۔[1]

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس رسم کو محض پردہ پوشی کے لیے حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، درحقیقت یہ تقریب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی خوشی میں منائی جاتی ہے۔

جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی، دشمنانِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم مسلمانوں سے مغلوب تھے، اس لیے یہ اہتمام کیا گیا کہ شیرنی علانیہ تقسیم نہ کی جائے تاکہ راز فاش نہ ہو، بل کہ خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کے ہاں جاکر اسی جگہ یہ شیرنی کھالیں جہاں اس کو رکھا گیا ہے اور اس طرح اپنی خوشی و مسرت ایک دوسرے پر ظاہر کریں۔

(اور مروجہ کونڈوں میں یہ شق اب تک باقی ہے کہ اس کا حصہ بھیجا نہیں جاتا جہاں کونڈے ہوں وہاں ہی جاکر کھاتے ہیں) جب اس کا چرچا ہوا تو اس کو حضرت جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کرکے تہمت ان پر لگائی کہ انھوں نے خود اس تاریخ کو اپنی فاتحہ کا حکم دیا ہے حالاں کہ یہ من گھڑت ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ہرگز ایسی رسم کو اختیار نہ کریں، بل کہ دوسروں کو بھی اس کی حقیقت سے آگاہ کرکے اس سے بچانے کی کوشش کریں۔[2]

فَائِدَۃ: دوسروں کو اس رسم کی حقیقت سے آگاہ کرنا موقعہ محل اور حکمت و بصیرت کے ساتھ ہو اور یہ بتائیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۲ رجب کو کھانا بنا کر تقسیم نہیں کیا تو ہمیں بھی نہیں کرنا چاہیے۔ اگر براہِ راست بتانے سے وہ باز نہ آتے ہوں تو انھیں دوسرے اچھے کاموں میں لگانے کی کوشش کریں، برے کام اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ خود بخود چھوٹ جائیں گے۔

---

[1] البداية والنهاية ،ثم دخلت سنة ثمان واربعين و مائة: ٥ /١٠٨

[2] ماخوذ از فتاوی محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۳/ ۲۸۱

شبِ براٗت کی رسمیں

سوال: شبِ براٗت کو حلوہ پکانا اور گھروں کی صفائی کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ اس شب گھروں، مسجدوں اور قبروں پر چراغاں کرنا، عود اور اگربتی سے ان کو معطر کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے جب کہ کچھ لوگ ان کاموں کو سنت سمجھ کر کرتے ہیں؟

جواب: سوال میں مذکورہ تمام امور خلافِ سنت اور رسومِ جاہلیت ہیں جن سے بچنا اشد ضروری ہے۔[1]

متبرّک راتوں میں چراغاں کرنا

سوال: بارہ ربیع الاوّل کی شب (اور دیگر متبرک راتوں) میں چراغاں کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر اور آپ سے محبت وعقیدت اصلِ ایمان ہے۔ جس بدنصیب کے دل میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت نہیں وہ درحقیقت ایمان ہی سے ناآشنا ہے۔

فقہائے کرام نے صاف طور پر اپنی کتابوں میں متبرک راتوں میں چراغاں کرنے کو بدعت، حرام اور آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت قرار دیا ہے۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> "اکثر شہروں میں جو رواج ہوگیا ہے کہ سال کی متبرک مخصوص راتوں میں چراغاں کیا جاتا ہے اور اس میں مالِ کثیر خرچ کیا جاتا ہے، یہ بدعت اور ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں بہت سی خرابیاں ہیں، مثلاً: آتش پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے، بلاوجہ شرعی مال کو ضائع کرنا ہے، نیچے اور

---

[1] فتاوی محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۳/ ۲۶۷

بے ہودہ لوگ مساجد میں جمع ہوکر شور وشغب کرتے ہیں جس سے مساجد
کی بے حرمتی ہوتی ہے، حالاں کہ مساجد کا احترام لازم ہے۔"[1]

فائدہ: دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں کی برسی اور سال گرہ منانے کا معمول تھا جیسا کہ نصاریٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے یومِ ولادت پر "عید میلاد (کرسمس ڈے)" منائی جاتی ہے، اس کے برعکس اسلام نے برسی اور سال گرہ منانے کی رسم ختم کردی ہے اور اس میں دو حکمتیں ہیں:

❶ ایک یہ کہ سال گرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا، اسلام اس ظاہری سج و دھج، نمود، نمائش اور نعرہ بازی کا قائل نہیں۔ وہ اس شور وشغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے اور عقائد حقہ، اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی تربیت سے "انسان سازی" کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے۔ جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

جگمگاتے در و دیوار دل بے نور ہیں

❷ دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذاہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ و بار (پتے اور پھل) نہیں لاتا، بل کہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرہ طوبیٰ ہے جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے، گو اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں ﴿أُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا﴾[2] (اس کا پھل اور سایہ ہمیشہ قائم ہے) کہنا بجا ہے۔ اس کی دعوت اور اس کا پیغام کسی خاص تاریخ کا مرہونِ منت نہیں، بل کہ آفاق و زمان کو محیط ہے۔

---

[1] ماخوذ از فتاوی محمودیہ، البدعات والرسوم: ۳/ ۲۵۸ ملخصا

[2] سورۃ الرعد: ۳۵

بہرحال دنیا کا کون سا مسلمان اس سے ناواقف ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لیے "عید" کے دو دن مقرر کیے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ، اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کو بھی عید کہنا صحیح ہوتا اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز مناسبت رکھتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو عید قرار دے سکتے تھے اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سہی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو "عید" کہہ کر جشن عید میلاد النبی مناتے، مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

اس سے دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں: یا یہ کہ ہم اس کو "عید" کہنے میں غلطی پر ہیں، یا یہ کہ نعوذ باللہ ہمیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یومِ ولادت کی خوشی ہے، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین کو کوئی خوشی نہیں تھی، انھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں ہے۔

ستم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں تو اختلاف ہے بعض ۹ ربیع الاوّل بتاتے ہیں۔ بعض ۸ ربیع الاوّل اور مشہور ۱۲ ربیع الاوّل ہے جب کہ مشہور قول کے مطابق جس پر تقریباً جمہور کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۱۲ ربیع الاوّل ہی کو ہوئی۔ گویا ہم نے "جشن عید" کے لیے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو داغِ مفارقت دے گئے۔

اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے تم لوگ "جشن عید" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ طیبہ پر مناتے ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ نعوذ باللہ۔ تو شاید ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔ لہٰذا اس طرح کے اعمال کو ذریعۂ قرب وثواب سمجھنا درست نہیں ہے۔[1]

---

[1] اختلاف اُمت اور صراط مستقیم: ۸۵

مروّجہ میلاد کا حکم

سُوَال: مروّجہ میلاد شریف پڑھنا، پڑھوانا اور اس میں قیام کرنے کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ یہ جائز ہے یا ناجائز اور بدعت؟ وضاحت سے بیان فرما کر ممنون فرمائیں، جب کہ قیام اس عقیدے کی وجہ سے ہو کہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف لاتے ہیں؟

جَوَاب: حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک کرنا اور جو چیز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہو اس کا ذکر کرنا بغیر کسی غیر ثابت پابندی اور قید کے بلاشبہ موجبِ برکت، باعثِ اجر، ذریعۂ قرب اور تقاضائے ایمان ہے۔

لیکن مروّجہ طریقہ پر جو مجلسِ میلاد منعقد کی جاتی ہے، اس کا ثبوت قرآنِ پاک، حدیث شریف اور فقہ میں کہیں نہیں، نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجلس منعقد کی، نہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے، نہ ائمہ مجتہدین اور نہ ہی محدثین رحمہم اللہ نے۔

چھٹی صدی ہجری تک یہ مجلس کہیں نہیں ہوئی اس کے بعد سے شروع ہوئی۔ سلطان مظفر الدین کوکری بن اربل نے سب سے پہلے یہ مجلس منعقد کی اور بہت روپیہ پیسہ خرچ کیا جیسا کہ "دُوَلُ الْاِسْلَام" نامی کتاب میں ہے کہ تقریباً تین لاکھ خرچ کرتا تھا۔ اسی وقت سے علمائے حق نے اس کی تردید کی اور کرتے چلے آرہے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مجالسِ میلاد میں تشریف لانے کا عقیدہ بلا دلیل ہے، قرآنِ پاک اور حدیث شریف وغیرہ کسی چیز سے بھی ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ عقیدہ بالکل غلط اور باطل ہے۔ اس سے توبہ لازم ہے۔

جب ان مجالسِ میلاد میں تشریف لانا ثابت نہیں تو پھر تشریف آوری کی خاطر قیام کرنا غلط ہوا اور اگر بالفرض تشریف لاتے بھی تو قیام درست ہوتا؟ اس کے لیے احادیث کی روشنی میں جو ہدایات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

❶ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاٹھی ٹیکتے ہوئے تشریف لائے تو ہم لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کی خاطر تعظیماً قیام کیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میرے لیے قیام مت کرو (کھڑے نہ ہوا کرو) جیسا کہ عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے قیام کرتے ہیں۔" [1]

❷ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نظروں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہیں تھا، لیکن جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے تو قیام نہیں کرتے تھے، کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ یہ قیام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند و ناگوار ہے۔ [2]

ان دو احادیث میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طرزِ عمل صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے، اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کام محبوب کو ناپسند و ناگوار ہو وہ ہرگز نہ کیا جائے خواہ اس کے لیے دلی تقاضہ کتنا ہی مجبور کیوں نہ کرتا ہو۔ اپنے دلی تقاضے کے مقابلے میں ہمیشہ محبوب کی خاطر کا لحاظ رکھنا محبت کرنے والے کے ذمہ لازم ہے۔

جب عین حیات کے عالم میں خود بہ نفسِ نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں موجود ہوتے ہوئے اپنے لیے قیام پسند نہیں کیا تو انتقال کے بعد کیسے پسند فرمائیں گے۔ [3]

فاتحہ خوانی

سؤال: آج کل فاتحہ مروّجہ یعنی کھانا یا مٹھائی وغیرہ سامنے رکھ کر اس پر قرآن مجید

---

[1] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب الرجل یقوم للرجل یعظمہ بذٰلك، الرقم: ٥٢٣٠

[2] جامع الترمذی، الادب، باب ماجاء فی کراھیة قیام...، الرقم: ٢٧٥٤

[3] فتاوی محمودیہ، البدعات والرسوم: ٣/١٦٩۔ خیر الفتاوی، ما یتعلق بالسنة والبدعة: ١/ ٥٨٥، ٥٨٨

کی کچھ آیتیں یا سورتیں پڑھ کر اس کھانے اور قرآن مجید کا ثواب میت کو پہنچاتے ہیں اور اگر اس طریقے سے فاتحہ نہ دلوایا جائے تو سمجھتے ہیں کہ ثواب نہیں پہنچا...... نیز تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں وغیرہ کرتے ہیں اور اس کو ضروری سمجھتے ہیں اور منع کرنے والوں کو بُرا سمجھتے ہیں۔

کیا یہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین یا تبع تابعین رحمہم اللہ وغیرہ سے ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو کہاں ہے؟

جواب: کسی خاص تاریخ و مہینہ وغیرہ کو لازم کیے بغیر نفسِ ثواب پہنچانا قرآنِ پاک پڑھ کر، نماز پڑھ کر، روزہ رکھ کر، غربا و مساکین کو کھانا کھلا کر، ضرورت مندوں کو کپڑا وغیرہ دے کر بلا شبہ بہتر و مستحسن ہے اور حدیث وفقہ سے ثابت ہے۔

لیکن فاتحہ مروجہ، تیجہ، دسواں، بیسواں، چالیسواں یہ سب چیزیں شرعاً بے اصل ہیں اور بدعت و ممنوع ہیں، نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ ہے، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، نہ تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کا، ان چیزوں سے منع کرنے والوں کو بُرا سمجھنا خود بُرا اور ناجائز ہے۔[1]

فائدہ: ہر عمل میں مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس عمل کے بارے میں کیا بتلایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت کیا کیا ہے۔ ہمیں پوری تاریخ میں کہیں یہ نہیں ملتا کہ کسی کے انتقال پر مدینہ منورہ میں تین دن یا دس دن یا چالیس دن بعد ایصالِ ثواب کے لیے اس طرح اکھٹے ہوئے ہوں اور آج بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں اس طرح نہیں ہے۔

لہٰذا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نہیں کیا تو ہمیں بھی

---

[1] فتاوی محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۳/ ۶۱

تیجہ، دسواں، چالیسواں نہیں کرنا چاہیے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے اور ثواب کے بجائے گناہ ہے۔

عرس اور قوالی کرنے کا شرعی حکم

سؤال: عرس منانا، قوالی کرنا اور کروانا، طبلہ و سارنگی بجانا شرعاً کیسا ہے؟ اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: عرس اور قوالی کرنا، طبلہ اور سارنگی بجانا اور اس کا سننا اور ایسی محفلوں میں شریک ہونا نامناسب، ناجائز اور بدعت ہے اور اولیاء اللہ کی طرف ان چیزوں کو منسوب کرنا ان بزرگوں پر تہمت ہے۔ فتاویٰ بزازیہ میں اس کے ناجائز ہونے پر ائمہ اربعہ کا اجماع نقل کیا ہے۔[1]

فائدۃ: کفار اور منافقین کی سازش ہے کہ مسلمانوں میں فحاشی اور بے حیائی کو مسلسل پھیلایا جائے، گندے اور فحش گانوں کو عام کیا جائے۔

غور کیجیے! ٹی وی، ڈش، کیبل وغیرہ کی لعنت ہی کیا کم تھی کہ اب موبائل کی گھنٹیاں اور گانے کی ٹونز اور موبائل کی گیلری میں گندی تصاویر کی بہتات ہو رہی ہے اور ستم در ستم یہ کہ گانے کی ٹونز موبائل کے ذریعے مسجدوں کے اندر نمازوں میں خلل واقع ہونے کا ذریعہ بھی بن رہی ہے، یاد رکھیے یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ گانے باجے سے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

1. "اَلْغِنَاءُ يُنْبِتُ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ."

ترجمہ: "گانا باجا دل میں اس تیزی سے نفاق پیدا کرتا ہے جس تیزی سے پانی سبزی کو اگاتا ہے۔"[2]

---

[1] فتاویٰ محمودیہ، باب البدعات والرسوم: ۳/ ۲۴۳

[2] السنن الكبرى للبيهقي، الشهادات، باب الرجل يغني فيتخذ الغناء صناعة...، الرقم: ۲۱۵۳۷

۲ "صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِزْمَارٌ عِنْدَ نِعْمَةٍ وَرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ." [1]

ترجمہ: "دو آوازوں پر دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت ہے۔ خوشی کے وقت باجے کی آواز اور غم کے وقت شور مچانا اور پیٹنا۔"

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک دفعہ بانسری کی آواز سنی تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے دیں اور فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا۔[2]

اس لیے اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتے ہوئے ان گناہوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے بھی بچ جائیں اور کفار کی سازشوں کا بھی شکار نہ ہوں۔

شریعت میں گیارھویں کا حکم

سوال: گیارھویں شریف کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یا ناجائز اور بدعت؟ وضاحت سے بیان فرمائیے۔

جواب: مروجہ گیارھویں شریف بدعت ہے۔ زمانہ سلف صالحین میں اس کا کہیں وجود نہیں تھا، بعد کے مسلمانوں نے یہ رسم اہل ہنود (ہندوؤں) سے لی ہے۔ چناں چہ مشہور مؤرّخ علامہ بیرونی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"اہل ہنود کے نزدیک جو حقوق میت کے وارث پر عائد ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ ضیافت کرنا اور یوم وفات سے گیارھویں اور پندرھویں روز کھانا کھلانا، اسی طرح اختتامِ سال (عرس) پر کھانا کھلانا ضروری ہے۔" [3]

---

[1] جامع الاحادیث، حرف الصاد، الرقم: ۱۳۷۱٤

[2] سنن ابی داؤد، الأدب، باب کراهية الغناء والزمر، الرقم: ٤۹۲٥

[3] تحقيق ما للهند من مقولة مقبولة في......، باب في المواريث وحقوق الميّت فيها: ٤۳٦

اس سے معلوم ہوا کہ یہ رسم ہندوؤں سے لی گئی ہے، شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں، بل کہ بدعت ہے۔[1]

اہلِ میت کی طرف سے تیار کیے ہوئے کھانے کا حکم

سُؤال: اس کھانے کے بارے میں جسے اہلِ میت تیار کرکے لوگوں کی دعوت کرتے ہیں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ شادی کی طرح اس موقع پر بھی خویش و اقارب اور احباب کا اجتماع ہوتا ہے اور اس رسم کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔

جَواب: یہ دعوتِ مروّجہ کئی وجوہ سے ناجائز اور بدعت ہے مثلاً:

1. یہ حقیقت میں ہندوؤں کی رسم ہے پس اس میں تشبہ بالہنود (ہندوؤں کے مشابہت) ہے (جو کہ حرام ہے)۔
2. شریعت میں غمی کے موقع پر دعوت ثابت نہیں۔
3. اس دعوت کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور اِلْتِزَامُ مَالَا یَلْزَمُ (غیر ضروری چیز کو ضروری سمجھنا) ناجائز ہے۔
4. دعوت پر جو رقم صرف ہوتی ہے اس میں عموماً نابالغ یتیموں کا حصہ بھی ہوتا ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ﴿۱۰﴾﴾[2]

---

[1] خیر الفتاوی، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ: ۱/ ۵۵۶

[2] سورۃ النساء: ۱۰

ترجمہ: ”یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور انھیں جلد ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔“

نابالغ کا مال صدقہ اور خیرات میں دینا کسی صورت میں جائز نہیں۔

⑤ اس دعوت سے مقصود ایصالِ ثواب نہیں ہوتا، بل کہ ریا و نمود مطلوب ہوتی ہے یا لوگوں کے طعن و تشنیع کے ڈر سے دعوت کی جاتی ہے جو کہ شرکِ اصغر ہے۔ ایصالِ ثواب مطلوب نہ ہونے پر چند قرائن ہیں:

① اِخفاءِ صدقہ یعنی خفیہ طریقے سے صدقہ دینا افضل ہے، اس کے باوجود جب ان لوگوں کو اخفاء کی ترغیب دی جاتی ہے تو ہرگز قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔

② صدقہ بصورتِ نقد زیادہ بہتر ہے کیوں کہ یہ فقرا کے لیے زیادہ نافع ہے کہ جیسی ضرورت ہوگی اس نقد رقم سے پوری ہوسکے گی اور اگر فی الوقت کوئی ضرورت نہیں تو نقد رقم وقتِ ضرورت کے لیے محفوظ بھی رکھ سکتا ہے۔ جب کہ یہ فوائد دعوت میں نہیں۔ اس کے باوجود نقد صدقہ سے ایصال ثواب پر کوئی راضی نہیں ہوتا۔

③ اگر ایصالِ ثواب کی نیت ہوتی تو فقرا و مساکین کو مقدّم سمجھا جاتا، حالاں کہ ہوتا یہ ہے کہ اقربا و احباب کا اجتماع ہوتا ہے یا پھر اصحابِ اقتدار اور اہلِ ثروت لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ فقرا تو صرف برائے نام ہوتے ہیں بل کہ کئی مواضع پر تو برائے نام بھی کوئی فقیر نہیں ہوتا۔ بعض مرتبہ تو فقرا مساکین کو ایسے مقامات پر گھسنے ہی نہیں دیا جاتا۔ ان حالات میں اس دعوت کو کون یہ کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ یہ ایصالِ ثواب کے لیے ہے۔[1]

---

[1] احسن الفتاوی، باب رد البدعات: ۱/ ۳۵۵ ۔ خیر الفتاوی، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ: ۱/ ۵۷۴،۵۷۵ ملخصاً، فتاویٰ عالم گیری، الجنائز، باب فی القبر و الدفن: ۱/ ۱۶۸

جنازہ لے جاتے وقت کلمہ وغیرہ بلند آواز سے پڑھنا

سؤال: جنازہ لے جاتے وقت آواز ملا کر زور سے کلمہ وغیرہ پڑھنے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جنازے کو خاموشی کے ساتھ لے جانے کا حکم ہے۔[1] حدیث شریف میں ہے کہ جنازہ لے جاتے وقت خاموشی اختیار کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔[2] اسی لیے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جنازہ کے ساتھ زور سے کچھ پڑھنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔[3] اسی وجہ سے فقہائے کرام نے جنازے کے ہم راہ بآوازِ بلند ذکر کرنے، کلمہ اور قرآن پڑھنے کو بدعت اور مکروہ تحریمی کہا ہے، البتہ آہستہ (دل میں) پڑھنا ممنوع نہیں، بلا کراہت جائز ہے۔[4]

فائدہ: اس لیے بہتر یہ ہے کہ ایسے موقع پر خاموشی سے ذکر اذکار اور موت کی یاد میں لگے رہیں، تاکہ فکر آخرت اور موت کی تیاری کا جذبہ پیدا ہو اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی والے اعمال سے بچنا آسان ہو۔

نمازِ جنازہ کا طریقہ

سؤال: براہِ کرم نماز جنازہ کا مکمل طریقہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تحریر فرمادیں۔

جواب: نماز جنازہ کا مسنون اور مستحب طریقہ یہ ہے کہ میت کو آگے رکھ کر امام اس کے سینے کے محاذی (رُوبرو) کھڑا ہو جائے اور سب لوگ یہ نیت کریں:

---

[1] میت کو رخصت کرنے کا صحیح اور مسنون طریقہ اور اس کے متعلق ضروری اور مستند مسائل قرآن وحدیث کی روشنی میں جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "سنّت کے مطابق میت رخصت کیجیے" کا مطالعہ إن شآءَ اللہ بہت مفید رہے گا۔

[2] الجامع الصغیر للسیوطی، الرقم: ۱۸۶۸

[3] البحر الرائق، السیر: ۱۲۸/۵

[4] فتاوی رحیمیہ، السنۃ والبدعۃ: ۲/ ۱۶۴ ملخصاً، ردالمحتار، الجنائز، مطلب فی حمل المیت: ۲۳۳/۲

"میں نے یہ ارادہ کیا کہ نماز جنازہ پڑھوں جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور میت کے لیے دعا ہے۔"

نیت زبان سے کرنا ضروری نہیں دل سے کرلینا بھی کافی ہے۔ یہ نیت کر کے دونوں ہاتھ مثل تکبیر تحریمہ کے کانوں تک اٹھا کر ایک مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہہ کر دونوں ہاتھ باندھ لیں، جس طرح نماز میں باندھتے ہیں۔

پھر "سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ" سے آخر تک پڑھیں اس کے بعد "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہیں، مگر اس مرتبہ ہاتھ نہ اٹھائیں اس کے بعد درود شریف پڑھیں اور بہتر یہ ہے کہ وہی درود شریف پڑھا جائے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

پھر ایک مرتبہ "اَللّٰہُ اَکْبَر" کہیں اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں، اس تکبیر کے بعد میت کے لیے دعا کریں، اگر میت بالغ ہو خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا. اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَهٗ مِنَّا فَاَحْیِهٖ عَلَی الْاِسْلَامِ. وَمَنْ تَوَفَّیْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَی الْاِیْمَانِ.[1]

تَرجَمَہ: "اے اللہ! ہمارے زندوں، مُردوں، بڑوں، چھوٹوں، مَردوں، عورتوں، غائب، حاضر سب کی مغفرت فرما! اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے تو اسلام پر رکھ اور جسے موت دے تو اسے ایمان کی حالت میں موت دے!"

فَائِدَہ: جنازہ سے متعلق احادیث میں مزید دعائیں بھی منقول ہیں ان کو بھی پڑھنے

[1] سنن الترمذی، الجنائز، باب مایقول فی الصلوۃ علی المیت، الرقم: ۱۰۲٤

کا اہتمام کرلیا جائے اور اگر میت نابالغ لڑکا ہو تو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا.

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! اس بچہ کو ہمارے لیے پیشوا، اجر اور ذخیرہ بنا اور ایسا سفارشی بنا کہ جس کی سفارش قبول کی جائے۔"

اور اگر نابالغ لڑکی ہو تو بھی یہی دعا ہے، فرق صرف اتنا ہے کہ تینوں "اِجْعَلْهُ" کی جگہ "اِجْعَلْهَا" اور "شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا" کی جگہ "شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً" پڑھیں۔

جب یہ دعا پڑھ چکیں تو پھر ایک مرتبہ اَللّٰهُ اَكْبَر کہیں اور اس مرتبہ بھی ہاتھ نہ اٹھائیں اور اس تکبیر کے بعد سلام پھیر دیں، جس طرح نماز میں سلام پھیرتے ہیں، اس نماز میں اَلتَّحِيَّاتُ اور قرآن مجید کی قرأت وغیرہ نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا

سُؤَال: نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا کیسا ہے؟

جَوَاب: نمازِ جنازہ خود دعا ہے، اس لیے جب جنازے کی نیت کی جاتی ہے تو اس میں یہی کہا جاتا ہے کہ دعا اس میت کے لیے۔ اس وجہ سے جنازے کے بعد دعا مانگنا کوئی معنی نہیں رکھتا اور اس سے بڑھ کر یہ کہ نمازِ جنازہ کے بعد دعا مانگنا چوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ سے ثابت نہیں۔ اسی لیے فقہا اسے ناجائز اور مکروہ فرماتے ہیں۔ مُلّا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

■ نصب الرایہ، فصل فی الصلاۃ علی المیت: ۲/۴

■ ماخوذ از بہشتی زیور، گیارہواں حصہ: بہشتی گوہر، جنازے کی نماز کے مسائل: ۹۳۵

"وَلَا يَدْعُوْ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ."

تَرجَمَہ: "نمازِ جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنی چاہیے۔"■

تدفین کے بعد قبر پر اذان

سُوال: ہمارے علاقوں میں عام رواج ہے کہ مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے شرعًا اس طرح کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

جَواب: قبر پر اذان کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس لیے بدعت ہے۔■

بعض لوگ اس عمل کے جواز کے لیے یہ دلیل بیان کرتے ہیں کہ مردے کو قبر میں سوال کے وقت شیطان ورغلانے آتا ہے۔ لہٰذا اس کو دفع کرنے کے لیے ایسا کر رہے ہیں، کیوں کہ حدیث سے ثابت ہے کہ اذان کی آواز سن کر شیطان دور بھاگ جاتا ہے۔

تو فقہا نے یہ وجہ رد کی ہے، کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ شیطان قبر میں بھی مردے کو ورغلانے آتا ہے، کیوں کہ اس کا بہکانا انسان کی جان نکلنے تک ہے۔

میت کے سینے یا پیشانی پر کلمۂ شہادت لکھنا

سُوال: میت کے سینہ یا پیشانی پر کلمۂ شہادت لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جَواب: جائز نہیں، اس لیے کہ میت کے پھٹنے کی وجہ سے اس کی بے حرمتی ہوگی۔ البتہ اگر بغیر روشنائی وغیرہ کے صرف انگلی سے میت کے سینے پر لکھا جائے (یعنی خالی انگلی قلم کی طرح پھیر دی جائے) اس طرح کہ لکھنے کا نشان ظاہر نہ ہو تو یہ

■ مرقاة المفاتيح، الجنائز، المشي بالجنازة والصلاة عليها: ٤/ ١٧٠

■ احسن الفتاوی، باب رد البدعات: ١/ ٣٣٧، ردالمختار الجنائز، مطلب دفن میت: ٢/ ٢٢٥

فی نفسہ جائز ہے، مگر آج کل لوگوں کے عقیدے کا فساد ظاہر ہے کہ اسے ضروری خیال کرتے ہیں اور ایسے امور کی وجہ سے گناہوں پر جرأت کرنے لگتے ہیں، لہٰذا اس طریقہ سے لکھنا بھی صحیح نہیں۔[1]

قبر پر پھول ڈالنا اور اگربتی جلانا

سُؤال: اپنے عزیزوں کی قبر پر پانی ڈالنا، پھول ڈالنا، آٹا ڈالنا اور اگربتیاں جلانا صحیح ہے یا غلط؟

جَواب: دفن کے بعد پانی چھڑک دینا جائز ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اپنے بیٹے ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر پر پانی چھڑکا تھا اور عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبر پر چھڑکنے کا حکم دیا تھا۔[2]

پھول ڈالنا خلافِ سنت (و بدعت) ہے، آٹا ڈالنا مُہمل بات ہے اور اگربتیاں جلانا مکروہ و ممنوع ہے۔[3]

قبر پر چادر چڑھانا

سُؤال: قبروں پر چادر چڑھانا کیسا ہے؟ ایک شخص کہتا ہے کہ خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا ہے تو قبروں پر چادر چڑھانے میں کیا حرج ہے؟

جَواب: "عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا: إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَأْمُرْنَا فِيْمَا رَزَقَنَا أَنْ نَكْسُوَ الْحِجَارَةَ وَاللَّبِنَ." [4]

---

[1] احسن الفتاوی، باب رد البدعات: ۱/ ۳۵۱، خیر الفتاوی، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ: ۱/ ۵۸۹

[2] درمختار مع ردالمحتار، باب صلاۃ الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۳۳۷

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، موت کے بعد کیا ہوتا ہے: ۱/ ۳۱۶ تا ۳۳۵

[4] سنن ابی داود، اللباس، باب فی الصور، الرقم: ۴۱۵۳

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو مال دیا ہے اس میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ پتھروں اور اینٹوں کو کپڑے اوڑھائیں۔“

اس حدیث میں دیوار پر چادر چڑھانے کی ممانعت آئی ہے، باوجود یہ کہ اس میں بظاہر کوئی قباحت اور شرک وغیرہ کا وہم نہیں، لہٰذا قبروں پر چادر چڑھانا ایہامِ شرک و تعظیمِ غیر اللہ کی وجہ سے بطریقِ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ قبروں پر پردہ ڈالنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔[1]

بخلاف غلافِ کعبہ کے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنایا ہے، کیوں کہ اس کی تعظیم شرک کی طرف لے جانے والی نہیں، اسی لیے اس کی طرف نمازوں میں استقبال ضروری ہے اور قبروں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[2]

دورانِ خطبہ بلند آواز سے درود شریف پڑھنا

سوال: جب خطبے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آئے یا خطیب صاحب یہ آیتِ مبارکہ پڑھیں:

﴿ يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ﴾[3]

تو سننے والوں کے لیے درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: چوں کہ خطبہ نماز کے حکم میں ہے، اس لیے اس حالت میں زبان سے پڑھنا جائز نہیں، دل میں پڑھ سکتے ہیں۔[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] ردالمحتار، الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۲۳۸

[2] احسن الفتاویٰ، باب رد البدعات: ۱/ ۳۷۶

[3] سورۃ الاحزاب: ۵۶

[4] احسن الفتاویٰ، باب رد البدعات: ۱/ ۳۸۱

”جب امام (خطبے کے لیے) نکلے پھر نہ نماز پڑھنا صحیح ہے اور نہ بات کرنا۔“ [1]

فقہا نے بھی یہی لکھا ہے کہ زبان سے درود پڑھنا (خطبہ سنتے وقت) جائز نہیں، بل کہ دل میں پڑھنا چاہیے۔ [2]

فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے درود پڑھنا

سؤال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز کے بعد درود شریف بالجہر (بلند آواز سے) پڑھنا اور آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ ......﴾ آخر تک پڑھنے کو لازم جاننا اور اس کے بعد اجتماعی طور پر درود شریف پڑھنے کو ضروری سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: درود شریف پڑھنا بلاشبہ ہر وقت اور ہر جگہ بہت بڑا ثواب اور باعثِ برکت ہے، لیکن نماز کے بعد درود شریف یا آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ ......﴾ آخر تک کو ضروری سمجھنا صحیح نہیں۔ شریعت کا اصول ہے کہ کسی مباح یا مستحب کام کو ضروری اور واجب قرار دینا گناہ ہے، پھر جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہ ہو اس کو ضروری سمجھنے کی کیا حیثیت ہوگی اس کا آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں۔ [3]

اپریل فُول منانا

سؤال: آپ سے ایک اہم مسئلہ کے بارے میں دریافت کرنا ہے۔ مسلمانوں کے لیے عیسائیوں کی پیروی میں اپریل فول منانا یعنی لوگوں کو جھوٹ بول کر فریب دینا یا ہنسنا ہنسانا جائز ہے کہ نہیں؟

---

[1] فتح الباری، الجمعة، باب اذا رای الامام رجلا جاء:۳/ ۵۱۹

[2] ردالمحتار، الجمعة، مطلب فی شروط صلاة الجمعة: ۲ /۱۵۸

[3] خیر الفتاوی، ما یتعلق بالسنة والبدعة: ۱/ ۵۵۲، احسن الفتاوی، باب رد البدعات: ۱/ ۳۳۸، مرقاة المفاتیح، الصلاة، باب الدعاء فی التشهد: ۳/ ۲۶

جواب: جناب نے ایک اہم ترین مسئلہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں آج کل بہت سے لوگ مبتلا ہیں۔ "اپریل فول" کی رسم مغرب سے ہمارے یہاں آئی ہے اور یہ بہت سے کبیرہ گناہوں کا مجموعہ ہے:

1. اس دن صریح جھوٹ بولنے کو لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ جھوٹ کو اگر گناہ سمجھ کر بولا جائے تو گناہِ کبیرہ ہے اور اگر اس کو حلال اور جائز سمجھ کر بولا جائے تو اندیشہ کفر کا ہے، جھوٹ کی برائی اور مذمت کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن کریم نے ﴿لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝﴾[1] فرمایا ہے، گویا جو لوگ "اپریل فول" مناتے ہیں وہ قرآن میں ملعون ٹھہرائے گئے ہیں اور ان پر اللہ تعالیٰ کی، رسولوں کی، فرشتوں کی، انسانوں کی اور ساری مخلوق کی لعنت ہے۔

2. اس میں خیانت کا بھی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: "بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایک بات کہو جس میں وہ تمھیں سچا سمجھے، حالاں کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔"[2]

3. اس میں دوسروں کو دھوکہ دینا ہے یہ بھی گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے "جو شخص ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکا دے وہ ہم میں سے نہیں۔"[3]

4. اس میں مسلمانوں کو ایذا پہنچانا ہے یہ بھی گناہ ہے۔ قرآنِ کریم میں ہے۔

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝﴾[4]

---

[1] سورة اٰل عمران:٦١

[2] سنن ابی داؤد، الادب، باب فی المعاریض، الرقم: ١٥٨٧

[3] جامع الترمذی، البیوع، باب ماجاء فی کراهية الغش فی البیوع: ١ /٣٧٨

[4] سورة الاحزاب: ٥٨

تَرجَمہ: ”بے شک جو لوگ ناحق ایذا پہنچاتے ہیں مؤمن مردوں اور عورتوں کو انھوں نے بہتان اور بڑا گناہ اٹھایا۔“

۵ اپریل فول گُم راہ اور بے دین قوموں کی مشابہت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت کی وہ ان ہی میں سے ہوگا۔“ [1]

پس جو لوگ فیشن کے طور پر اپریل فول مناتے ہیں ان کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ قیامت کے دن یہود و نصاریٰ کی صف میں اٹھائے جائیں۔ جب یہ اتنے بڑے گناہوں کا مجموعہ ہے تو جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے معمولی عقل بھی دی ہو وہ یہود و نصاریٰ کی اندھی تقلید میں اس کا ارتکاب نہیں کرسکتا۔ [2]

کھڑے ہو کر کھانا کھانا

سُوال: آج کل شادی بیاہ وغیرہ اور عام دعوتوں میں دستور ہو گیا ہے کہ لوگ کھڑے ہو کر کھانا وغیرہ کھاتے ہیں۔ اس طرح کھڑے ہو کر کھانا شرعاً جائز ہے یا ناجائز؟

جَواب: کھڑے ہو کر کھانا پینا شرعاً جائز نہیں بل کہ ممنوع ہے۔ حدیث شریف میں اس سے صاف طور پر منع کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ جو اس حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا: ”اور کھانا“؟ (یعنی کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے؟) تو انھوں نے فرمایا: یہ تو اور بھی زیادہ بُرا اور بدتر ہے۔ [3]

---

[1] سنن ابی داوٗد، اللباس، باب فی لبس الشهرة، الرقم: ٤٠٣١

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، متفرق مسائل: ۱/ ۳۹۹، فتاویٰ رحیمیہ، متفرقات حظر و اباحہ: ۱۰/ ۲۳۰

[3] صحیح مسلم، الاشربة، باب فی الشرب قائما، الرقم: ٢٠٢٤، مزید تحقیق کے لیے دیکھیں: احسن الفتاویٰ، التفسیر والحدیث: ۱/ ۴۸۳

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ اذان اور اقامت میں کلمہ شہادت سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر لگانا احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھ کر یا سن کر درود شریف پڑھنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اور اس میں سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تعظیم بھی ہے، اگر ایک مجلس میں کئی مرتبہ آپ کا نام مبارک پڑھا یا سنا جائے تو اس کے لیے فتویٰ ہے کہ ہر مرتبہ درود پڑھنا مستحب اور کم از کم ایک مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔[1]

مگر اس وقت انگوٹھے چومنے کی کوئی صحیح حدیث یا ضعیف روایت وارد نہیں ہے، لہٰذا نام مبارک سن کر یا لے کر انگوٹھے چومنے کو حدیث سے ثابت شدہ ماننا اور مسنون سمجھنا اور اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ٹھہرانا غلط اور بے دلیل ہے۔ یہ بدعتیوں کی ایجاد ہے، اس سے احتراز کرنا ضروری ہے۔[2]

فائدہ: انگوٹھے چومنے کی جتنی روایات ہیں ساری موضوع (من گھڑت) ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: تذکرۃ الموضوعات: ۱۳۹ (مرتبہ: الطاہر حنفی رحمۃ اللہ علیہ) یا موضوعاتِ کبیر: ۴۷۵ (مرتبہ: ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ)۔

---

[1] شامی، الصلوۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ: ۱/ ۵۱۶

[2] فتاویٰ رحیمیہ، کتاب العقائد، ما یتعلق بالسنۃ والبدعۃ: ۲/ ۵۹

پیر صاحب کا فوٹو یا مجسّمہ رکھنا

سوال: بعض جگہ لوگ اپنے پیر صاحب کا فوٹو یا مجسمہ تبرک کے لیے گھروں میں رکھتے ہیں، تبرک کے علاوہ بعض جگہوں پر اس فوٹو کے آگے نذر و نیاز بھی چڑھاتے ہیں اور ان بزرگوں کو اپنا حاجت روا سمجھتے ہیں ایسا کرنا کیسا ہے؟

جواب: شرکیہ افعال و عقائد ہیں (ان سے بچ کر رہنا چاہیے...... ورنہ) ان سے ایمان سلامت رہنا دشوار ہے۔[1]

سہرا باندھنا

سوال: شادی کے موقع پر سہرا باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: سہرا باندھنا اصل میں ہندوانہ رسم ہے، جو کہ ہندوستان کے بے علم یا بے عمل مسلم خاندانوں میں بھی ہندوؤں کے اختلاط سے باقی رہ گئی۔ اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہے:

"جس شخص نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہے اور اُس کا حشر قیامت کے دن ان ہی لوگوں کے ساتھ ہوگا۔"[2]

---

[1] فتاوی محمودیہ، باب زیارۃ القبور: ۹/ ۲۰۰

[2] سنن ابی داؤد، اللباس، باب فی لبس الشھرۃ، الرقم: ۴۰۳۱، فتاوی محمودیہ، باب ما یتعلق بالرسوم عند الزفاف: ۱۱/ ۲۱۳

دوسرا باب

کتاب الطہارۃ

پاکی اور طہارت کے مسائل

اسلام میں طہارت اور پاکیزگی کو خاص اہمیت حاصل ہے، جو طہارت اور نظافت کا ذوق رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝١٠٨﴾ [1] "اور اللہ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے۔"

طہارت کا معنی پاکی، صفائی ستھرائی اور میل کچیل دور کرنے کے ہیں اور شریعت میں طہارت نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی گندگی کو دور کرنے کا نام ہے۔ طہارت کے اس باب میں پاکی ناپاکی، وضو، وہ چیزیں جن سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، تیمم، غسل کے مسائل وغیرہ کے چند اہم ضروری مسائل کو جمع کیا گیا ہے۔

---

[1] سورۃ التوبہ: ١٠٨

کِتَابُ الطَّہَارَۃ

بچے کا پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی کا حکم

سُوال: اگر چھوٹا بچہ پانی میں ہاتھ ڈال دے تو کیا اس پانی سے وضو درست ہے؟ برائے مہربانی اس کے بارے میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

جواب: اگر علم ہو کہ بچے کا ہاتھ یقیناً پاک تھا تو بلاشبہ وضو درست ہے اور اگر پلید ہونے کا یقین ہو تو پھر کسی صورت میں درست نہیں اور اگر شک ہو تو بھی احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ اس پانی سے وضو نہ کرے (اس کے باوجود) اگر وضو کرلیں گے تو درست ہوجائے گا۔[1]

فائدہ: بچے اگر ایسی حرکت کربیٹھیں تو ان کا یہ فعل ناسمجھی کی وجہ سے ہے، ان کو پیار ومحبت اور طریقہ سے سمجھادیں تاکہ دوبارہ ایسے کام نہ کریں، البتہ ڈانٹنا اور جھڑکنا کہ پانی گندا کردیا مناسب نہیں، اس سے ان پر منفی اثرات پڑ سکتے ہیں۔

بدبودار پانی سے وضو کرنا

سُوال: پانی کی جو سرکاری لائنیں ہیں کبھی کبھی ان میں بدبودار پانی آنے لگتا ہے۔ اندیشہ ہے کہ درمیان میں لائن یا پائپ پھٹنے کی وجہ سے گندے پانی کی آمیزش ہوتی ہے، کیا اس بدبودار پانی سے وضو کرسکتے ہیں؟

---

[1] خیر الفتاوی، باب ما یتعلق بتطہیر الانجاس: ۲/ ۱۶۱

جواب: اگر غالب گمان یہ ہے کہ پانی کی لائن میں گندے پانی کی وجہ سے پانی بدبودار ہے تو اس بدبودار پانی سے وضو نہ کریں۔[1]

فائدہ: بسا اوقات لوگ نالے میں تھیلیاں پھینک دیتے ہیں جس سے نالے بند ہوجاتے ہیں اور بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ اسی طرح نالوں پر تعمیرات کرلیتے ہیں، پھر بارشوں میں راستے بند ہوجاتے ہیں وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں لوگوں کو ایذا دینے والی ہیں اور کسی کو ایذا پہنچانا گناہِ کبیرہ ہے، جس سے بچنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے۔[2]

ریل گاڑی کے بیت الخلاء کے پانی کا حکم

سوال: ریل گاڑی کے بیت الخلاء میں جو پانی ہوتا ہے وہ پاک سمجھا جائے گا یا ناپاک۔ اس میں پانی ہوتے ہوئے تیمم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس پانی سے وضو کرتے ہوئے طبیعت کو کراہت معلوم ہوتی ہے۔

جواب: وہ پانی پاک ہے، طبعی کراہت کی وجہ سے شک نہ کیا جائے۔ ایسی حالت میں تیمم درست نہیں، (کیوں کہ اصول ہے کہ "اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّكِّ" یقین شک سے ختم نہیں ہوتا")۔[3]

فائدہ: شک بڑی خطرناک بیماری ہے، اس کی وجہ سے آدمی ہر وقت پریشان رہتا ہے، بے اطمینانی کی کیفیت طاری رہتی ہے، خاص طور پر وضو کے وقت بار بار اس کو یہ شبہ رہتا ہے کہ میرا فلاں عضو صحیح نہیں دھلا اور پھر اس کو بار بار دھوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بسا اوقات جماعت فوت ہونے یا نماز کے وقت ختم ہوجانے کی بھی نوبت

---

[1] فتاویٰ شامی، الطهارة، باب المیاه: ۱/ ۱۸۵

[2] تکلیف سے بچانے کے راستے اور فوائد، تکلیف پہنچنے کے ذرائع، دوسروں کو خوش رکھنے اور معاشرت کے آداب، معاملات کی درستی، خیر خواہی اور خدمتِ خلق کا جذبہ پیدا کرنے والے مفید نصائح و ہدایات جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "کسی کو تکلیف نہ دیجیے" کا مطالعہ کیجیے۔

[3] فتاویٰ محمودیہ، الطهارة، باب المیاه: ۵/ ۱۲۸

آ جاتی ہے۔اسی طرح بعض اوقات نماز کے اندر بھی یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ شک کو ذہن سے جھٹک دیا جائے، اس کو اہمیت نہ دی جائے اور اس کی طرف سے دھیان ہٹا کر کسی اور چیز کی طرف توجہ کرلیا جائے، بلاوجہ شک میں پڑنا شیطان کی طرف سے ہے۔جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَيْطَانًا يُقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ، فَاتَّقُوْا وَسْوَاسَ الْمَاءِ."

ترجمہ: "وضو کا ایک شیطان ہے جسے ولہان کہا جاتا ہے۔اس لیے پانی کے وسوسہ سے بچو۔"[1]

"وَلْهَان" کے معنی ہیں عقل کا جاتے رہنا اور متحیر ہونا۔یہ نام اس شیطان کا اس لیے ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کر کے انھیں متحیّر اور بے عقل کر دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وضو کرنے والا اس چکر میں پھنس کر وہم میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ وہ جب وضو کرتا ہے تو یہ وسوسے اس کے دل میں پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ نامعلوم فلاں عضو پر ٹھیک سے پانی پہنچا ہے یا نہیں؟ فلاں عضو کو ایک مرتبہ دھویا ہے یا دو مرتبہ؟

چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کے وسوسہ سے بچو، یعنی وضو کے وقت پانی استعمال کرنے میں جب اس قسم کے وسوسے اور وہم پیدا ہوں تو انھیں قائم نہ رہنے دو، بل کہ انھیں اپنے دل سے باہر نکال پھینکو، تاکہ حدودِ سنت سے تجاوز نہ کرسکو، کیوں کہ اس شیطان کا مقصد تو یہی ہوتا ہے کہ وضو کرنے والا ان وسوسوں اور اوہام میں مبتلا ہوکر اعضائے وضو کو تین مرتبہ سے بھی زیادہ دھوڈالے یا ضرورت سے زیادہ پانی خرچ کرے، جس کی بنا پر وہ مسنون طریقہ سے ہٹ جائے۔[2]

---

[1] جامع الترمذي، الطهارة، باب كراهية الإسراف في الوضوء بالماء، الرقم: ٥٧

[2] مظاہر حق، الطہارۃ، وضو کی سنتوں کا بیان: ۱/ ۳۳۲

غسل کرتے وقت چھینٹیں برتن میں پڑنا

سُؤال: اگر کوئی شخص جنابت کا غسل کرے یا عورت حیض ونفاس کا اور قطرے برتن میں گریں تو پانی کا کیا حکم ہے؟

جَواب: اس میں کچھ حرج نہیں، پانی پاک ہے اور تھوڑا مستعمل پانی زیادہ غیر مستعمل پانی کو مستعمل نہیں بناتا۔[1]

راستوں کے کیچڑ وغیرہ کا حکم

سُؤال: سڑک پر یا گلیوں میں بارش کے کھڑے ہوئے پانی کی چھینٹیں کسی گاڑی وغیرہ کے گزرنے سے یا ویسے ہی کپڑوں پر لگ جاتی ہیں۔ کیا اس سے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟ اس میں نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

جَواب: جس آدمی کا بازار میں عموماً آنا جانا رہتا ہو اگر راستہ کی کیچڑ اور بارش کا پانی وغیرہ اس کے کپڑے پر لگ جائے تو اس میں نماز پڑھنا درست ہے اور کپڑا پاک ہے۔[2]

فَائِدَہ: البتہ اگر کپڑوں پر بازار کے کیچڑ کے ساتھ نجاست لگی ہوئی نظر آجائے تو ایسی صورت میں ناپاک سمجھا جائے گا اور اُس میں نماز صحیح نہیں ہوگی۔

دودھ پینے والے بچّے کے پیشاب کا حکم

سُؤال: شیر خوار بچہ اگر کپڑوں پر پیشاب کردے تو کپڑوں کو دھونا چاہیے یا کہ ویسے ہی پانی گرادینے سے صاف ہوجائیں گے؟

جَواب: بچے کا پیشاب ناپاک ہے، اس لیے کپڑے کا پاک کرنا ضروری ہے[3] اور

---

[1] فتاوی دار العلوم، الطہارۃ، الباب الثالث فی المیاہ: ۱/ ۱۳۹

[2] ماخوذ از خیر الفتاوی، الطہارۃ، ما یتعلق بتطہیر الانجاس: ۲/ ۱۴۷، فتاوی محمودیہ، باب الانجاس: ۵/ ۲۳۷

[3] مأخذہ: الفتاوی الهندية، الاعيان النجسة: ۱/ ٤٦

پاک کرنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ پیشاب کی جگہ پر اتنا پانی بہا دیا جائے کہ جتنے پانی سے وہ کپڑا تین مرتبہ بھیگ سکے (یعنی جتنے پانی میں وہ کپڑا ڈوب جاتا اس سے تین گنا پانی بہا دیا جائے)۔

ناپاک چربی والا صابن

سوال: آج کل بعض صابونوں میں مُردار اور حرام جانوروں کی چربی ملائی جاتی ہے۔ کیا ایسے صابن سے طہارت ہو جاتی ہے؟ اور ان سے طہارت وغیرہ حاصل کرنا درست ہے یا نہیں؟

جواب: ناپاک چربی کا استعمال جائز نہیں، تاہم ایسے صابن کا استعمال کرنا جس میں یہ چربی ڈالی گئی ہو جائز ہے کیوں کہ صابن بن جانے کے بعد اس کی ماہیت تبدیل ہو جاتی ہے۔

کتّے کا لعاب ناپاک ہے

سوال: اگر کتا ہاتھ یا پاؤں پر زبان پھیر دے تو کیا بدن ناپاک ہو جائے گا؟ اور کیا چھوٹے اور بڑے کتّے کا ایک ہی حکم ہے؟ اور اس جگہ کو کتنی مرتبہ دھونا ضروری ہے؟

جواب: کتے کا لعاب نجس بھی ہے اور زہر بھی، اس لیے جس جگہ کتے کا لعاب لگے وہ ناپاک ہے اور اس کا صاف کرنا لازم ہے۔ چھوٹے اور بڑے کتے کا ایک ہی حکم ہے۔

اور ایسی صورت میں ہاتھ یا پاؤں کو اتنا دھونا ضروری ہے کہ اس لعاب کے ہاتھ یا پاؤں سے چھوٹ جانے کا غالب گمان ہو جائے، الگ الگ تین مرتبہ پانی ڈالنا ضروری نہیں۔

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، نجاست اور پاکی کے مسائل: ۲/ ۸۵

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسائل نماز، نجاست اور پاکی کے مسائل: ۲/ ۹۱

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، نجاست اور پاکی کے مسائل: ۲/ ۹۱

■ الدر المختار، باب الانجاس: ۱/ ۳۵۷

دھوبی کے دُھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

سُوال: دھوبی ہمارے کپڑے اور جائے نماز بھی دھوتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ پاک پانی سے دھوتا ہے یا نہیں۔ کیا ہمیں اس کے دھونے کے بعد خود پاک کرنے کے لیے کپڑوں کو دھونا ہوگا؟

جواب: دھوبی کے دُھلے ہوئے کپڑے پاک ہیں۔[1]

ڈرائی کلینرز کے دُھلے ہوئے کپڑوں کا حکم

سُوال: گرم کپڑے دھونے کی جو دُکانیں اور فیکٹریاں ہیں جنھیں ڈرائی کلینرز کہتے ہیں، وہاں خاص قسم کی مشین ہوتی ہے، اس میں پیٹرول کی قسم کا خاص سیّال مادہ ڈالا جاتا ہے جو کہ ان کپڑوں کو دھوتا ہے، وہ مادہ ایک دفعہ نیا ڈال کر بار بار اس کو صاف کر کے دوبارہ استعمال کیا جاتا ہے، ایک دو ہفتہ کے بعد نیا ڈالا جاتا ہے۔ اسی دوران دسیوں مرتبہ اس مشین میں کپڑے ڈالے جاتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا اس طرح دُھلے ہوئے کپڑے پاک ہوں گے یا ناپاک؟ چوں کہ اس میں ہر قسم کے پاک، ناپاک کپڑے ڈالے جاتے ہیں اور مشینوں کو پانی سے کبھی بھی دُھویا نہیں جاتا اس لیے شبہ ہوتا ہے کہ ان کے دھوئے ہوئے سارے کپڑے ناپاک ہوجاتے ہیں؟

جواب: یہ تو ظاہر ہے کہ ان مشینوں میں جو کپڑے ڈالے جاتے ہیں ان میں بہت سے ناپاک بھی ہوں گے۔ پاک وناپاک مل کر سب ہی ناپاک ہوجائیں گے اور جیسا کہ معلوم ہے ناپاک کپڑے کو پاک کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ تین مرتبہ پاک پانی ڈالا جائے اور ہر مرتبہ خوب نچوڑا جائے، ڈرائی کلینرز کی دکانوں میں اس پر عمل

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، نجاست اور پاکی کے مسائل: ۲/ ۸۷

نہیں ہوتا، اِس لیے وہاں کے دُھلے ہوئے کپڑے پاک نہیں، اگر کبھی وہاں دُھلانے کی نوبت آئے تو ان کو اپنے طور پر پاک کیا جائے۔

یہ تو اس صورت میں ہے کہ اس امر کا گمان غالب ہو کہ مشین میں پاک اور ناپاک سب ہی قسم کے کپڑے ڈالے گئے اور اگر ناپاک کپڑوں کے ڈالے جانے کا گمان غالب نہ ہو، محض شک و تردد ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ جس حالت میں آپ نے کپڑا دیا تھا اسی حالت میں رہے گا، یعنی اگر پاک کپڑا دیا تھا تو پاک رہے گا اور ناپاک دیا تھا تو ناپاک رہے گا۔[1]

خنزیر کے بالوں والے برش سے رنگی ہوئی دیواریں پاک کرنے کا طریقہ

سوال: آج کل دیواروں پر اور لوہے پر جو رنگ کیا جاتا ہے اس میں ولایتی (بیرون ملک کا) برش استعمال ہوتا ہے، تحقیق کی گئی ہے کہ یہ خنزیر کے بال ہیں، اس برش کا کیا حکم ہے؟ اگر اس کے استعمال سے رنگ ناپاک ہوتا ہے تو دیواروں وغیرہ کو پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: اگر برش ولایتی ہو اور خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ ہو تو اس کا استعمال نہ کیا جائے، بل کہ اس کے بجائے دیسی برش جس میں گھوڑے یا خچر یا گدھے کے بال ہوں استعمال کیا جائے، اگر خنزیر کے بالوں سے تیار شدہ برش استعمال کیا گیا ہو تو رنگ ناپاک ہو جاتا ہے اور پاک کرنے کے لیے اس کو تین مرتبہ اچھی طرح دھونا کافی ہوگا۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نجاست اور پاکی کے مسائل: ۲/۸۶

[2] خیر الفتاوی، الطہارۃ، ما یتعلق بتطہیر الانجاس: ۲/۱۵۵

فائدہ: واضح رہے کہ اس کا اندرون ناپاک ہی رہے گا، لہٰذا اگر مسجد میں ایسے برش سے رنگ کر دیا گیا ہو تو اسے کھرچ کر اُتار دینا چاہیے کہ یہ احترام مساجد کے خلاف ہے۔ دھونے سے فائدہ یہ ہوگا کہ اس پر گیلا ہاتھ یا گیلا کپڑا لگنے سے ناپاک نہ ہوگا۔[1]

اسپرٹ کا حکم

سوال: اسپرٹ پاک ہے یا ناپاک؟

جواب: اسپرٹ اگر انگور، کشمش یا کھجور سے حاصل کی گئی ہو تو بالاتفاق نجس ہے اور اگر ان کے سوا کسی دوسری چیز سے بنائی گئی ہو تو شیخین (امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف) رحمہما اللہ کے نزدیک پاک ہے اور اب تک کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ آج کل اسپرٹ اور الکحل کے لیے انگور اور کھجور استعمال نہیں کی جاتی، لہٰذا پاک ہے۔[2]

ناپاک بستر پسینے سے بھیگ گیا

سوال: بستر ناپاک تھا اس پر کوئی شخص سویا اور پسینے سے بھیگ گیا تو اس کے بدن اور کپڑے ناپاک ہوئے یا نہیں؟

جواب: اگر بستر اتنا بھیگ گیا کہ اس کی رطوبت بدن اور کپڑوں کو لگ جائے تو ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔[3]

نجس قالین پر گیلا پاؤں پڑ گیا

سوال: اگر قالین پر کچھ نجاست یا پیشاب وغیرہ لگ کر خشک ہو گیا اور بعد میں اس جگہ پر گیلا پاؤں رکھ دیا تو کیا پاؤں کو پاک کیے بغیر نماز ہو جائے گی اور جس

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، متفرقات الحظر والاباحۃ: ۸/ ۲۲۱

[2] ماخوذ از احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۹۵

[3] احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۹۹

جائے نماز (مصلّی) پر ایسا گیلا پاؤں رکھا ہے کیا وہ پاک ہے؟

جواب: اگر پاؤں اتنا گیلا ہو کہ اس سے قالین خوب تر ہو جائے اور اس پر اتنی تری آجائے کہ اس پر کوئی دوسری چیز رکھی جائے تو اس کو بھی لگ جائے تو پاؤں ناپاک ہو جائے گا، پھر یہ پاؤں جائے نماز پر رکھا اور اس پر تری نظر آنے لگی تو جائے نماز بھی ناپاک ہوگئی اور اگر قالین اتنا زیادہ نہیں بھیگا تو پاؤں ناپاک نہیں ہوا۔■

فرش اور قالین پاک کرنے کا طریقہ

سوال: مسجد کے فرش پر کوئی بچہ پیشاب کردے یا کسی دوسری طرح فرش ناپاک ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے؟ اسی طرح مسجد میں یا مسجد سے باہر کوئی بڑی دری یا قالین ناپاک ہو جائے تو اس کو کس طرح پاک کیا جائے؟

جواب: فرش خشک ہو جانے سے پاک ہو جاتا ہے، بشرطیکہ نجاست کا اثر اور بدبو نہ رہے، مگر مسجد کی تطہیر میں حتی الامکان جلدی کرنی چاہیے، اس لیے فرش کو دھو کر پاک کیا جائے، تین بار دھونا کافی ہے۔

قالین وغیرہ تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جائے گا، اس طرح کہ اگر نچوڑنا دشوار ہو تو پانی میں ڈال کر نکال لیں اور کسی اونچی جگہ پر ڈال دیں، جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو دوبارہ اس طرح پانی میں ڈال کر نکال لیں اور کسی اونچی جگہ پر ڈال دیں۔ اس طرح تین مرتبہ کریں، اگر نچوڑنا دشوار نہ ہو تو تین مرتبہ نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

یہ تفصیل اس وقت کے لیے ہے جب کہ کسی برتن یا چھوٹے حوض میں ڈال کر دھویا جائے، اگر اوپر سے پانی ڈالا جائے یا بہتے پانی میں ڈالا جائے تو نہ تین مرتبہ دھونے کی شرط ہے اور نہ نچوڑنے کی، بل کہ یوں اندازہ لگایا جائے کہ اگر برتن میں پانی بھر کر اس میں ڈالا جاتا تو جتنے پانی میں قالین ڈوب جاتا اس سے تین گنا پانی بہا

■ احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۱۰۱

دینے سے قالین پاک ہوجائے گا۔[1]

لنڈے کے کپڑوں میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ غیر مسلموں کے پرانے کوٹ وغیرہ بازار میں فروخت ہوتے ہیں جن کو اکثر لوگ خریدتے ہیں۔ ان کو بلا دھوئے پہننا اور ان میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: (ظاہراً نجاست لگی ہوئی نہ ہو تو) جائز ہے۔[2] تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے کپڑے دھو کر استعمال کیے جائیں۔[3]

معذور کے کپڑوں کا حکم

سوال: ایک شخص کے زخم سے خون رستا ہے۔ وہ کپڑا بدلتا ہے تو وہ بھی ناپاک ہوجاتا ہے یہ شخص نماز کیسے پڑھے؟

جواب: اگر کپڑا دھونے یا بدلنے کے بعد نماز ختم کرنے سے پہلے پھر (خون سے) تر ہوجائے تو اس کا بدلنا یا دھونا واجب نہیں اور اگر اتنی دیر میں خون سے تر ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو بدلنا یا دھونا واجب ہے۔[4]

مریض کو اگر ناپاک کپڑے بدلنا مشکل ہو

سوال: ہسپتال میں بدن اور کپڑوں کی طہارت کبھی تو یقینی طور پر نہیں ہوتی اور کبھی نامکمل اور مشتبہ ہوتی ہے (اور بار بار مریض کو کپڑے بدلنا مشکل ہے) تو کیا ایسی

---

[1] احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۸۸-۹۲

[2] احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۸۲

[3] فتاوی حقانیہ، باب مکروھات الصلوٰۃ: ۳/ ۱۹۸

[4] ماخوذ از احسن الفتاوی، الطہارۃ، احکام المعذور: ۲/ ۷۵

صورت میں مریض کو اسی حال میں نماز پڑھ لینی چاہیے یا قضاء کرنی چاہیے؟

جواب: ایسے مریض کو اسی حالت میں نماز پڑھ لینی چاہیے۔[1]

پیشاب کی چھینٹیں اگر کپڑے پر پڑ جائیں

سوال: ایک شخص کی عمر ۶۰ سال ہے پیشاب جلدی جلدی آتا ہے اس وجہ سے اکثر پیشاب کرنے میں ایسی چھینٹیں پائینچوں پر پڑ جاتی ہیں جو معلوم نہیں ہوتیں اس کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟

جواب: ایسی باریک چھینٹیں جو معلوم نہ ہوں معاف ہیں۔ ان سے کپڑا اور بدن ناپاک نہیں ہوتا ایسے کپڑے میں نماز صحیح ہے۔[2]

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا

سوال: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شرعاً کیسا ہے؟ کیوں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کوڑی پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا اس حدیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے یا نہیں؟

جواب: کھڑے ہو کر پیشاب کرنا بلا عذر ممنوع و مکروہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مرتبہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ضرورت اور عذر کی وجہ سے ہوا ہے اور بلا عذر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو منع فرمایا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے

---

[1] احسن الفتاوی، الطہارۃ، احکام المعذور: ۲/ ۷۵

[2] فتاوی دار العلوم دیوبند، شروط الصلوۃ، طہارت: ۱/ ۲۲۹

ہوئے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہوکر پیشاب نہ کرو۔" تو اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہیں کیا۔[1]

کاغذ سے استنجا

سوال: ردّی کاغذات یا اردو، انگریزی اخبارات سے بچوں کی نجاست صاف کرنا یا دسترخوان کا کام لینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کاغذ چوں کہ تحصیلِ علم کا ایک آلہ ہے خواہ وہ سفید (سادہ) ہو یا کچھ لکھا ہوا ہو، اس لیے اُس کا احترام کرنا لازم ہے۔ اس سے نجاست صاف کرنا یا دسترخوان کا کام لینا بے حرمتی کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے۔[2] البتہ وہ جاذب کاغذ (ٹشو پیپر) جو صرف استنجا وغیرہ ہی کی غرض سے بنایا جاتا ہے لکھنے کے کام نہیں آتا اور قیمتی بھی نہیں اس سے استنجا کرنا جائز ہے۔[3]

استنجا سے عاجز کا حکم

سوال: ایک مریض ہے جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے۔ وضو کرتے وقت پانی کسی دوسرے انسان سے ڈلواتا ہے، البتہ اعضائے وضو کو اپنے ہاتھوں سے دھوسکتا ہے، مگر استنجا کرتے وقت بہت تکلیف برداشت کرتا ہے، باقاعدہ دوسرا آدمی اس کو اپنی جگہ سے اٹھا کر لے جاتا ہے۔ پھر تکلیف کے ساتھ مریض خود استنجا کرتا ہے یا چارپائی کے نیچے کوئی برتن رکھ کر استنجا کرتا ہے۔ کیا اس مریض کے لیے استنجا معاف ہوسکتا ہے یا نہیں؟

---

[1] جامع الترمذی، ابواب الطهارة، باب النهی عن البول قائما، الرقم: ١٢، فتاوی دار العلوم دیوبند، الطہارۃ، مسائل استنجاء: ١/ ٢٧٣

[2] شامی، الطهارة، باب الانجاس، فصل الاستنجاء: ١/ ٣٤٠

[3] احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس، فصل فی الاستنجاء: ٢/ ١٠٨

جَوَابُ: اس صورت میں استنجا معاف نہیں، البتہ اگر کسی کے دونوں ہاتھ شل ہوں یا ایک ہاتھ شل ہو مگر کوئی پانی ڈالنے والا نہیں اور جاری پانی بھی نہیں جس میں بیٹھ کر صحیح ہاتھ سے استنجا کر سکے اور عورت کا شوہر یا مرد کی بیوی بھی نہیں کہ استنجا کرائے تو استنجا معاف ہے۔[1]

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ آخر عمر تک محتاجی سے حفاظت فرمائے۔ اس کے لیے فرض نماز کے بعد یہ دعا مانگیں:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِیْ اٰخِرَہٗ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَوَاتِیْمَ عَمَلِیْ رِضْوَانَکَ، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ اَیَّامِیْ یَوْمَ اَلْقَاکَ.[2]

تَرْجَمَہ: "اے اللہ! میری عمر کے آخری حصہ کو سب سے بہتر بنا، اے اللہ! میرے اعمال کی انتہا کو تیری رضامندی بنا، اے اللہ! میرا سب سے بہتر وہ دن بنا جس دن آپ سے ملاقات ہو۔"

بالکل چھوٹے بچوں کے لیے استقبال واستدبار قبلہ کا حکم

سُؤَالٌ: کیا قضاء حاجت کے وقت چھوٹے بچوں کے لیے بھی قبلہ کی طرف رُخ یا پشت کرنا ممنوع ہے جیسے کہ بڑوں کے لیے؟

جَوَابُ: جی ہاں! بچوں کے لیے بھی وہی حکم ہے جو بڑوں کے لیے ہے۔ اس لیے چھوٹے بچوں کی والدہ یا جو کوئی انھیں قضائے حاجت کرائے اسے حکم ہے کہ وہ بچے کو قبلہ رُو یا قبلہ کی طرف پشت کر کے نہ بٹھائے۔[3]

---

1 احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الانجاس: ۲/ ۱۰۸

2 المعجم الأوسط، باب الهاء، من اسمه الهيثم، الرقم: ۹۴۱۱

3 خیر الفتاوی، الطہارۃ، فصل فی الاستنجاء: ۲/ ۱۸۰

فَائِدَہ: اسی طرح دیگر احکام میں بھی بچوں کی فکر کی جائے، مثلاً: بچیوں کو مکمل لباس پہنانا، بچوں کو پینٹ شرٹ وغیرہ سے بچانا شروع سے ہو، تاکہ بعد میں اس کی عادت بن جائے۔

وضو

وضو کی سنتیں

سُوَال: وضو کی سنتیں کتنی ہیں؟ تحریر فرمادیں۔

جَوَاب: وضو کی سنتیں یہ ہیں:

(۱) نیت کرنا۔ (۲) تسمیہ (بسم اللہ الرحمن الرحیم) پڑھنا۔ (۳) ابتدا میں تین مرتبہ گٹوں تک ہاتھ دھونا۔ (۴) مسواک کرنا۔ (۵) تین مرتبہ کلی کرنا۔ (۶) تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا۔ (۷) منہ اور ناک کی صفائی میں مبالغہ کرنا (اگر روزہ ہو تو مبالغہ نہ کرے)۔ (۸) داڑھی میں خلال کرنا۔ (۹) انگلیوں میں خلال کرنا۔ (۱۰) تمام اعضائے وضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔ (۱۱) پورے سر کا مسح کرنا۔ (۱۲) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۳) ترتیب وار وضو کرنا۔ (۱۴) پے در پے اعضائے وضو پر پانی بہانا (یعنی ایک عضو کے سوکھنے سے قبل اگلے عضو کو دھولینا)۔[۱]

بجائے مسواک کے برش کا استعمال

سُوَال: کیا ٹوتھ پیسٹ اور منجن کا برش کے ذریعے سے استعمال کرنا مسواک کے قائم مقام ہوسکتا ہے؟ اور اس سے وہی ثواب ملتا ہے جو مسواک کے استعمال سے ملتا ہے یا نہیں؟

---

[۱] کتاب المسائل، وضو کے مسائل: ۱/ ۱۴۹

جواب: وضو کرتے وقت مسواک کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔ اگر کسی درخت کی مسواک میسّر نہ ہو تو انگلی سے دانت صاف کرے، اس طرح بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ برش وغیرہ کا استعمال مسواک کی سنت کے قائم مقام نہیں ہوسکتا۔[1]

وضاحت: ایک ہے خاص مسواک کی سنت اور ایک ہے صفائی کی سنت، جہاں تک صفائی کی سنت کا تعلق ہے تو فقہا نے لکھا ہے کہ مسواک کی عدم موجودگی میں کپڑا، منجن، برش یا محض انگلی کی رگڑ سے بھی صفائی کی سنت ادا ہوجاتی ہے، بشرطیکہ برش کا ریشہ پاک ہو اور جن برشوں میں خنزیر کے بال کا ریشہ ہو ان کا استعمال حرام ہے۔

لیکن مسنون مسواک کی فضیلت صرف زیتون، پیلو اور نیم کی مسواک سے حاصل ہوتی ہے، منجن یا بُرش کے استعمال سے یہ فضیلت حاصل نہیں ہوسکتی، اس کے علاوہ دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے جس قدر فائدہ مند مسنون مسواک ہے اتنی کوئی اور چیز نہیں۔[2]

پلستر پر مسح کرنا

سوال: کسی کے پھنسی یا زخم پر پلستر چڑھا ہوا ہے، اگر وہ غسل یا وضو کے وقت اس کو کھول کر دھوئے تو کچھ نقصان نہیں، البتہ جو دوا لگائی تھی پلستر کو ہٹانے کی وجہ سے وہ باقی نہیں رہے گی، لہٰذا وہ دوا مرض کے لیے مفید ثابت نہ ہوگی، یا یہ کہ پھر پلستر (پٹی) نہیں ملے گا یا مہنگا ملے گا تو کیا اس صورت میں پلستر کو ہٹا کر اس عضو کو دھونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پلستر کھولنا زخم کے لیے مضر ہو تو پلستر کھول کر اس عضو کا دھونا ضروری نہیں، بل کہ پلستر پر مسح کرنا کافی ہے اور وہ پلستر پٹی کے حکم میں ہے اور اگر کھولنا مضر

---

[1] الجوهرة النيرة، الطهارة، سنن الطهارة: ۱ / ۱۱، فتاوی رحیمیہ، الطهارة، باب الوضوء: ۴ / ۱۷

[2] ماخوذ از درسِ ترمذی، ابواب الطهارة، بُرش اور منجن وغیرہ کا حکم: ۱ / ۲۲۶-۲۲۷

نہیں، مگر پلستر دوبارہ ملے گا نہیں یا عام مرّوج قیمت سے زیادہ مہنگا ملے گا یا قیمت تو زیادہ نہیں مگر تنگ دستی کی وجہ سے خریدنے پر قدرت نہیں تو بھی مسح جائز ہے۔ ■

پھایا (سنی پلاسٹ) پر مسح کرنا

سؤال: زید کے چہرے پر پھنسی یا زخم ہے اس پر انگریزی مرہم کا پھایہ (سنی پلاسٹ) لگا ہوا ہے اس کو ہٹا کر وضو کرے یا پھایہ کے اوپر سے پانی بہائے؟ واضح ہو کہ پھایہ کو ہٹانے میں تکلیف ہوگی کیوں کہ یہ سختی سے کھال پر چمٹ گیا ہے؟

جواب: اگر زخم کو پانی نقصان پہنچاتا ہو یا پھایہ ہٹانے میں تکلیف ہو تو پھایہ ہٹائے بغیر اس کے اوپر مسح کرے۔[1]

وِگ کا استعمال اور وضو

سؤال: اگر کوئی شخص بوجہ مجبوری سر پر وِگ کا استعمال کرتا ہے تو وہ شخص وضو کے دوران سر کا مسح وِگ پر ہی کر سکتا ہے یا کہ اس کو مسح وگ اتار کر کرنا چاہیے؟

جواب: مصنوعی بالوں کا استعمال جائز نہیں اور نہ اس کے استعمال میں کوئی مجبوری ہے۔ پھر بھی اگر کوئی استعمال کرتا ہے تو مسح وِگ کو اتار کر کرنا چاہیے۔ اگر اس پر مسح کیا تو وضو نہیں ہوگا۔[2]

جس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں وہ وضو کیسے کرے؟

سؤال: اگر کسی شخص کے ہاتھ کٹے ہوئے ہوں تو وہ نماز کے لیے وضو کیسے کرے؟

---

[1] رد المحتار، الطهارة، مطلب نواقض المسح: ۲/۳۵۵، احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب المسح علی الخفین والجبیرۃ: ۲/۶۲

[2] فتاوی شامی، الطهارة، باب المسح على الخفين، مطلب فی لفظ كل...الخ: ۱/۲۸۰، احسن الفتاوی، باب المسح علی الخفین والجبیرہ: ۲/۶۴

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، وضو کے مسائل: ۲/۳۶

جواب: اعضائے وضو پر پانی بہالے۔ اگر اس پر قدرت نہ ہو تو تیمم کرلے۔ اگر ہاتھوں پر زخم ہوں یا بازو پورے کٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر کسی طرح پانی بہانے کی قدرت بھی نہ رکھتا ہو تو چہرے کو زمین یا دیوار وغیرہ سے تیمم کی نیت سے مل لے، اگر چہرے پر زخم وغیرہ کی وجہ سے اس پر بھی قدرت نہ ہو تو بدونِ طہارت کے ہی نماز پڑھتا رہے۔[1]

کھڑے ہوکر بیسن میں وضو کرنا

سوال: آج کل گھروں میں بیسن لگے ہوئے ہیں اور لوگ زیادہ تر بیسن سے ہی کھڑے ہوکر وضو کرتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: اس طرح وضو ہو جاتا ہے، لیکن افضل یہ ہے کہ قبلہ رخ بیٹھ کر وضو کرے۔[2]

جس غسل خانہ میں پیشاب کیا ہو اس میں وضو کا حکم

سوال: ہمارے گھر میں ایک غسل خانہ ہے۔ ہم سب گھر والے اسی میں نہاتے ہیں اور رات کو اُٹھ کر پیشاب بھی کرتے ہیں۔ مجھے چوں کہ نماز پڑھنی ہوتی ہے تو کیا اس غسل خانے میں وضو کرنا جائز ہے؟

جواب: غسل خانے میں پیشاب نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے وسوسے کا مرض ہو جاتا ہے اور اگر کسی نے پیشاب کر دیا ہو تو وضو سے پہلے اس کو دھو کر پاک کر لینا چاہیے۔[3]

دانتوں پر کسی دھات کا خول چڑھانا اور وضو

سوال: دانتوں پر سونے یا اس کی ہم شکل دھات سے بنائے ہوئے کور چڑھانا

---

[1] فتاوٰی شامی، الطهارة، باب التیمم، مطلب فاقد الطهورين: ۱/ ۲۵۳، احسن الفتاوی، الطہارۃ: ۲/ ۱۷

[2] خیر الفتاوی، الطہارۃ، ما یتعلق بالوضوء والغسل: ۲/ ۸۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل، وضو کے مسائل: ۲/ ۳۳

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، وضو کے مسائل: ۲/ ۳۲

جائز ہے یا نہیں؟ ایسی حالت میں اس آدمی کا وضو اور غسل ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جَوَابٌ: خول چڑھانا جائز ہے اور وضو و غسل ہو جاتا ہے۔

ریل میں پانی موجود نہ ہو تو وضو کس طرح کرے؟

سُؤَالٌ: چلتی ٹرین میں وضو کے لیے اگر پانی نہ ملے تو نماز کس طرح ادا کرے؟ کیا ایسی صورت میں تیمم کرنا صحیح ہے؟

جَوَابٌ: ٹرین میں اگر پانی نہ ملے تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر یہ یقین ہو کہ نماز کے وقت کے اندر (ٹرین کسی اسٹیشن تک پہنچ جائے گی اور) پانی مل جائے گا تو نماز کا مؤخر کرنا مستحب ہے۔ اگر پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز ادا کرے اور اگر نہ ملے اور وقت تمام (ختم) ہونے کا اندیشہ ہے تو تیمم کر کے نماز ادا کرے۔

پھر اگر دورانِ نماز ہی کوئی اسٹیشن وغیرہ آجائے جہاں پانی ملنا یقینی ہے تو اس نماز کو توڑ کر وضو کر کے ازسرِ نو ادا کرے اور اگر نماز ختم کرنے کے بعد اسٹیشن وغیرہ جہاں پانی ملنے کا یقین ہے آیا ہے تو نماز ہو گئی، اب اس کو دوبارہ پڑھنے کی حاجت نہیں۔

فَائِدَہ: بعض لوگ وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرتے ہیں یا نلکا کھلا چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے ریل گاڑی کا پانی ختم ہو جاتا ہے، جس سے دیگر لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے، اس سے بچنا چاہیے اور یاد رکھیے! پانی کا ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا یا ضائع کرنا اسراف ہے اور وضو میں بھی اسراف کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے ہوا وہ اس وقت وضو کر رہے تھے، نبی کریم

آپ کے مسائل اوران کا حل، غسل کے مسائل: ۲/ ۵۲

فتاویٰ دار العلوم دیوبند، الطہارۃ، الباب الرابع فی التیمم: ۱/ ۱۹۲

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَاهٰذَا السَّرَفُ يَاسَعْدُ."

ترجمہ: "سعد! یہ اسراف کیسا؟"

وہ کہنے لگے کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نَعَمْ! وَاِنْ كُنْتَ عَلٰى نَهْرٍ جَارٍ." [1]

ترجمہ: "ہاں اگرچہ تم جاری نہر پر ہی کیوں نہ ہو۔"

علامہ طیبی نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ اس سے اس بات میں مبالغہ مقصود ہے کہ جس چیز میں اسراف کا تصور نہیں ہے جب اس میں بھی اسراف ہوسکتا ہے تو پھر ان چیزوں کا کیا حال ہوگا جس میں اسراف واقعتاً ہوتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ وضو اور غسل وغیرہ میں ضرورت شرعی سے زیادہ پانی خرچ کرنا اسراف میں شامل ہے اور یہ چیز مناسب نہیں ہے۔ [2]

فوجی بوٹ پر مسح کرنا

سوال: اونچے محاذوں پر جہاں ہمیشہ برف پڑی رہتی ہے اور سخت سردی ہوتی ہے جیسے: سیاچن وغیرہ وہاں جو فوجی وغیرہ ہوتے ہیں وہ عموماً ایسے جوتے استعمال کرتے ہیں جو فیتے سے بندھے ہوئے ہوتے ہیں اور اس قدر اُونچے ہوتے ہیں کہ ٹخنے بالکل چھپے رہتے ہیں، جس کا بار بار نکالنا نہایت ہی دشوار ہے کیا ان جوتوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر وہ جوتا ٹخنوں سے اوپر پیر کو ڈھکے ہوئے ہو اور فیتہ جو جوتے کے پشت

---

[1] مسند أحمد، مسند عبد الله بن عمرو، الرقم: ٧٠٦٥

[2] شرح الطيبي، الطهارة، باب سنن الوضوء: ٣/٨٠٦، الرقم: ٤٢٧

پر ہوتا ہے وہ خوب کسا ہوا ہو کہ جوتے کے دونوں طرف خوب ملے رہیں اور جوتا پاک بھی ہو تو اس پر مسح کرنا جائز ہے۔ بہ شرط یہ کہ طہارت کے بعد پہنا ہو (یعنی وضو یا غسل کے بعد پہنا ہو)۔■

وضو کے بعد آسمان کی طرف دیکھنا

سُؤال: وضو کرنے کے بعد آسمان کی طرف دیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جَوَاب: وضو کے بعد کلمۂ شہادت پڑھتے وقت آسمان کی طرف دیکھنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔■

غسل اور وضو میں شک کی کثرت

سُؤال: غسل اور وضو کرتے ہوئے پانی کافی بہاتا ہوں اور غسل اور وضو سے فراغت کے بعد بے انتہا شک کرتا ہوں کہ کہیں بال برابر جگہ خشک نہ رہ گئی ہو۔ آپ کچھ اس شک کا حل بتلا دیں؟

جَوَاب: غسل اور وضو سنت کے مطابق کریں یعنی تین تین بار اعضا پر پانی بہالیں۔ اس کے بعد شک کرنا غلط ہے۔ خواہ کتنے وسوسے آئیں کہ کوئی بال خشک رہ گیا ہوگا مگر اس کو شیطانی خیال سمجھیں اور اس کی کوئی پروا نہ کریں۔■

باوضو ہونے میں شک کا حکم

سُؤال: ایک شخص کو طہارت کا یقین ہے۔ بعد میں ناپاکی (بے وضو ہونے) کا شک

■ ماخوذ از فتاوی دار العلوم دیوبند، الطہارۃ، الباب الخامس فی المسح علی الخفین وغیرہما: ۱/ ۲۰۴

■ سنن ابی داؤد، الطهارة، باب مايقول الرجل اذاتوضأ، الرقم: ۱۷۰

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، غسل کے مسائل: ۲/ ۵۶

ہوگیا یا اس کے برعکس کسی کو حدث کا یقین ہے لیکن وضو کرنے میں شک ہے یعنی یہ یقین نہیں کہ اس نے وضو کیا ہے یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں حکم کیا ہے؟

جَوَاب: پہلی صورت میں اس کا وضو باقی ہے، دوسری صورت میں وہ بے وضو شمار ہوگا۔■

دورانِ وضو بار بار شک کرنا

سَوَال: گزارش ہے کہ بندہ تبخیر کا مریض ہے۔ جب وضو کرنے بیٹھتا ہوں تو اکثر ہوا مقعد کے قریب آجاتی ہے، جیسے اب نکلی اب نکلی، کئی مرتبہ وضو کرتا ہوں مثلاً ہاتھ دھونے کے بعد شک پڑ جاتا ہے کہ کہیں ہوا خارج نہ ہوگئی ہو۔

پھر ہاتھ دھونے شروع کرتا ہوں کبھی تو ایک پاؤں باقی ہوتا ہے کہ شک پڑ جاتا ہے اور پھر نئے سرے سے وضو کرتا ہوں۔ غرض (مجھے) تبخیر بھی ہے اور شک کا مرض بھی۔ شرعاً ایسے مریض کو کیا کرنا چاہیے؟

جَوَاب: مقعد کے قریب محض ریح کے جمع ہو جانے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے نکلنے کا یقین نہ ہو جائے محض شک کی بنا پر تجدید (نئے سرے سے اعضا کو دھونا) ہرگز نہ کریں اس سے مرض بڑھے گا۔■

آبِ زم زم سے وضو اور غسل کرنا

سَوَال: آبِ زم زم سے وضو کرنا اور غسل کرنا کیسا ہے؟

جَوَاب: جو شخص باوضو اور پاک ہو وہ اگر محض برکت کے لیے آبِ زم زم سے وضو یا غسل کرے تو جائز ہے۔ اسی طرح کسی پاک کپڑے کو برکت کے لیے زم زم سے

■ الدر المختار، الطھارۃ، ارکان الوضوء اربعہ: ۱/ ۱۵۰، احسن الفتاوی، الطھارۃ: ۲/ ۲۹

■ خیر الفتاوی، الطھارۃ، ما یتعلق بالوضوء والغسل: ۲/ ۵۴

بھگونا بھی درست ہے، لیکن بے وضو آدمی کا زم زم کے پانی سے وضو کرنا یا کسی جنبی کا اس سے غسل کرنا مکروہ ہے۔

ضرورت کے وقت (جب کہ دوسرا پانی نہ ملے) آبِ زم زم سے وضو کرنا تو جائز ہے مگر غسلِ جنابت بہر حال مکروہ ہے۔ اسی طرح اگر بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو تو اس کو آبِ زم زم سے دھونا بھی مکروہ ہے، بل کہ بقولِ بعض حرام ہے۔ یہی حکم زم زم سے استنجا کرنے کا ہے۔[1]

روغن چھڑائے بغیر وضو نہ ہوگا

سوال: جو لوگ رنگ ریزی کا کام کرتے ہیں یا تارکول کا کاروبار یا کام کرتے ہیں ان کے متعلق یہ امر دریافت طلب ہے کہ رنگ یا تارکول جو ان کے ہاتھ یا پیر وغیرہ پر لگ جاتا ہے وہ صرف پانی سے دھونے سے صاف نہیں ہوتا اور وضو کرنے سے اس کے نیچے پانی نہیں پہنچ پاتا تو کیا ہاتھ یا پیر پر اس کے رہنے کی صورت میں وضو ہو جاتا ہے؟

جواب: رنگ ریز جو کپڑا رنگنے کا کام کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر جو رنگ لگا رہتا ہے اسے اتارنے کی ضرورت نہیں اس کے ہوتے ہوئے بھی وضو صحیح ہے البتہ لکڑی اور لوہے وغیرہ پر کرنے کا چکنے والا روغن اگر ہاتھ پیر وغیرہ پر جم جائے تو اسے اتارے بغیر وضو نہ ہوگا، یہی حکم تارکول کا ہے۔

ہاں اگر ایسے روغن کی تہہ نہیں جمی صرف رنگ نظر آتا ہے تو وضو ہو جائے گا۔ اس لیے کہ اس صورت میں پانی جلد تک پہنچنے میں کوئی مانع نہیں۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، وضو کے مسائل: ۲/ ۲۹

[2] احسن الفتاوی، الطہارۃ: ۲/ ۲۰، بحوالہ فتاوی شامی، الطہارۃ، مطلب فی ابحاث الغسل: ۱/ ۱۵۴

معذور کی تعریف اور اس کا حکم

سوال: میرے ایک دوست گیس کے مریض ہیں۔ ایک رکعت میں بھی وضو قائم نہیں رکھ سکتے۔ ان کے لیے نماز پڑھنے اور تلاوت ونوافل کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ اسی حالت میں یہ عبادات ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: آپ کے دوست ایک مرتبہ ایسی نماز کا وقت منتخب کر لیں جو کم از کم ہو اور اس میں انھیں فرصت بھی ہو، مغرب کی نماز کا وقت سب اوقات سے کم ہوتا ہے، اس وقت میں خوب اہتمام سے اس کی کوشش کریں کہ پورے وقت میں ایسا موقع مل جائے جس میں وضو کر کے اور فرض نماز کی سنتیں چھوڑ کر فرض باوضو پڑھ سکیں، اگر اتنا وقت نہیں ملتا تو وہ معذورین کی صف میں شامل ہو گئے۔

آیندہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ (نماز کے) پورے وقت تک بیٹھ کر انتظار کرتے رہیں، بل کہ صرف پورے وقت میں ایک مرتبہ ریح کا خروج ضروری ہے۔ جب تک یہ حالت رہے گی یعنی ایک نماز کے وقت میں ایک مرتبہ بھی ریح کا خروج ہوتا رہے گا تو وہ معذور ہیں، ہر نماز کے وقت کے لیے نیا وضو ضروری ہوگا۔

اس وقت کے اندر اس ایک ہی وضو سے فرض، نفل، قرآن جو چاہیں پڑھ سکتے ہیں۔ وقت کے اندر خروجِ ریح کا عذر پیش آنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا (البتہ اس عذر کے علاوہ کوئی (دوسری) چیز وضو توڑنے والی صادر ہوئی مثلاً: پیشاب کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا)۔

جب اس نماز کا وقت نکل جائے تو وضو جاتا رہے گا...... پھر اس کا خیال رکھیں کہ ہر نماز کے وقت میں عذر پیش آتا ہے یا نہیں، اگر پورے وقت میں ایک مرتبہ

بھی عذر پیش نہ آیا تو معذور کا حکم ختم ہو جائے گا، اگر معذور کا حکم ثابت نہ ہوا تو وضو کر کے نماز شروع کر دیا کریں، اگر درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھیں۔ ■

نواقضِ وضو

خون نکالنا ناقضِ وضو ہے

سوال: کیا خون ٹیسٹ کرنا (جو ہسپتالوں میں مروج ہے) ناقضِ وضو ہے یا نہیں؟ اس لیے کہ اس میں خون نکلا نہیں، بل کہ نکالا گیا ہے۔

جواب: وضو ٹوٹنے کے لیے خون کا نکلنا اور نکالنا دونوں برابر ہیں، ■ لہٰذا جس طرح خون نکلنا ناقضِ وضو ہے اسی طرح خون نکالنے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ■

دانت سے خون نکلنے پر کب وضو ٹوٹے گا؟

سوال: اگر دانت میں سے خون نکلتا ہو اور وضو بھی ہو تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب: اگر اس سے خون کا ذائقہ آنے لگے یا تھوک کا رنگ سرخی مائل ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں۔ ■

■ احسن الفتاوی، الطہارۃ، احکام المعذور: ۲/ ۷۶، ۷۷

■ ردالمحتار، الطهارة، مطلب نواقض الوضوء: ۱/ ۱۳۶

■ احسن الفتاوی، الطہارۃ: ۲/ ۲۷

■ الفتاوى الهنديه، الطهارة، الباب الاول فى الوضوء، الفصل الخامس فى نواقض الوضوء: ۱/ ۱۱،
آپ کے مسائل اور ان کا حل، جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے: ۲/ ۵۲

بال بنوانے یا ناخن کٹوانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

سوال: باوضو شخص اگر بال بنوائے یا داڑھی کا خط بنوائے یا ناخن ترشوائے تو کیا اسے دوبارہ وضو کرنا پڑے گا؟ میرا مطلب ہے بال بنوانے، خط بنوانے یا ناخن ترشوانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: بال بنوانے یا ناخن تراشنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔[1]

نماز میں ہنسنے سے وضو پر اثر

سوال: میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہا تھا کہ کسی بات پر ہنسی آ گئی۔ میں نے بہت روکنے کی کوشش کی اور منہ کو دبایا مگر ناک سے زور سے ہنسی کی آواز نکل گئی۔ اس سے نماز اور وضو میں فساد آیا یا نہیں؟

جواب: اگر اتنی آواز نکلی کہ صرف پاس والا آدمی سن سکے تو صرف نماز فاسد ہوئی وضو نہیں گیا اور اگر ہنسی کی آواز اتنی بلند ہو کہ پاس والے آدمی کے علاوہ کچھ گرد و نواح کے لوگ بھی سن لیں تو (نماز بھی فاسد ہو گئی اور) وضو بھی جاتا رہا۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جن چیزوں سے وضو نہیں ٹوٹتا: ۲/ ۵۹

[2] فتاوی هندیه، الطهارة، الباب الاول فی الوضوء، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء: ۱/ ۱۲

تیمّم

نمازِ جنازہ اور سنتِ مؤکّدہ کے لیے تیمم

سُوال: اگر نمازِ جنازہ تیار ہو اور وضو کرنے لگے تو نماز ختم ہو جانے کا خطرہ ہو اس صورت میں تیمم کر کے نمازِ جنازہ میں شریک ہو جانا جائز ہے یا نہیں؟

جَواب: قاعدہ یہ ہے کہ اگر کسی عبادت کے فوت ہونے کا خطرہ ہو اور اس کی قضا بھی نہ ہو تو پانی موجود ہونے کے باوجود اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے۔ اس لیے نمازِ جنازہ کی آخری تکبیر سے قبل شرکت کی امید ہو تو تیمم جائز نہیں، ورنہ تیمم کر کے شریک ہو سکتا ہے۔

نمازِ عید کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر نماز ختم ہونے کا خوف ہو تو تیمم کر کے شریک ہو جائے۔ البتہ میت کے ولی کے لیے جس کو جنازہ رکوانے کا اختیار ہے ایسے وقت میں تیمم کر کے نمازِ جنازہ پڑھنا صحیح نہیں، بل کہ وہ جنازہ رُکوائے اور وضو کر کے نمازِ جنازہ پڑھے۔[1]

فالج کے مریض کے لیے تیمم کا حکم

سُوال: ہمارے والد صاحب کو فالج ہے۔ سرد موسم میں حکیم صاحب نے کہا ہے کہ جسم کو پانی بالکل نہ لگنے دیں۔ تو وہ تیمم کر کے نماز ادا کریں یا ایسے ہی پڑھتے رہیں؟

جَواب: اگر حکیم صاحب نے کہا ہے کہ وضو کرنا مضر ہے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں۔[2]

---

[1] احسن الفتاوی، الطهارة، باب التیمم: ۲/۵۹، الفتاوی الهندیه، الطهارة، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات: ۱/ ۳۱

[2] خیر الفتاوی، الطهارة، فصل فی التیمم: ۲/ ۱۲۱، الفتاوی الهندیه، الطهارة، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الاول فی امور لا بد منها فی التیمم: ۱/ ۲۸

تیمم مرض میں صحیح ہے کم ہمتی کی وجہ سے نہیں

سُوَال: میں ٹی بی کا دائمی مریض ہوں۔ اگست سے لے کر اپریل تک مجھے مسلسل بخار، نزلہ زکام اور جسم میں کہیں نہ کہیں درد رہتا ہے۔ اس تکلیف کی وجہ سے میں عصر سے عشاء تک کی نمازوں کے لیے تیمم کرتا ہوں۔ اسلامی رُو سے یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط تحریر فرمائیں؟

جَوَاب: اگر پانی نقصان دیتا ہو اور اس سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو آپ وضو کی جگہ تیمم کر سکتے ہیں، [1] لیکن محض کم ہمتی کی وجہ سے وضو ترک کر کے تیمم کر لینا صحیح نہیں۔ [2]

تیمم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

سُوَال: تیمم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟

جَوَاب: پاک ہونے کی نیّت کر کے دونوں ہاتھ مٹی پر پھیر کر ان کو جھاڑ لیجیے اور اچھی طرح چہرے پر مل لیجیے کہ ایک بال کی جگہ بھی باقی نہ رہے، پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لیجیے۔ [3]

وضو اور غسل کے تیمم کا ایک ہی طریقہ ہے

سُوَال: کیا وضو اور غسل کے تیمم میں کچھ فرق ہے؟

جَوَاب: وضو اور غسل کے تیمم میں کوئی فرق نہیں دونوں کا ایک ہی طریقہ ہے۔ [4]

---

[1] الدر المختار، باب التیمم: ۱/ ۲۳۳

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، تیمم: ۲/ ۶۴

[3] الفتاوٰی الھندیہ، الطھارۃ، الباب الرابع فی التیمم، الفصل الثالث فی المتفرقات: ۱/ ۳۰

[4] آپ کے مسائل اور ان کا حل، تیمم: ۲/ ۶۴

غسل کے مسائل

غسل کا مسنون طریقہ

سوال: غسلِ جنابت کا مکمل طریقہ کیا ہے؟

جواب: غسل کے لیے کپڑے اتارنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لے۔ پھر سب سے پہلے استنجا کیا جائے پھر جسم کے کسی حصہ پر اگر نجاست لگی ہو تو اسے صاف کیا جائے، پھر وضو کیا جائے۔

اگر غسل کسی ایسی جگہ کر رہا ہے کہ پانی نہیں نکلتا اور پاؤں میں جمع ہوتا ہے، تو پھر پاؤں آخر میں دھوئے، ورنہ مکمل وضو کرلے، اس کے بعد پورے بدن پر اس ترتیب سے پانی بہائے کہ پہلے سر پر پھر داہنے کندھے پر پھر بائیں کندھے پر پھر سارے جسم پر۔

غسل کے تین فرائض ہیں (۱) کُلّی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) سارے بدن پر پانی بہانا۔[1]

غسل کرتے وقت ناف میں اہتمام سے پانی پہنچانا اور منہ بھر کر کلی کرنے میں یہ اہتمام کرنا کہ اگر دانتوں میں کوئی چیز ایسی پھنسی ہو کہ پانی نہ پہنچے تو خلال کر کے نکالنا لازم ہے۔

غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

سوال: جس شخص پر غسل فرض ہو تو کیا کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ضروری ہے؟

---

[1] الفتاوی الهندية، الطهارة، الباب الثاني في الغسل، الفصل الثاني في سنن الغسل: ١/ ١٤

غسل میں کلی کرنا بھول گیا بعد میں یاد آیا تو از سرِ نو غسل کرے یا کہ صرف کلی کرلے؟

جواب: جی ہاں! کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور پورے بدن پر پانی بہانا پاک ہونے کے لیے شرط ہے اس کے بغیر غسل نہیں ہوگا، اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا بھول جائے تو جس وقت بھی یاد آجائے کلی کرلے، دوبارہ غسل کرنے کی ضرورت نہیں۔[1]

غسل میں مصنوعی دانتوں کا حکم

سوال: بعض لوگوں کے دانت ہلتے ہیں اور بعض کے تو بالکل گر جاتے ہیں۔ اس کے بعد یہ لوگ کسی دھات کا خول چڑھاتے ہیں۔ اب جب کہ غسل کی حاجت پیش آتی ہے تو کیا غسل کے وقت اس خول کو نکالنا ضروری ہے یا نہیں، اکثر یہ بہت مضبوط ہوتے ہیں بغیر ڈاکٹر کے نکالے نہیں نکلتے۔

جواب: ایسا خول لگانا ضرورت میں داخل ہے اور اتارنے میں حرج ہے، لہٰذا بغیر اُتارے غسل صحیح ہوجائے گا۔[2]

دانت بھروانے سے غسل میں رکاوٹ نہیں

سوال: میرے ایک دانت میں سوراخ ہے جس کی وجہ سے درد کرتا ہے اور منہ سے بدبو بھی آتی ہے۔ میں اس کو ڈاکٹر سے بھروانا چاہتا ہوں لیکن بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ ایسا کرنے سے غسل نہیں ہوتا؟

جواب: بعض لوگوں کی یہ رائے صحیح نہیں۔ دانت بھروالینے کے بعد جب مسالا دانت کے ساتھ پیوست ہوجائے تو اس کا حکم اجنبی چیز کا نہیں رہتا۔ اس لیے وہ غسل

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، الطہارۃ، باب الغسل: ۲/ ۳۳

[2] احسن الفتاوی الطہارۃ، باب الغسل: ۲/ ۳۲

کے صحیح ہونے سے مانع نہیں۔[1]

دانت میں لگائے گئے چاندی کے تار کا حکم

سؤال: اگر دانتوں کو چاندی کے تار سے بوجہ ہلنے کے باندھ لیا جائے تو اس صورت میں اگراس کے نیچے پانی نہ پہنچے توغسل درست ہوگا یانہیں؟

جواب: اگر دانتوں کے ہلنے کی وجہ سے چاندی یا سونے کا تار باندھا جائے تو اس میں غسل صحیح ہے، کیوں کہ یہ بوجہ ضرورت کے ہے۔[2]

اٹیچ باتھ روم میں غسل سے پاکی

سؤال: آج کل ایک فیشن ہوگیا ہے کہ مکان میں اٹیچ باتھ روم بنائے جاتے ہیں یعنی بیت الخلاء اور غسل خانہ ایک ساتھ ہوتا ہے توکیا ایسی جگہ وضو یا غسل کرنے سے انسان پاک ہو جاتا ہے؟

جواب: جس جگہ غسل کر رہا ہے اگر وہ پاک ہے اور ناپاک جگہ سے چھینٹیں بھی نہیں آتیں تو پاک نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اگر وہ مشکوک ہوتو پانی بہا کر پہلے اس کو پاک کرلیا جائے پھر غسل کیا جائے۔[3]

(اٹیچ باتھ کی صورت میں اگر درمیان میں دیوار کھڑی کر کے الگ کردیں یا پوری نہ ہوتو چند فٹ کی دیوار کھڑی کردیں تاکہ چھینٹیں غسل خانے کی طرف نہ آئیں تو یہ بہت ہی مناسب ہوگا کہ آدمی شکوک سے محفوظ رہے گا۔)

---

[1] آپ کے مسائل اوران کا حل، غسل کے مسائل: ۲/ ۵۲

[2] ماخوذ از فتاوی دار العلوم دیوبند، الطہارۃ، الباب الثانی فی الغسل، فصل اول فرائض غسل: ۱/ ۱۲۶

[3] آپ کے مسائل اوران کا حل، غسل کے مسائل: ۲/ ۵۳

قضائے حاجت اور غسل کے وقت کس طرف منہ کرے

سُؤال: غسل کرتے وقت کون سی سمت رخ ہونا چاہیے۔ آج کل غسل خانہ اور بیت الخلاء ایک ساتھ ہی ہوتے ہیں۔ ایسے میں غسل کے لیے کس سمت کا رخ کرے، نیز بیت الخلاء کے لیے کون سی سمت مقرر ہے؟

جواب: قضائے حاجت کے وقت نہ تو قبلہ کی طرف منہ ہونا چاہیے اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ ہونی چاہیے۔ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔[1] غسل کی حالت میں اگر غسل بالکل برہنہ ہوکر کیا جارہا ہوتو اس صورت میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے، بل کہ رُخ شمالاً جنوباً ہونا چاہیے اور اگر ستر ڈھانک کر غسل کیا جارہا ہے تو اس صورت میں کسی بھی طرف رُخ کر کے غسل کیا جاسکتا ہے۔[2]

غسل خانہ میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کا طریقہ اور دعا

سُؤال: غسل خانہ میں داخل ہونے اور باہر نکلنے کا مسنون طریقہ کیا ہے اور اس وقت کون سی دعا مسنون ہے؟

جواب: غسل خانہ میں بالعموم صفائی نہیں ہوتی اس لیے بیت الخلاء کی طرح غسل خانہ میں بھی داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں اندر رکھے اور نکلتے وقت پہلے

---

[1] سنن ابی داؤد، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة، الرقم:٨

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، غسل کے مسائل:٢ / ٥٤

دایاں پاؤں نکالے۔ غسل سے پہلے بِسۡمِ اللہِ پڑھنا مسنون ہے۔ غسل خانہ میں داخل ہونے سے پہلے اور غسل سے فارغ ہونے کے بعد غسل خانے سے باہر نکل کر وضو کے بعد والی دعا پڑھے۔

لیکن اگر غسل خانہ نہایت صاف ستھرا ہو اور اس کے اندر بیت الخلا نہ ہو تو اِس میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت جو پاؤں چاہے پہلے رکھے اور بِسۡمِ اللہِ بھی غسل خانہ کے اندر کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھے اور اگر لنگی وغیرہ باندھ کر غسل کر رہا ہو تو کپڑے اتارنے کے بعد بِسۡمِ اللہِ پڑھے اور حالت غسل میں وضو کی دعائیں بھی پڑھ سکتا ہے۔[1]

غیر ضروری بال کتنے دنوں میں صاف کریں؟

سُؤَال: آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ جسم کے غیر ضروری بال کتنے دنوں کے بعد صاف کرنے چاہییں؟

جَوَاب: غیر ضروری بالوں کا ہر ہفتے صاف کرنا مستحب ہے۔ چالیس دن تک صفائی مؤخر کرنے کی اجازت ہے، اس کے بعد گناہ ہے، البتہ نماز اس حالت میں بھی ہو جاتی ہے۔[2]

فَائِدَہ: غیر ضروری بالوں کی صفائی نہ کرنے کی وجہ سے بو پیدا ہو جاتی ہے، خود کو بھی تکلیف ہوتی ہے اور آس پاس کے لوگ بھی متاثر ہوتے ہیں، نفاست اور اسلام کے مزاج کے بھی خلاف ہے، اس لیے کوشش کرکے ہفتہ کے ہفتہ ہی صفائی کا اہتمام

---

[1] احسن الفتاوی الطہارۃ، باب الغسل: ۲/ ۳۷

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، غسل کے مسائل: ۲/ ۵۷

کر لینا چاہیے۔ حدیث شریف میں آتا ہے:

"اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ، نَظِیْفٌ یُحِبُّ النَّظَافَةَ." [1]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ پاک ہیں اور پاکیزگی کو پسند فرماتے ہیں۔ وہ ستھرے ہیں، صفائی کو پسند کرتے ہیں۔"

غیر ضروری بال کہاں تک صاف کریں؟

سوال: زیر ناف بال جنھیں صاف کرنے کا حکم ہے۔ ان بالوں کی حدود کہاں سے کہاں تک ہے؟

جواب: ناف سے لے کر رانوں کی جڑ تک اور شرم گاہ کے ارد گرد (آگے پیچھے) جہاں تک ممکن ہو صفائی کرنا ضروری ہے۔ [2]

---

[1] جامع الترمذي، الأدب، باب ما جاء في النظافة، الرقم: ٢٧٩٩

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، غسل کے مسائل: ۵۸/۲

تیسرا باب

کتاب الصلاۃ

نماز کے مسائل

اسلام کے پانچ ارکانوں میں ایمان کے بعد سب سے اول درجہ نماز کا ہے اور نماز سے متعلق مختلف مسائل ہیں جن کا جاننا ضروری ہے، تاکہ نماز صحیح ادا ہو سکے، نماز کے اس باب میں ذیل کے عنوانات کے اہم ضروری مسائل کو ذکر کیا گیا ہے:

نماز کے شرائط و ارکان، نماز کے مختلف مراحل: قیام، قرات، قعود وغیرہ، مسجد کے احکام، باجماعت نماز کے مسائل، مکروہات ومفسداتِ نماز، نماز توڑنے کے اعذار، مسائل جمعہ، عیدین کی نماز، مسافر و بیمار کی نماز، نماز وتر اور تراویح اور جنازہ کے مسائل وغیرہ۔

کتاب الصلاۃ

نماز کب فرض ہوتی ہے؟

سوال: نماز کب فرض ہوتی ہے؟ کیا اس کے لیے عمر کی کوئی حد مقرر ہے؟

جواب: نماز بالغ ہونے پر فرض ہوتی ہے، اگر بالغ ہونے کی علامتیں جو لڑکے اور لڑکی کے لیے شرعاً متعین ہیں ظاہر ہو جائیں تو نماز اسی وقت سے فرض ہوتی ہے اور اگر کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو لڑکا لڑکی پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بالغ سمجھے جائیں گے اور جس دن سولھویں سال میں قدم رکھیں گے اس دن سے ان پر نماز وروزہ فرض ہوں گے۔ واللہ اعلم

فائدہ: یعنی اسلامی تاریخ کے حساب سے جس لمحہ مکمل ۱۵ سال کے ہو جائیں گے تو اسی وقت سے نماز فرض ہوگی۔

جو فرض نماز کی اجازت نہ دے اس کی ملازمت جائز نہیں

سوال: میں ایک ایسی جگہ پر دکان داری کی مزدوری کرتا ہوں جہاں مجھے دوپہر ۱۲ بجے سے رات ۱۰ بجے تک ڈیوٹی دینی پڑتی ہے۔ اس ڈیوٹی کے دوران ۴ نمازوں کا وقت آتا ہے، جب کہ مالک مجھے نماز کے لیے وقفہ نہیں دیتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے

■ الفتاوی الهندية، الصلوٰة: ۱/ ۵۱

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز کی فرضیت واہمیت: ۲/ ۹۲

چھٹی کے بعد میں یہ نمازیں قضا پڑھتا ہوں۔

برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا میری یہ نمازیں قبول ہوں گی؟ اگر نہیں تو پھر مجھے کوئی راستہ بتائیں کہ میں کیا کروں؟

جواب: ایسا شخص جو فرض نماز کی بھی اجازت نہیں دیتا اس کے یہاں ملازمت ہی جائز نہیں۔[1]

نماز کے وقت کاروبار میں مشغول رہنا حرام ہے

سوال: ایک آدمی دکان کرتا ہے یا کوئی بھی کاروبار کرتا ہے۔ جب اذان ہوتی ہے تو نماز نہیں پڑھتا یا جماعت سے نہیں پڑھتا تو اس کا نماز کے وقت کاروبار کرنا کیسا ہے اور جو رقم اس نے نماز کے وقت کمائی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟

جواب: کمائی تو حرام نہیں، مگر کاروبار میں اس طرح مشغول رہنا کہ نماز فوت ہو جائے یا جماعت کا اہتمام نہ کرنا حرام ہے۔[2]

نمازِ اشراق کا وقت کب ہوتا ہے؟

سوال: اشراق کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے اور کب تک رہتا ہے؟

جواب: سورج نکلنے کے بعد جب تک دھوپ زرد ہے نماز مکروہ ہے اور دھوپ کی زردی کا وقت مختلف موسموں میں کم وبیش ہو سکتا ہے۔ عام موسموں میں ۱۵ سے ۲۰ منٹ میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے اتنا وقفہ ضروری ہے۔[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز کی فرضیت واہمیت: ۲/ ۹۵

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز کی فرضیت واہمیت: ۲/ ۹۹

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز کے مسائل، اوقاتِ نماز: ۲/ ۱۴۱

مغرب کی نماز کب تک ادا کی جاسکتی ہے؟

سوال: مغرب کی نماز غروبِ آفتاب کے کتنی دیر بعد تک ادا کی جاسکتی ہے؟

جواب: غروب کے بعد اُفق پر جو سرخی رہتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں۔ جب تک افق پر سرخی موجود ہو[1] (اور یہ وقت تقریباً سوا گھنٹہ تو ہوتا ہی ہے اور کم وبیش بھی ہوسکتا ہے) تب تک مغرب کی نماز ادا ہوسکتی ہے۔ عوام میں جو مشہور ہے کہ ذرا سا اندھیرا ہوجائے تو کہتے ہیں کہ مغرب کا وقت ختم ہوگیا اب عشاء کے ساتھ پڑھ لینا، یہ بہت غلط ہے۔

مغرب کی نماز میں قصداً تاخیر کرنا مکروہ ہے، لیکن اگر کسی مجبوری سے تاخیر ہوجائے تو شفق غروب ہونے سے پہلے ضرور پڑھ لینی چاہیے، ورنہ نماز قضا ہوجائے گی اور نماز کا قصداً قضا کردینا گناہِ کبیرہ ہے۔[2]

---

[1] الفتاوی الهندیه، الصلوٰة، الباب الاول فی المواقیت، الفصل الاول فی اوقات الصلوٰة: ۱/۵۱

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، اوقات نماز: ۲/۱۴۹

احکامِ مساجد

غصب کی ہوئی زمین پر مسجد بنانا

سوال: کسی مسجد کی انتظامیہ حکومت کی اجازت سے یا بلا اجازت کے کسی دفتر یا ادارہ پر قبضہ کر کے اسے مسجد میں شامل کرلے تو کیا وہ جگہ غصب شدہ تصور ہوگی؟ اور کیا اُس جگہ نماز ہوجائیگی یا نہیں؟

جواب: غصب شدہ جگہ پر مسجد نہیں بن سکتی، جب تک مالک سے اس کی اجازت نہ لے لی جائے۔ حکومت کے کسی دفتر یا ادارہ پر قبضہ کر کے اسے مسجد میں شامل کرنا بھی غصب ہے، البتہ جو جگہ علاقے کے لوگوں کی ضرورتوں کے لیے خالی پڑی ہو وہاں مسجد بنانا جائز ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ لوگوں کی ضرورت کے مدِّنظر وہاں مسجد بنوائے۔[1]

مسجد میں دنیاوی باتیں

سوال: آج کل یہ عام بات ہے کہ اکثر حضرات مسجد میں بیٹھ کر ملکی حالات یا بین الاقوامی حالات یا دنیا داری کی باتیں کرتے ہیں۔ منع کرنے پر یہ کہتے ہیں کہ سیاست دین سے علاحدہ نہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ مسجدِ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسائل حل کیا کرتے تھے۔ آپ کے پاس وفود آتے تھے اور آپ بھی باتیں کیا کرتے تھے۔ کیا مسجد میں اس طرح باتیں کرنا چاہییں یا نہیں؟

جواب: حدیث میں ہے کہ مساجد صرف ذکر اللہ، تلاوتِ قرآن اور نماز کے لیے بنائی گئی ہیں، مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا مکروہ ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دین اور سیاست جدا نہیں، مگر سیاست سے دینی سیاست مراد ہے، دورِ حاضر کی سیاست مراد نہیں۔

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسجد کے مسائل: ۲ / ۱۸۸

بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کثرتِ ذکر سے بازار کو مسجد بنادیا تھا اور تم نے مسجد کو بازار بنالیا ہے، البتہ ضرورت کی بات مسجد میں کرلینا جائز ہے، لیکن لایعنی قصّے لے کر بیٹھ جانا، اس کی اجازت نہیں۔ ■

مسجد میں بھیک مانگنا

سؤال: اکثر مساجد میں نماز کے بعد گداگر (بھکاری) اپنی مختلف مجبوریاں بیان کرتے ہیں اور پھر امداد کے طلب گار ہوتے ہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ مساجد میں اپنے لیے سوال کرنا اور نمازیوں کا سائل کی مدد کرنا کہاں تک مناسب ہے؟

جواب: مسجد میں بھیک مانگنا ممنوع ہے۔ ایسے لوگوں کو مسجد سے باہر کھڑے ہونا چاہیے اور مسجد میں مانگنے والوں کو دینا بھی نہیں چاہیے، لیکن اگر کسی ضرورت مند کی امداد کے لیے دوسرا آدمی اپیل کرے تو یہ جائز ہے۔ ■

قبضہ کی زمین پر نماز پڑھنا

سؤال: کسی کی زمین پر قیمت ادا کیے بغیر مسجد بنادی گئی ہو، تو کیا یہ جائز ہے؟ اور اس میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: یہ غصب ہے اور غصب کردہ جگہ میں مسجد بنانا دُرست نہیں، اس لیے غصب کی ہوئی جگہ میں جو مسجد بنائی گئی ہے، جب تک زمین کا مالک اس کو مسجد کے لیے وقف نہ کرے، اس پر مسجد کے اَحکام جاری نہیں ہوں گے اور وہاں نماز پڑھنا گناہ ہے، گو نماز ہوجائے گی۔ ■

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسجد کے مسائل: ۲/ ۱۹۸

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسجد کے مسائل: ۲/ ۱۹۹

■ آپ کے مسائل اور ان کے حل، شرائطِ نماز: ۳/ ۳۳۸

اذان واقامت

نماز کے لیے اذان واقامت کی شرعی حیثیت

سوال: نماز کے لیے اذان اور اقامت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور مسجد میں قضا نماز پڑھنے کے لیے اذان واقامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ❶ پنج وقتیہ اور جمعہ کی نماز کے لیے اذان واقامت کہنا سنتِ مؤکدہ ہے۔[1]

❷ اگر کوئی شخص مسجد میں تنہا قضا نماز پڑھنا چاہے تو اس آدمی کے لیے اذان اور اقامت کہنا شریعت سے ثابت نہیں، اس لیے اذان اور اقامت کے بغیر قضا پڑھے۔

اگر قضا نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہے ہیں، تو پہلی نماز کے لیے اذان اور اقامت کہی جائے اور باقی نمازوں کے لیے اذان کہنا یا نہ کہنا ان کے اختیار میں ہے، البتہ اقامت ہر نماز کے شروع میں کہی جائے۔[2]

داڑھی منڈے یا نابالغ کی اذان

سوال: کیا نابالغ کی اذان ہو جاتی ہے کہ نہیں اور بالغ کی شریعت میں کیا عمر ہے؟ نیز کیا اس شخص کی اذان ہو جاتی ہے جو داڑھی منڈاتا ہو یا ایک مشت سے کم رکھتا ہو؟

جواب: داڑھی منڈے کی اذان واقامت مکروہ تحریمی ہے۔ اسی طرح جس شخص کی داڑھی کاٹنے کی وجہ سے ایک قبضہ (مشت) سے کم ہو اس کی اذان واقامت بھی مکروہ تحریمی ہے۔ (احتیاط یہ ہے کہ) اذان دوبارہ کہی جائے مگر اقامت دوبارہ نہ کہی جائے۔

---

[1] الفتاوٰی الهندیه، الصلاة، الباب الثانی فی الاذان، الفصل الاول فی صفته واحوال المؤذن: ۱/ ۵۹

[2] نماز کے مسائل کا انسائیکلو پیڈیا، قاف: ۳/ ۲۵۹

نابالغ لڑکا اگر ہوشیار و سمجھ دار ہو تو اس کی اذان صحیح ہے مگر خلاف اولیٰ ہے، بلوغ کا علامتوں کے ذریعہ پتا چلایا جاسکتا ہے۔ اگر بالغ ہونے کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال کا لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ تصور کیے جاتے ہیں۔[1]

نومولود کے کان میں اذان دینے کا طریقہ اور اس کا فائدہ

سُؤال: اسلام میں حکم ہے کہ نومولود کے کان میں اذان دی جائے۔ اس کا طریقہ کیا ہے اور اس کا فائدہ کیا ہے؟

جَواب: نومولود کو ہاتھوں پر اٹھا کر قبلہ رُو کھڑے ہوں۔ دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہیں اور...... حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ......اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ...... کے وقت حسبِ معمول دائیں بائیں منہ بھی پھیریں۔

اس اذان میں اتباعِ سنت کے ساتھ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ بچوں کی مشہور بیماری ''اُمّ الصِّبیان'' کے لیے فائدہ مند ہے۔[2]

فَائِدَة: ''اُمّ الصبیان'' بچوں کی ایک بیماری جس میں بچہ سُوکھتا جاتا ہے۔

---

[1] الفتاوی الهندية، الصلوٰة، باب الاذان: ۱/ ۵۳، ۵۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل، اذان اور اقامت: ۲/ ۲۳۵

[2] خیر الفتاوی، الصلوٰة، ما یتعلق بالاذان والقامة: ۲/ ۲۲۳

عام مجلس میں نہ جانے کے لائق کپڑوں میں نماز پڑھنا

سوال: بعض حضرات ننگے سر نماز پڑھتے ہیں حتیٰ کہ بنیان اور پاجامہ یا دھوتی میں بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بنیان بھی بغیر آستین کی اور بعض ایسا کرتے ہیں کہ صبح غسل کر کے ایک دھوتی باندھ لیتے ہیں اور ایک تولیہ (جس سے وہ اپنا بدن صاف کرتے ہیں) اپنے سر کے اوپر اوڑھ کر نماز پڑھنے لگتے ہیں، جب کہ پہننے کے لیے کپڑے اور ٹوپی بھی موجود ہوتی ہے مگر نہیں پہنتے۔

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتائیں کہ آیا اس طریقہ سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: نماز بارگاہِ خداوندی کی حاضری ہے، اس لیے نماز کے وقت اچھے کپڑے پہننے چاہییں، ایسے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے جنھیں پہن کر آدمی عام مجلس میں نہ جا سکے۔ اسی طرح مردوں کو ننگے سر نماز پڑھنا، اسی طرح کندھے اور بازو کھلے ہونے کی حالت میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[1]

سر پر رومال لپیٹ کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: اگر کوئی ٹوپی پہنے بغیر سر پر ایسا رومال لپیٹ کر نماز پڑھے کہ جس میں سر کا درمیانی حصہ کھلا رہے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: ٹوپی پہنی چاہیے، نماز کے وقت میں اس طرح سر پر رومال لپیٹنا مکروہ اور

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائطِ نماز: ۲/ ۲۴۵

منع ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے کہ سر پر رومال اس طرح لپیٹنا کہ درمیانی سر کا حصہ کھلا رہے مکروہ ہے۔

میلے کچیلے لباس میں نماز مکروہ ہے

سوال: جو لوگ گیراج کا کام کرتے ہیں، وہ جب مسجد میں نماز ادا کرنے آتے ہیں تو انھیں میلے کچیلے اور تیل والے کپڑوں میں نماز ادا کرتے ہیں۔ آپ فرمائیں کیا ان کپڑوں میں نماز ہوجاتی ہے؟

جواب: ایسے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے، نماز کے لیے الگ کپڑے ہونے چاہییں گیراج وغیرہ کا کام کرنے والوں کو نماز کے لیے الگ کپڑے رکھنے چاہییں۔

جان دار کے ڈیزائن والے کپڑوں میں نماز

سوال: کیا ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا جائز ہے جن پر کسی جان دار کا ڈیزائن بنا ہوا ہو؟

جواب: ایسے کپڑوں میں نماز مکروہ ہوگی، تصویر والے کپڑے میں ہرگز نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

فائدہ: اگر کوئی میلا کچیلا یا ایسا لباس جس میں جان دار کی تصویر یا ڈیزائن بنی ہو پہن کر مسجد میں آجائے تو اُسے اکیلے میں اچھے طریقے سے سمجھا دینا چاہیے۔

تصاویر والی دکان میں نماز ادا کرنا

سوال: میں ایک میڈیکل اسٹور پر کام کرتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے فرض نماز مسجد

فتاویٰ رحیمیہ، مکروہات صلوۃ، متفرق مسائل: ۵ / ۱۳۲

آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائط نماز: ۲ / ۲۴۵

آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائط نماز: ۲ / ۲۵۰

میں ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل دکان میں ادا کرتا ہوں، چند بزرگ حضرات کہتے ہیں کہ دکان میں تمھاری نماز نہیں ہوتی، کیوں کہ دکان میں دودھ کے ڈبوں پر، دوائیوں کی پیکنگ پر جانوروں اور دیگر اقسام کی تصاویر بنی ہوتی ہیں۔ مجھ جیسے کتنے ہی بھائی دکانوں میں نماز ادا کرتے ہیں اس سلسلے میں وضاحت فرمائیں؟

جواب: نماز تو ہو جائے گی، لیکن تصاویر سامنے ہوں تو نماز مکروہ ہے، اگر ان ڈبوں کو اس طرح رکھا جائے کہ تصویریں پچھلے رخ ہو جائیں تو کراہت جاتی رہے گی اور نماز درست ہوگی۔[1]

بار بار کپڑا ناپاک ہو جاتا ہو تو کیا کرے

سوال: خونی بواسیر ایک ایسا مریض ہے کہ ہر وقت اس کا خون رستا رہتا ہے، نماز کے لیے تو اس کو ایک بار ہی وضو کرنا پڑے گا کہ وہ معذور ہے، لیکن جو پاک کپڑا پہن کر وہ نماز پڑھتا ہے تو تھوڑی دیر میں پھر خون آلود ہو کر ناپاک ہو جاتا ہے، تو اس سلسلے میں ارشاد فرمائیں کہ وہ مریض کیا کرے کیا انھیں کپڑوں میں نماز پڑھ لے؟

جواب: اسی کپڑے میں نماز پڑھ لے، نماز توڑ کر نئے کپڑے بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائطِ نماز: ۲/۲۶۰

[2] خیر الفتاوی، الصلوۃ، ما یتعلق بصفۃ الصلوۃ: ۲/۲۹۶

نیّت

نیّت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا

سؤال: کیا زبان سے نماز کی نیت کرنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

جواب: زبان سے نماز کی نیت کے الفاظ کو نیت کہنا نہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نہ ائمہ متقدمین سے، اس لیے اصل نیت دل ہی کی ہے، مگر لوگوں پر وساوِس وخیالات اور افکار کا غلبہ رہتا ہے جس کی وجہ سے نیت کے وقت دل متوجہ نہیں ہوتا، دل کو متوجہ کرنے کے لیے متاخرین نے فتویٰ دیا ہے کہ نیت کے الفاظ زبان سے بھی ادا کر لینا بہتر ہے، تاکہ زبان کے ساتھ کہنے سے دل بھی متوجہ ہو جائے۔[1]

دل میں ارادہ کرنے کے بعد اگر زبان سے غلط نیت نکل گئی

سؤال: بعض مرتبہ ہم لوگ جلدی میں غلط نیت کر لیتے ہیں جیسے کہ ہمیں پڑھنی تو چار سنتیں ہیں لیکن ہم نے دو سنت کی نیت کر لی تو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟

جواب: نیت اصل میں زبان سے نہیں ہوتی بل کہ یہ دل کا فعل ہے، پس اگر دل میں ارادہ چار رکعت کا تھا اور زبان سے دو کا لفظ نکل گیا تو نیت صحیح ہے اور سنتوں میں تو مطلق نماز کی نیت بھی کافی ہے، اگر چار کی جگہ دو کا یا دو کی جگہ چار رکعت کا لفظ کہہ دیا یا رکعتوں کا ذکر ہی نہیں کیا تب بھی سنتوں کی نیت صحیح ہو گی۔[2]

اگر مسافر کو قبلہ معلوم نہ ہو تو کیا کرے

سؤال: اگر مسافر دورانِ سفر کسی ایسی جگہ قیام کرے جہاں قبلہ کی سمت کا اندازہ نہ ہو سکے تو پھر کیا حکم ہے؟

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائط نماز: ۲/ ۲۶۴

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، شرائط نماز: ۲/ ۲۶۶

جواب: اوّل تو کسی سے دریافت کرے، اگر وہاں کوئی بتانے والا نہ ہو تو خود سوچ غور وفکر کے بعد جس طرف طبیعت کا رجحان ہو کہ قبلہ اس طرف ہوگا اسی طرف رُخ کرکے نماز پڑھ لے۔[1]

ریل گاڑی میں بھی قیام فرض ہے

سوال: ریل گاڑی میں بوجہ کثرتِ ہجوم کے فرض نماز بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ریل گاڑی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے، پہلے لوگوں سے جگہ کی درخواست کی جائے اگر وہ جگہ نہ دیں اور باوجود کوشش کے جگہ نہ ملے تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے، لیکن اس کا اعادہ لازم ہوگا۔[2]

جو کھڑا ہو سکتا ہے مگر رکوع وسجود نہ کرسکتا ہو تو وہ کیا کرے

سوال: ایک آدمی کمزور وناتواں ہے وہ کھڑا ہو جائے تو بیٹھ نہیں سکتا، اگر بیٹھے تو کھڑا نہیں ہو سکتا اور اگر بیٹھ کر نماز ادا کرے تو سجدہ نہیں کرسکتا وہ کس طرح نماز ادا کرے؟

جواب: مذکورہ آدمی بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجود اشارہ سے ادا کرے سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ پست ہو۔[3]

جو شخص نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو اس کا حکم

سوال: جو شخص صحت مند ہو اور نماز کے اندر قیام، رکوع اور سجدہ باقاعدہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو تو اس کے لیے کُرسی پر بیٹھ کر نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کی نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

---

1. آپ کے مسائل اوران کا حل، شرائط نماز: ۲ / ۲۶۷
2. ماخوذ از خیر الفتاوی، الصلوۃ، ما یتعلق بصفۃ الصلوۃ: ۲ / ۲۴۳
3. ماخوذ از خیر الفتاوی، الصلوۃ، ما یتعلق بصفۃ الصلوۃ: ۲ / ۲۵۰

جواب: جو شخص نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ کرنے کی قدرت رکھتا ہو، اس شخص کو زمین پر یا تخت پر یا چوکی پر تمام فرض نمازیں اور واجب نمازیں، جیسے وتر اور عیدین کی نمازیں باقاعدہ کھڑے ہوکر پڑھنا فرض ہے، کُرسی وغیرہ پر بیٹھ کر ان نمازوں کو پڑھنا جائز نہیں، اس کے باوجود اگر وہ کرسی وغیرہ پر یہ نمازیں پڑھتا ہے تو ایسے شخص کی نمازیں ادا نہ ہوں گی اور ایسی پڑھی ہوئی تمام نمازیں لوٹانی ہوں گی۔[1]

کُرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے؟

سوال: کُرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا کب جائز ہے اور کب جائز نہیں؟

جواب: جس شخص میں فرض نماز یا واجب نماز یا سنت مؤکدہ نماز میں قیام یا رکوع وسجدہ یا صرف سجدہ کرنے قدرت نہیں ہے تو اس کے لیے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے، لیکن اگر وہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہو تو اسے زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیے، بلاضرورت کرسی پر نہیں پڑھنی چاہیے۔

جو شخص بیمار ہے یا کم زور ہے جس کی وجہ سے وہ کھڑا نہیں ہوسکتا یا کھڑا تو ہوسکتا ہے لیکن کھڑے ہونے سے اس کو سخت تکلیف ہوتی ہے یا بیماری بڑھ جانے یا دیر سے ٹھیک ہونے کا یقین یا غالب گمان ہے یا کھڑے ہونے کی صورت میں سر چکرا کر گرنے کا اندیشہ ہو، جس کی وجہ سے رکوع وسجدہ نہ کرسکتا ہو تو ان سب صورتوں میں زمین پر یا کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

جو شخص ان صورتوں میں قیام، رکوع اور سجدہ معمولی تکلیف کے ساتھ ادا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اس کے لیے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، کیوں کہ یہ شخص صحت مند ہے اور اس کے لیے قیام، رکوع اور سجدہ باقاعدہ ادا کرنا فرض ہے۔[2]

---

[1] کرسی پر نماز کے مسائل از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب: ٦

[2] کرسی پر نماز کے مسائل از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب: ٨

جو شخص صرف قیام پر قادر نہ ہو لیکن رکوع وسجدہ کرسکتا ہو

سؤال: جو شخص کسی عذر کی وجہ سے نماز میں قیام پر قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ رکوع اور سجدہ کرسکتا ہو تو کیا اس کے لیے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا ایسے شخص کے لیے اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرنا جائز یا نہیں؟

جواب: جو شخص نماز کے اندر کسی عذر کی وجہ سے قیام کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، البتہ رکوع اور سجدہ کرسکتا ہو تو ایسے شخص کے لیے بہتر یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر ہی نماز ادا کرے، باقاعدہ جھک کر رکوع کرے اور زمین پر سر ٹکا کر سجدہ کرے، محض اشارہ سے رکوع اور سجدہ کرنا جائز نہیں، ایسا کرنے سے اس کی نماز نہ ہوگی۔

اور بلا عذر کرسی استعمال نہ کرے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو تو رکوع کے وقت باقاعدہ جھک کر رکوع کرنے کے بعد سجدہ کے وقت نیچے زمین پر اتر کر سر ٹکا کر سجدہ کرنا ضروری ہے، کرسی کے سامنے تختہ یا میز پر بھی سجدہ نہ کرے، کیوں کہ یہ حقیقی سجدہ نہیں ہے جب کہ یہ شخص باقاعدہ سر ٹکا کر سجدہ کرنے پر قادر ہے۔[1]

قیام، رکوع اور سجدہ پر قدرت نہ ہونے سے کیا مراد؟

سؤال: نماز کے اندر قیام یا رکوع یا سجدہ کرنے یا تینوں کے کرنے کی قدرت نہ ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور اس کی کیا حدود ہیں؟

جواب: نماز میں قیام، رکوع اور سجدہ یا ان میں سے کوئی ایک یا سب ادا کرنے کی قدرت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ نمازی کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے ان کے ادا

---

[1] کرسی پر نماز کے مسائل از مفتی عبدالرؤف سکھروی صاحب: ۹

کرنے سے قاصر ہوجائے یا ان کی ادائیگی کی وجہ سے اس کو سخت تکلیف ہوتی ہو یا بیماری کے بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ ہو یا ان کو ادا کرنے سے شدید درد ہوتا ہو یا چکر آتا ہو تو سمجھا جائے گا کہ نمازی کے اندر ان ارکان کے ادا کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

جس صورت میں قیام یا رکوع یا سجدہ ادا کرنے سے بیماری بڑھنے یا دیر سے اچھا ہونے کا اندیشہ ہو، اس صورت میں مریض کا اپنا یقین یا غالب گمان ہونا یا کسی مسلمان تجربہ کار طبیب کا بتلانا کافی ہے۔[1]

اس مسئلہ سے متعلق مزید معلومات جاننی ہو تو کسی مستند دار الافتاء کی طرف رجوع کر کے معلوم کرلیا جائے۔

قرأت

ہر رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھنا

سؤال: کیا ہر نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھنے سے نماز صحیح ہو گی یا ثواب پر اثر پڑے گا؟

جواب: سورۂ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں ایک ہی سورہ پڑھنا مکروہ ہے، اس لیے کم سے کم چار سورتیں تو ہر مسلمان کو یاد کرلینی چاہییں اور جب تک یاد نہ ہوں ہر رکعت میں سورۂ اخلاص ہی پڑھ لیا کریں، نماز ہوجائے گی۔[2]

---

1. کرسی پر نماز کے مسائل: ۸
2. آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز میں کیا پڑھتے ہیں؟: ۲/ ۲۹۱

گونگا نماز کیسے پڑھے؟

سُوَال: گونگا آدمی نماز کیسے پڑھے جب کہ وہ نہ سُن سکتا ہے اور نہ بول سکتا ہے؟

جَوَاب: گونگا قیام وغیرہ تمام افعال ادا کرے زبان کا ہلانا ضروری نہیں اس کے دل کی نیت ہی تکبیرِ تحریمہ کے قائم مقام ہے۔[1]

فرض نماز میں مسنون قرأت

سُوَال: فرض نمازوں میں ویسے تو پورے قرآنِ کریم میں سے جہاں سے چاہے پڑھ لے، نماز ہو جائے گی، لیکن مسنون قرأت کون سی ہے جس میں زیادہ ثواب ہو؟

جَوَاب: فرائض میں مفصّلات[2] پڑھنا افضل ہے یعنی فجر[3] اور ظہر میں طوالِ مفصّل (سورۃ الحجرات سے سورۃ البروج تک) عصر اور عشا[4] میں اوساطِ مفصّل (سورۃ البروج سے سورۂ لم یکن تک) اور نمازِ مغرب[5] میں قصارِ مفصل (سورۂ لم یکن سے سورۃ الناس تک) پڑھنا چاہیے۔[6]

فَائِدَہ: اگر مسنون مقدار پر قرآن پڑھنا نہ آتا ہو تو اس کے لیے آپ چاہے عمر کی کسی بھی منزل پر ہوں، کسی ماہرِ قرآن سے اصلاح کرانے کی کوشش کریں، اگر مرتے دم تک مکمل اصلاح نہ بھی ہوئی، تب بھی قیامت کے دن سیکھے ہوؤں کے ساتھ

---

[1] خیر الفتاوی، الصلوٰۃ، ما یتعلق بالقراءۃ وزلۃ القاری: ۲/ ۳۰۹

[2] مفصل یا مفصلات سورۃ الحجرات سے ختم قرآن یعنی سورۃ الناس تک کی سورتوں کو کہا جاتا ہے، یہ سورتیں پورے قرآن کا خلاصہ ہیں، اس طور پر کہ قرآن کریم کے جو مضامین اختصار اور اجمالی طور پر متفرق سورتوں میں ہیں وہ ان سورتوں میں یکجا اور تفصیلی طور پر بیان فرمائے گئے ہیں۔ (مظاہر حق، قرآن کے فضائل کا بیان: ۲/ ۴۲۶)

[3] جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب القراءۃ فی صلاۃ الصبح، الرقم: ۳۰۶

[4] جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ فی صلاۃ العشاء، الرقم: ۳۰۹

[5] جامع الترمذی، ابواب الصلاۃ، باب ماجاء فی القراءۃ فی المغرب، الرقم: ۳۰۸

[6] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز میں کیا پڑھتے ہیں: ۲/ ۲۹۱

اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حشر ہونے کی امید ہے۔ گھر کی عورتیں اپنے محارم مردوں سے یا خاندان میں موجود کسی صحیح قرآن پاک پڑھنے والی استانی (خاتون) سے اصلاح کرائیں۔ یعنی ان کو ترتیب وار سنائیں اور اپنی اصلاح کریں۔" [1]

باجماعت نماز اور اُس کے مسائل

مرد کا گھر میں نماز پڑھنا

سوال: کیا مرد گھر میں نماز پڑھ سکتا ہے؟ گھر میں نماز پڑھنے کے لیے کون کون سے عذر ہیں؟

جواب: نماز تو ہو جاتی ہے، مگر فرض نماز کے لیے مرد کو مسجد میں جانا ضروری ہے اور بغیر عذر کے مسجد میں نہ آنے والوں کے لیے سخت وعید آئی ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایسے شخص کو منافق سمجھتے تھے جو نماز باجماعت کی پابندی نہیں کرتا تھا۔ مسجد میں حاضر نہ ہونے کے لیے بیماری، کیچڑ، خوف وغیرہ عذر ہو سکتے ہیں۔ [2]

امام کی توہین کرنے والے کی اسی امام کے پیچھے نماز

سوال: ایک شخص ذاتی اختلاف یا کسی اور وجہ سے ناحق امام کی بے عزتی کرتا ہے

---

[1] اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس سلسلے میں "مکتب تعلیم القرآن" کے نام سے مکاتبِ قرآنیہ کا کام تیزی سے پھیل رہا ہے، جس میں قرآن کریم، ایمانیات، عبادات، احادیث و مسنون دعائیں، سیرتِ رسول، اخلاق و آداب و عربی زبان جیسے اہم مضامین پر مشتمل "تربیتی نصاب" (برائے اسکول اور برائے حفظ و ناظرہ)، "تعلیم بالغان" اور "تعلیمِ بالغات" صرف روزانہ ڈیڑھ گھنٹے کی ترتیب پر پڑھائے جاتے ہیں۔

آپ بھی اپنے علاقے میں یہ مکتب قائم کیجیے، ان کی ترقی میں حصہ لیجیے اور چاہے عمر کے کسی حصے میں ہوں، اس مکتب سے فائدہ اُٹھایئے۔

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، گھر پر نماز پڑھنا: ۲/ ۳۲۵

اور پھر ان ہی امام صاحب کی اقتدا میں نماز پڑھتا ہے، آیا ایسے شخص کی نماز قبول ہوتی ہے؟ اور ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا سزا ہے؟

جواب: امام کی ناحق توہین کرکے وہ شخص گناہ کا مرتکب ہوتا ہے، اس کو اس سے توبہ کرنی چاہیے اور امام صاحب سے معافی مانگنی چاہیے، اس کی نماز اس امام صاحب کے پیچھے جائز ہے۔■

اگر امام سے کسی مسئلے پر اختلاف ہو جائے تو؟

سوال: اگر کسی مسئلے پر امام صاحب کے ساتھ اختلاف ہو جائے یا کچھ ناراضی ہو جائے تو کیا اس امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جائے گی؟ اور جو پہلے نمازیں پڑھ چکے ہیں ان کو لوٹانا پڑے گا؟

جواب: امام صاحب سے اگر کسی مسئلہ پر اختلاف ہو جائے خواہ امام کی غلطی ہو یا مقتدی کی اس امام کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح ہے، اس کو لوٹایا نہیں جائے گا، لیکن بلا وجہ امام صاحب سے اختلاف اور ناراضی اور اس کے خلاف دل میں بغض رکھنا جائز نہیں۔ آیندہ بھی اس کے پیچھے نماز جائز ہے، اس اختلاف کی وجہ سے امام کے پیچھے نماز چھوڑ دینا صحیح نہیں۔■

صف سے دور کھڑے رہ کر تکبیرِ تحریمہ کہنا

سوال: امام رکوع میں ہو اور کوئی آدمی آ جائے، اب اگر وہ صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے تو رکعت فوت ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ کہہ دے تو کیسا ہے؟

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، امام کے مسائل: ۲/ ۳۵۷

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، امام کے مسائل: ۲/ ۳۵۸، ملخصاً

جواب: صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے رہنا مکروہ ہے، صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہو جائے، اس لیے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بنسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔[1]

کرفیو کی حالت میں مسجد میں جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام کہ کرفیو کے اوقات میں مساجد میں باجماعت نماز پڑھنے جانا چاہیے یا گھر میں نماز ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: اگر فوج نماز کے لیے مسجد جانے والوں کو منع نہ کرتی ہو تو مسجد میں جانا ضروری ہے، ورنہ گھر میں جماعت کے ساتھ نماز ادا کی جائے گی۔ قانون کی خلاف ورزی اور عزت و جان کو خطرے میں ڈالنا جائز نہیں۔[2]

مسبوق کے مسائل

مسبوق اپنی باقی رکعتیں کس طرح پوری کرے

سوال: مسبوق یعنی جس کی امام کے پیچھے کچھ رکعتیں رہ گئی ہوں وہ اپنی بقیہ رکعات کس طرح ادا کرے؟ مثلاً: امام کے ساتھ تین رکعتیں ادا کیں اور ایک رکعت اس کی رہ گئی یا امام کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور اس کی دو رکعتیں باقی رہ گئیں یا امام کے پیچھے ایک رکعت ادا کی بقیہ تین رکعات اس کی باقی ہیں؟

جواب: اگر ایک رکعت رہ گئی ہو تو اُٹھ کر جس طرح پہلی رکعت پڑھی جاتی ہے

[1] فتاوی رحیمیہ، مکروہات، متفرق مسائل: ۵/ ۱۳۴

[2] احسن الفتاوی، باب الامامۃ والجماعۃ: ۳/ ۳۱۱

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے شروع کرے اور سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھ کر رکعت پوری کرے اور اگر دو رکعتیں رہ گئیں ہوں تو اُٹھ کر پہلی دو رکعتوں کی طرح پڑھے، یعنی پہلی میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے شروع کرے اور سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی اور سورت پڑھ کر رکوع کرے۔

دوسری رکعت سورۂ فاتحہ سے شروع کرے اور اگر تین رکعتیں رہ گئیں ہوں تو پہلی رکعت سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ سے شروع کر کے سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور اس رکعت پر قعدہ کرے دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور سورت پڑھے اور تیسری میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھے اور آخری قاعدہ کرے اور پھر سلام پھیر دے۔ ■

ایک مسبوق کو دیکھ کر دوسرے مسبوق کا اپنی رکعت یاد کرنا

سُوَال: دو آدمی ایک ساتھ جماعت میں شریک ہوئے امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی فوت شدہ رکعتیں پڑھنے میں ایک کو شک ہوا کہ کتنی رکعتیں فوت ہوئی ہیں تو اس نے اپنے ساتھ والے کو دیکھ کر اس کی مانند اپنی نماز ختم کی تو نماز صحیح ہوئی یا دہرانی پڑے گی؟

جَوَاب: صورتِ مسئولہ میں نماز صحیح ہوگئی، دہرانے کی ضرورت نہیں۔ ■

سجدہ سہو کے سلام میں مسبوق کا حکم

سُوَال: مسبوق آدمی سجدہ سہو کا سلام پھیرنے میں امام کی متابعت کرے یا نہیں؟

جَوَاب: مسبوق آدمی سجدہ سہو میں تو امام کی اتباع کرے مگر سلام نہ پھیرے اگر

■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسبوق ولاحق کے مسائل: ۲/ ۴۰۹

■ فتاویٰ رحیمیہ، مسبوق، لاحق، مدرک: ۵/ ۱۵۶

قصداً امام کے ساتھ پھیرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔[1]

مسبوق کے بیٹھتے ہی امام قعدۂ اولیٰ سے اٹھ گیا

سُؤال: اگر کوئی شخص اس وقت جماعت میں شامل ہوا کہ امام قعدۂ اولیٰ پر بیٹھا ہے اس کے بیٹھتے ہی امام قعدہ اولیٰ سے کھڑا ہو گیا اور یہ شخص اَلتَّحِیَّاتُ نہ پڑھ سکا تو شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

جَواب: اس صورت میں مسبوق تشہد پورا کر کے اٹھے، بدون تشہد پورا کیے امام کی اتباع مکروہِ تحریمی ہے مگر نماز ہو جائے گی۔ آخری قعدہ میں شریک ہونے والے کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کا تشہد پورا ہونے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو تشہد پورا کر کے کھڑا ہو۔[2]

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد کیا پڑھے؟

سُؤال: مسبوق کو امام کے قعدۂ اخیرہ میں درود شریف و دعا بھی پڑھنی چاہیے یا نہیں؟

جَواب: مسبوق امام کے قعدہ اخیرہ میں درود شریف اور دعا نہ پڑھے بل کہ تشہد سے فراغت کے بعد خاموش رہے یا کلمۂ شہادت یا تشہد کا تکرار کرے، سب سے بہتر یہ ہے کہ تشہد ٹھہر ٹھہر کر پڑھے تا کہ امام کے سلام کے ساتھ تشہد سے فراغت ہو۔[3]

---

[1] فتاوی محمودیہ، الصلوۃ، مسبوق کی نماز کا طریقہ: ۲/ ۱۸۰

[2] احسن الفتاوی، الصلوۃ، باب المسبوق واللاحق: ۳/ ۳۷۶

[3] احسن الفتاوی، الصلوۃ، باب المسبوق واللاحق: ۳/ ۳۸۰

مکروہات ومفسداتِ نماز

نماز میں خیالات سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کرنا

سوال: میں جب نماز پڑھتا ہوں تو نگاہ سجدے کی جگہ پر ہوتی ہے مگر چوں کہ آس پاس کی چیزیں بھی نظر آتی ہیں اور خیال ان کی طرف چلا جاتا ہے۔ کیا اس صورت میں آنکھیں بند کی جاسکتی ہیں؟

جواب: غیر اختیاری طور پر اگر آس پاس کی چیزوں پر نظر پڑ جائے تو اس سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا، آنکھیں بند نہیں کرنی چاہییں۔ آنکھیں بند کرنے سے اگرچہ خیالات کے منتشر نہ ہونے میں مدد ملتی ہے اس کے باوجود آنکھیں کھول کر نماز پڑھنا افضل ہے اور آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ مستقل طور پر آنکھیں بند رکھی جائیں اور اگر کبھی کھول دے اور کبھی بند کرلے تو کراہت نہیں۔[1]

چُست لباس میں نماز پڑھنا

سوال: عورت کے لیے ایسا تنگ اور چست لباس کہ جس سے اعضا کی صورت وشکل نمایاں ہوتی ہو، جائز ہے؟ اور کیا ایسے لباس میں نماز درست ہے؟

جواب: ایسا تنگ اور چست لباس پہننا جس سے پوشیدہ اعضا کی شکل نظر آئے حرام ہے۔ اس طور پر پوشیدہ اعضا دکھانا بھی حرام اور دیکھنا بھی حرام ہے، اگرچہ بلاشہوت ہو۔ ایسا لباس اگر اتنا موٹا ہو کہ اس میں سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو تو اس میں اگرچہ نماز کا فرض ادا ہو جائے گا، مگر حرام لباس میں نماز مکروہ تحریمی ہے اور

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن چیزوں سے نماز فاسد یا مکروہ ہوجاتی ہے: ۲/ ۳۱۸

اسے دُہرانا واجب ہے۔[1]

نماز میں کپڑے سمیٹنا، بدن سے کھیلنا مکروہ ہے

سُؤال: میں اکثر دیکھتا ہوں کہ بعض نمازی نماز پڑھتے وقت اپنے کپڑوں کی شکنیں درست کرتے رہتے ہیں، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

جواب: نماز میں اپنے بدن سے یا کپڑے سے کھیلنا مکروہ ہے۔[2]

کھلی کہنی میں نماز پڑھنا

سُؤال: کہنی تک آستین چڑھا کر یا کہنی تک کی آستینوں والا کرتا پہن کر نماز پڑھنے سے نماز میں کوئی خرابی آتی ہے یا نہیں؟

جواب: اس طرح کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔[3]

فائدہ: اگر آستین چڑھی ہوئی ہے اور جماعت میں شامل ہو گئے تو دورانِ نماز ہی ایک ہاتھ سے آستین نیچے کر لے، لیکن خیال رہے کہ عملِ کثیر نہ ہو، یعنی دوسرا دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا، ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔[4]

---

[1] احسن الفتاوی، الصلوٰۃ، باب مفسدات الصلوٰۃ والمکروہات: ۳/ ۴۰۳ ملخصا

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن چیزوں سے نماز فاسد یا مکروہ ہو جاتی ہے: ۲/ ۲۴۲، احسن الفتاوی، الصلوٰۃ، باب مفسدات الصلوٰۃ والمکروہات: ۳/ ۴۰۷ ملخصا

[3] ردالمحتار، الصلاۃ، مطلب فی الکراھۃ التحریمیۃ التنزیھیۃ: ۲/ ٦٤٠

[4] نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ، خشوع وخضوع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم والی نماز کس طرح ہمارے عمل میں آجائے یہ جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "نمازیں سنت کے مطابق پڑھیے" کا مطالعہ اِن شآءَ اللہ بہت مفید رہے گا۔

نماز توڑنے والے اعذار

کتنا مال ضائع ہونے کے اندیشہ سے نماز توڑنا صحیح ہے

سوال: اگر نماز کے دوران جیب سے کچھ پیسے وغیرہ گر جائیں اور کوئی دوسرا شخص ان روپوں کو اٹھا کر لے جا رہا ہو تو کیا نماز توڑ کر اس کو پکڑنا چاہیے یا نماز ہی پڑھتے رہیں، اسی طرح دورانِ نماز یاد آیا کہ کوئی خاص چیز گھڑی وغیرہ وضو خانے میں بھول آئے ہیں تو کیا نماز توڑ سکتے ہیں؟

جواب: نماز توڑ کر اس آدمی کو پکڑنا صحیح ہے، نماز خواہ فرض ہو یا نفل اور جماعت کی ہو یا بغیر جماعت کی، نماز کے دوران اگر ایک درہم (3.0618 گرام چاندی) کی مالیت کے برابر چیز کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو نماز کو توڑ دینا جائز ہے۔

گھڑی یاد آنے کی صورت میں بھی (بشرط یہ کہ چوری ہونے کا خدشہ ہو) نماز توڑ کر گھڑی اٹھا لانا صحیح ہے۔[1] واللہ اعلم

دورانِ نماز بے ہوش کو اٹھانے کے لیے نماز توڑنا

سوال: نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو اور کوئی نمازی بوجہ کم زوری یا بیماری وغیرہ کے گر کر بے ہوش ہو جائے تو کیا ساتھ کھڑے ہوئے آدمی کو نماز توڑ کر اسے اٹھانا چاہیے یا نماز جاری رکھنی چاہیے۔ جب کہ آدمی نیچے تڑپ رہا ہو؟

جواب: نماز توڑ کر اس کو اٹھانا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ مدد نہ ملنے کی وجہ سے اس کی جان ضائع ہو جائے۔[2]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز توڑنے کے عذر: ۲ / ۳۲۲، خیر الفتاوی، الصلوٰۃ، ما یفسد الصلوٰۃ وما یکرہ فیہا: ۲ / ۴۳۴

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز توڑنے کے عذر: ۲ / ۳۲۳

مسائلِ جمعہ

اذانِ اول سے پہلے اور نماز کے بعد تجارت کا حکم

سُوال: جمعہ کے دن مسلمان سوداگروں اور دوکانداروں کو دوکان کھولنا چاہیے یا نہیں۔ اگر دُکانداروں اور پیشہ وروں کو اپنے کام کرنے کی اجازت ہے تو کس وقت سے کس وقت تک؟

جواب: جمعہ کے روز تمام کاروبار خرید وفروخت وغیرہ اذانِ اول تک جائز ہے اور اس کے بعد مکروہِ تحریمی ہے۔ پس اذان کے ہوتے ہی تمام کاروبار ترک کر کے جمعہ کے لیے حاضر ہونا چاہیے۔ اذان اول سے پہلے اہل پیشہ اپنا پیشہ اور دُکانداران خرید وفروخت کریں تو اس میں شرعًا کوئی ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح نمازِ جمعہ سے فراغت کے بعد بھی خرید وفروخت میں لگ سکتے ہیں۔[1]

جمعہ کے خطبے میں لوگوں کو کس طرح بیٹھنا چاہیے؟

سُوال: جمعہ کے خطبے کے درمیان لوگ پہلے خطبہ میں دوزانو ہو کر بیٹھتے ہیں اور ہاتھ بھی نماز کی طرح باندھ لیتے ہیں اور دوسرے خطبے میں قعدہ کی طرح ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لیتے ہیں کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

جواب: خطبۂ جمعہ کے دوران کسی خاص ہیئت سے بیٹھنا مسنون نہیں۔ جس طرح سہولت ہو بیٹھیں، مگر امام کی طرف متوجہ رہیں اور غور سے خطبہ سنیں، لوگوں کا جو

---

[1] فتاویٰ دار العلوم دیوبند، الصلوٰۃ، باب الجمعۃ: ۵ / ۶۹

جمعۃ المبارک کے فضائل اور جمعۃ المبارک کے دن کے مسنون اعمال واذکار اور دعائیں جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "جمعۃ المبارک کی برکتیں" کا مطالعہ کیجیے اور جمعۃ المبارک کے دن کو قیمتی بنائیے۔

دستور آپ نے ذکر کیا ہے یہ خودتراشیدہ ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔[1]

خطبۂ جمعہ کے دوران درود شریف پڑھنے کا حکم

سؤال: جمعہ کے خطبے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسمائے مبارکہ آتے ہیں تو اس دوران خاموشی سے خطبہ سنا جائے یا درود شریف اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جائے؟

جواب: خطبہ کے دوران زبان سے درود شریف پڑھنا جائز نہیں ہے، خاموش رہنا چاہیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی آئے تو دل میں بغیر زبان ہلائے درود شریف پڑھ لے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر بھی دل میں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہہ لے تو کوئی مضائقہ نہیں مگر زبان سے نہ کہے۔[2]

بیمار کی نماز

بیمار آدمی فرض نماز بیٹھ کر کب پڑھ سکتا ہے

سؤال: ایک آدمی بیمار رہتا ہے لیکن نماز کے لیے پیادہ چل کر آتا ہے اور بیٹھ کر نماز با جماعت ادا کرتا ہے تو اس کی نماز ہوگی یا نہیں؟ نیز بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت کب ہوگی؟

جواب: فرض اور واجب نماز میں قیام فرض ہے، اگر پوری رکعت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا ہو تو تکبیرِ تحریمہ کھڑے ہو کر کہے، سہارے کے بغیر کھڑا نہ ہو سکے تو دیوار یا عصا کا سہارا لے لے یا اپنے خادم وغیرہ اگر ہوں تو ان کا سہارا لے سکتا ہے۔

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جمعہ کی نماز: ۲/ ۵۵٦

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جمعہ کی نماز: ۲/ ۵٦۲

خلاصہ یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ایک آیت ہی کسی طرح کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہو تو اتنی مقدار ضرور کھڑا ہو، اتنی بھی طاقت نہ ہو یا خطرہ ہو کہ مرض میں شدت ہو جائے گی تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

اسی طرح بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق بھی یہ حکم ہے کہ اگر تکیہ لگا کر یا کسی صورت سے بھی بیٹھ سکتا ہے تو لیٹ کر نماز نہیں ہوگی، جب بیٹھ کر پڑھنے کی کوئی صورت نہ رہے تب لیٹ کر پڑھ سکتا ہے۔ فرض واجب اور صبح کی سنتوں کا بھی یہی حکم ہے، البتہ نفل بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھ سکتے ہیں۔[1]

جو جماعت کی نماز میں کھڑا نہ ہو سکے

سُوَال: ایک بیمار آدمی گھر میں اکیلے کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے لیکن مسجد میں نماز باجماعت کے لیے کھڑے رہنے کی طاقت نہیں رہتی، بیٹھ کر پڑھنی پڑتی ہے تو وہ کیا کرے؟ گھر میں کھڑے ہو کر نماز اکیلے پڑھے یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت بیٹھ کر پڑھے؟

جَوَاب: اس کے لیے ضروری ہے کہ گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے قیام فرض ہے جماعت کے لیے فرض ترک کرنے کی اجازت نہیں، ہاں اگر گھر میں گھر والوں کے ساتھ جماعت کا انتظام ہو جائے تو بہتر ہے۔[2]

بے ہوشی میں فوت شدہ نمازوں کا حکم

سُوَال: آپریشن کے لیے مریض کو بے ہوش کیا جاتا ہے تو کیا بے ہوشی کی حالت میں اس کی جو نمازیں قضا ہوں گی ان کی قضا ضروری ہے؟

---

[1] فتاویٰ رحیمیہ، الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المریض: ۵/ ۱۵۸

[2] فتاویٰ رحیمیہ، الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المریض: ۵/ ۱۵۹

جواب: اگر بے ہوشی ایک دن رات یا اس سے کم رہی تو اس وقت کی نمازیں قضا کی جائیں گی اور اگر چھٹی نماز کا وقت بھی بے ہوشی میں گزر جائے تو اس صورت میں اختلاف ہے، اِس لیے قضا کرلینا بہتر ہے، یہ حکم اپنے اختیار سے بے ہوش کرنے کا ہے، قدرتی بے ہوشی میں اگر پانچ نمازوں سے زیادہ قضا ہوگئیں تو بالاتفاق ان نمازوں کی قضا معاف ہے۔[1]

عیدین کی نماز

عید کی نماز میں تکبیرات نکل گئیں .....

سوال: عید کی نماز میں اگر مقتدی کی آمد دیر میں ہوئی حتیٰ کہ زائد تکبیریں نکل گئیں تو مقتدی زائد تکبیریں کس طرح ادا کرے گا؟ اور اگر پوری رکعت نکل جائے تو کس طرح ادا کرے گا؟

جواب: اگر امام تکبیرات سے فارغ ہو چکا ہو، خواہ قرأت شروع کی ہو یا نہ کی ہو تو بعد میں آنے والا مقتدی تکبیرِ تحریمہ کے بعد زائد تکبیریں بھی کہہ لے اور اگر امام رکوع میں جا چکا ہے اور یہ گمان ہے کہ تکبیرات کہہ کر امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہو جائے گا تو تکبیرِ تحریمہ کے بعد کھڑے کھڑے تین تکبیریں کہہ کر رکوع میں جائے۔

اور اگر یہ خیال ہو کہ اتنے عرصے میں امام رکوع سے اُٹھ جائے گا تو تکبیرِ تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور رکوع میں رکوع کی تسبیحات کے بجائے تکبیرات کہہ لے ہاتھ اٹھائے بغیر اور اگر اس کی تکبیریں پوری نہیں ہوئی تھیں کہ امام رکوع سے اُٹھ گیا تو تکبیریں چھوڑ دے امام کی پیروی کرے (اور بقیہ تکبیریں ساقط ہو جائیں گی)۔

---

[1] احسن الفتاوی، الصلوٰۃ، باب صلوٰۃ المریض: ۴/۵۱

اور رکعت نکل گئی تو جب امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی رکعت پوری کرے تو قرأت کرے پھر تکبیریں کہے، اس کے بعد رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔[1] اور اگر تشہد میں شریک ہوا تو بعینہٖ اسی طرح دو رکعتیں تکبیرات کے ساتھ پڑھے جس طرح امام کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔[2]

نمازِ عید پر معانقہ

سوال: کیا عید پر گلے ملنا سنت ہے؟

جواب: یہ سنت نہیں محض لوگوں کی بنائی ہوئی ایک رسم ہے، اس کو دین کی بات سمجھنا اور نہ کرنے والے کو لائقِ ملامت سمجھنا بدعت ہے۔[3]

عید الاضحیٰ کے دنوں میں تکبیراتِ تشریق کا حکم

سوال: تکبیراتِ تشریق کیا ہیں اور یہ کب پڑھی جاتی ہیں؟

جواب: ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی فجر کی نماز سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد ہر بالغ مرد اور عورت پر ایک مرتبہ تکبیراتِ تشریق پڑھنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے کہ ہلکی بلند آواز سے یہ کلمات پڑھے:

اَللّٰهُ اَكْبَرْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرْ ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرْ ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ.[4]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، عیدین کی نماز: ۲ / ۵۷۲

[2] احسن الفتاویٰ، باب الجمعہ والعیدین: ۴ / ۱۵۳

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، عیدین کی نماز: ۲ / ۵۷۳

[4] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، عیدین کی نماز: ۲ / ۵۷۳

مسافر کی نماز

کتنے فاصلے کی مسافت پر قصر نماز ہوتی ہے؟

سوال: قصر نماز کے لیے تین منزل ہونی ضروری ہے ایک منزل کتنے کلومیٹر یا میل کے برابر ہوتی ہے؟

جواب: مختار قول کے مطابق ایک منزل ۱۶ میل اور تین منزل ۴۸ میل کے برابر ہوتی ہیں اور ۴۸ میل کے ۲۴۸۵ء۷۷ کلومیٹر بنتے ہیں۔

ریلوے ملازم کی نماز

سوال: میں ریلوے میں ملازم ہوں میری ڈیوٹی ٹرین کے ساتھ ہوتی ہے میں کراچی سے کوئٹہ گاڑی کے ساتھ جاتا ہوں، کوئٹہ سے کراچی، پھر کراچی سے سکھر اور واپسی پر کراچی سے سرگودھا جاتا ہوں اسی طرح میری ڈیوٹی کا سرکل چلتا ہے، میری رہائش اور فیملی کراچی میں ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ مجھے دورانِ سفر قصر نماز پڑھنی چاہیے یا پوری نماز پڑھنی چاہیے؟ جب کہ گاڑی کے اندر مجھے تمام سہولتیں دستیاب ہیں، اسپیشل کمرہ میرے پاس ہے جس میں ایئر کنڈیشنر ہے، میں اور میرا عملہ پوری نماز پڑھتے ہیں۔ آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں کہ ہم قصر نماز پڑھیں یا کہ پوری؟

جواب: شہرِ کراچی کی حدود کے باہر سفر کے دوران آپ قصر کریں گے اور شہر کراچی کی حدود میں آکر پوری نماز پڑھیں گے۔ آپ کا سفر اگرچہ ڈیوٹی کی حیثیت میں ہے

آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲ / ۵۲۲

لیکن سفر کے احکام اس پر بھی لاگو ہیں۔[1]

بیک وقت دو شہروں میں مقیم آدمی کی نماز کا حکم

سؤال: میری مستقل رہائش کراچی میں ہے اور میری ملازمت بلوچستان میں ہے میں مہینے یا دو مہینے بعد چند دنوں کے لیے کراچی آتا ہوں۔ براہ کرم یہ بتائیں کہ میں کراچی میں پوری نماز پڑھوں گا یا سفرانہ؟

جواب: صرف دورانِ سفر یعنی کراچی سے جائے ملازمت تک اور جائے ملازمت سے کراچی تک کے سفر کے دوران آپ مسافر ہیں، اس درمیان اگر کسی نماز کا وقت آئے تو آپ قصر کریں، کراچی کی حدود میں آتے ہی اور اسی طرح جائے ملازمت پر پہنچتے ہی آپ مقیم شمار ہوں گے اور آپ کو پوری نماز ادا کرنی ہوگی۔[2] واللہ اعلم

نمازِ قصر کے لیے دنوں کی مدت

سؤال: میں نوکری کی غرض سے زیادہ تر گھر سے باہر رہتا ہوں اور منزل اکثر ۵۰ یا ۶۰ میل سے زیادہ ہوتی ہے اور میں ہمیشہ ایک ہفتہ کی نیت کر کے گھر سے جاتا ہوں اور ہر جمعرات کو واپس آجاتا ہوں۔ ان مقامات پر قصر نماز پڑھی جائے یا پوری؟

جواب: ملازمت کی جگہ اگر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرلیں تب تو آپ وہاں مقیم ہوں گے ورنہ مسافر۔ بہتر ہے کہ آپ نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھا کریں تاکہ قصر کا سوال ہی پیدا نہ ہو۔ بہرحال اگر اکیلے نماز پڑھنے کی نوبت آئے تو قصر ہی کریں۔[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲/ ۵۲۳

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲/ ۵۲۶، بتصرف

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲/ ۵۲۶

فائدہ: لیکن اگر آپ ایک مرتبہ پندرہ دن رہائش اختیار کرلیں اور وہاں رہائش کے لیے کمرہ بستر وغیرہ کا انتظام ہو تو ایسی صورت میں اب وہ وطنِ اقامت بن گیا اور اس کے بعد دوبارہ اگر وہاں جائے اور پندرہ دن کی نیت نہ بھی ہو تب بھی وطن اقامت ختم نہ ہوگا اور نماز پوری پڑھنی ہوگی۔ ہاں اگر وہاں سے رہائش بالکل ختم کردیں اور بعد میں پھر سے وہاں جانا ہو اور ارادہ پندرہ دن سے کم کا ہو تو پھر سے وہ مسافر شمار ہوگا اور نماز قصر کرے گا۔[1]

ہوائی جہاز میں نماز کا کیا حکم ہے؟

سوال: کیا ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے سے نماز ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: ہوائی جہاز میں نماز اکثر علمائے کرام کے نزدیک صحیح ہو جاتی ہے، بشرطیکہ نماز کو اس کی تمام شرائطِ صحت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ قبلہ رخ اور دیگر شرائط میں نقص نہ رہ جائے، بعض علما فرماتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے کے بعد زمین پر احتیاطاً اس کا اعادہ کرلے تو بہتر ہے ضروری اور واجب نہیں ہے۔[2]

ریل گاڑی میں نماز کس طرح ادا کی جائے گی

سوال: ریل کے سفر میں اگر تختہ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لی جائے اور منہ قبلہ شریف کی طرف نہ ہو تو نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس طرح نماز ہو جاتی ہے قبلہ وغیرہ کی طرف رُخ سفر میں کوئی ضروری نہیں، بعض کہتے ہیں کہ نماز اس طرح پڑھنا صحیح نہیں؟

---

[1] ماخوذ از فتاویٰ حقانیہ، باب صلاۃ المسافرین: ۳/ ۳۵۳

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲/ ۵۳۲

جواب: جولوگ ریل میں تختہ پر بیٹھ کر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز کئی وجوہ سے صحیح نہیں۔

اول: اس لیے کہ نماز کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اور ریل کے تختے کا پاک ہونا مشکوک ہے آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ چھوٹے بچے ان پر پیشاب کر دیتے ہیں۔

دوم: اس لیے کہ نماز میں قبلہ کی طرف رخ کرنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی اور ناواقف لوگوں کا یہ خیال کہ سفر میں قبلہ رخ کی پابندی نہیں یہ غلط ہے۔

سوم: اس وجہ سے کہ نماز میں قیام فرض ہے آدمی خواہ گھر میں ہو یا سفر میں جب تک اس کو کھڑے ہونے کی طاقت ہے بیٹھ کر نماز صحیح نہیں ہوگی، اس لیے تختہ پر (بلا عذر) بیٹھ کر نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔[1]

نمازِ تراویح اور نمازِ وتر

تراویح کے امام کی شرائط کیا ہیں؟

سوال: تراویح پڑھانے کے لیے کس قسم کا حافظ ہونا چاہیے؟

جواب: تراویح کی امامت کے لیے وہی شرائط ہیں جو عام نمازوں کے امام کے لیے ہیں۔ اس لیے حافظ کا متبعِ سنت ہونا ضروری ہے۔ ڈاڑھی منڈانے یا کتروانے والے کو تراویح میں امام نہ بنایا جائے، اسی طرح معاوضہ لے کر تراویح پڑھانے والے کے پیچھے تراویح جائز نہیں، اس کے بجائے ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ﴾ (آخری دس سورتوں) کے ساتھ پڑھ لینا بہتر ہے۔[2]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، مسافر کی نماز: ۲/ ۵۳۵ ملخصا

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز تراویح: ۳/ ۶۰

تراویح میں رکوع تک الگ بیٹھے رہنا مکروہ فعل ہے

سُوال: تراویح میں حافظ صاحب جب نیت باندھ کر قرأت کرتے ہیں تو اکثر نمازی یوں ہی پیچھے بیٹھے یا ٹہلتے رہتے ہیں اور جیسے ہی حافظ صاحب رکوع میں جاتے ہیں لوگ جلدی جلدی نیت باندھ کر نماز میں شریک ہو جاتے ہیں۔ یہ حرکت کہاں تک درست ہے؟

جواب: تراویح میں ایک بار پورا قرآن مجید سننا سنت ہے۔ جو لوگ امام کے ساتھ شریک نہیں ہوتے ان سے اتنا حصہ قرآن کریم کا فوت ہو جاتا ہے، اس لیے یہ لوگ نہ صرف ایک ثواب سے محروم رہتے ہیں بل کہ نہایت مکروہ فعل کے مرتکب ہوتے ہیں کیوں کہ ان کا یہ فعل قرآنِ کریم سے منہ موڑنے کے مشابہ ہے۔[1]

دو تین راتوں میں قرآن ختم کر کے بقیہ تراویح چھوڑ دینا

سُوال: میرے بعض دوست ایسے ہیں جو کہ رمضان کے شروع کی ایک یا تین راتوں میں پورا قرآن شریف تراویح میں سن لیتے ہیں اور پھر بقیہ دنوں میں تراویح نہیں پڑھتے۔ کیا یہ درست ہے؟

دوسرے یہ کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ پورا قرآن پاک ایک رات میں سن کر باقی راتوں میں امام صاحب کے ساتھ فرض پڑھ کر تراویح خود اکیلے جلدی پڑھ لیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

جواب: پورے رمضان میں تراویح پڑھنا مستقل سنت ہے اور تراویح میں پورا

---

[1] الفتاوی الهندیة، الباب التاسع فی النوافل، فصل فی التراویح: ۱/۱۱۹، ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز تراویح: ۳/ ۶۲

قرآن کریم سننا الگ سنت ہے، جو شخص ان میں سے کسی ایک سنت کا تارک ہوگا وہ گناہ گار ہوگا۔[1]

تراویح کے بعد عشاء کے فرائض پڑھنے کا حکم

سوال: ایک صاحب عشاء کے وقت مسجد میں داخل ہوئے تو عشاء کی نماز ختم ہوچکی تھی اور تراویح شروع تھیں۔ یہ صاحب تراویح میں شامل ہو گئے، بعد از تراویح عشاء کی فرض نماز مکمل کی، آیا اس طرح اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب: جو شخص ایسے وقت آئے کہ عشاء کی نماز ہو چکی ہو اس کو لازم ہے کہ پہلے عشاء کے فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ لے بعد میں تراویح کی جماعت میں شریک ہو۔ ان صاحب کی نمازِ تراویح نہیں ہوئی، تراویح کی نماز عشاء کے تابع ہے، اس لیے یہ صاحب عشاء کے فرض پہلے پڑھ کر تراویح دوبارہ پڑھیں اور اگر وقت نکل گیا ہے، یعنی اس دن صبح صادق تک اس نے تراویح دوبارہ نہیں پڑھیں تو اب استغفار کرے کیوں کہ تراویح کی قضا نہیں۔[2]

تہجد کے وقت وتر پڑھنا افضل ہے

سوال: وتر عشاء کے وقت پڑھنا افضل ہے یا تہجد کے وقت؟

جواب: جو شخص جاگنے کا بھروسا رکھتا ہو، اس کے لیے تہجد کے وقت وتر پڑھنا افضل ہے اور جو بھروسا نہ رکھتا ہو اس کے لیے عشاء کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے۔[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز تراویح: ۳/ ۶۲

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز تراویح: ۳/ ۶۵

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، نماز وتر: ۲/ ۳۶۵

امام نمازِ وتر دو سلام سے ادا کرے تو حنفی اس کی اقتدا کرے یا نہیں؟

سوال: رمضان المبارک میں تراویح کے بعد نمازِ وتر با جماعت ادا کی جاتی ہے۔ حرم شریف کے ائمہ وتر کو دو سلام سے ادا کرتے ہیں، کیا حنفی حضرات ان ائمہ کے ساتھ وتر دو سلام سے ادا کر سکتے ہیں؟

جواب: شافعی امام تین رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھائے تو حنفی کی وتر صحیح ہے اور اگر دو سلام سے پڑھائے تو حنفی مقتدی کھڑے ہو کر اپنی وتر پوری کر لے تو حنفی کی وتر صحیح ہے دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔[1]

بابُ الجنائز

پیدائشی مُردہ بچے کا کفن دفن

سوال: اگر کوئی بچہ مُردہ پیدا ہو تو اس کا نام رکھنے اور اسے غسل دینے اور جنازہ پڑھانے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: جو بچہ مُردہ پیدا ہوا اُسے غسل دیا جائے اور نام رکھا جائے البتہ اس کا جنازہ نہ پڑھا جائے، بل کہ کپڑے میں لپیٹ کر قبرستان میں دفن کر دیا جائے۔[2]

میت کے پاس تلاوت کا حکم

سوال: میت کو نہلانے سے پہلے اس کے پاس قرآن پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: میت کو کپڑے سے ڈھانک دیا جائے تو اس کے پاس تلاوت میں کوئی حرج

---

[1] فتاوی دار العلوم زکریا، الصلوۃ، نماز وتر اور دعائے قنوت: ۲ / ۳۶۰، فتاوی حقانیہ، الصلوۃ، باب الوتر: ۳ / ۲۴۲

[2] الفتاوی الهندیه: الصلاة، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز، الفصل الثانی فی الغسل: ۱ / ۱۵۹

نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور نہلانے کے بعد بہر صورت کوئی کراہت نہیں۔ ■

کیا میت کو غسل دینے والے پر غسل واجب ہے؟

سؤال: آپ سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا میت کو غسل دینے والے شخص پر خود غسل کرنا واجب ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جب کہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے؟

جواب: جو شخص میت کو غسل دے اس پر غسل واجب نہیں البتہ مستحب ہے کہ غسل کرے۔[2] اس روایت میں غسل کا جو حکم دیا گیا استحباب کے درجہ میں ہے۔ چناں چہ امام خطابی رحمۃ اللہ علیہ معالم السنن میں لکھتے ہیں:

"مجھے فقہا میں سے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں جو غسلِ میت کی وجہ سے غسل کو واجب قرار دیتا ہو اور نہ ایسا شخص معلوم ہے جو جنازہ اٹھانے کی وجہ سے وضو کو واجب قرار دیتا ہو۔"[3]

مرد اور عورت کے لیے مسنون کفن

سؤال: کفن کے لیے جیسا کہ آج کل عام رواج ہے کہ ۲۲ گز لٹھا استعمال ہوتا ہے کیا شرعی طور پر یہ پابندی ضروری ہے؟ اگر نہیں تو صحیح طریقہ اور صحیح مقدار کیا ہے؟

جواب: مُردے کے لیے مسنون کفن یہ ہے:

1. بڑی چادر (لفافہ) عموماً پونے تین گز لمبی (قد لمبا یا چھوٹا ہونے کی صورت میں بقدر ضرورت بڑی یا چھوٹی کر سکتے ہیں) سوا گز سے ڈیڑھ گز تک چوڑی۔

---

[1] احسن الفتاوی، باب الجنائز: ۴/ ۲۵۲

[2] ردالمحتار، الطهارة، مطلب یوم عرفة افضل......: ۱/ ۱۷۰

[3] اعلاء السنن، الطهارة، باب جواز ترك الغسل......: ۱/ ۲۲۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل، میت کے احکام: ۳/ ۹۹

۲. چھوٹی چادر (ازار) ڈھائی گز لمبی، سوا گز سے ڈیڑھ گز تک چوڑی۔

۳. کفنی یا کُرتا۔ ڈھائی گز لمبا ایک گز چوڑا۔

عورت کے کفن میں دو کپڑے مزید ہوتے ہیں:

۴. سینہ بند۔ دو گز لمبا، سوا گز چوڑا۔

۵. اوڑھنی ڈیڑھ گز لمبی تقریباً ایک گز چوڑی۔ نہلانے کے تہہ بند اور دستانے اس کے علاوہ ہوتے ہیں۔[1]

نوٹ: مرد کے کفن مسنون میں ایک گز عرض کا کپڑا تخمیناً دس گز صَرف ہوتا ہے اور عورت کے لیے مع چادر گہوارہ ساڑھے اکیس گز صَرف ہوتا ہے۔

کفن کے لیے نیا کپڑا خریدنا ضروری نہیں

سوال: اگر کوئی کفن کے لیے کپڑا خرید کر رکھے تو کیا اسے ہر سال کفن کے لیے نیا کپڑا دوبارہ خریدنا ہوگا؟ اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ کفن کا کپڑا صرف ایک سال کے لیے کارآمد ہوتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: اسکی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔ کفن کے لیے نیا کپڑا خریدنا بھی ضروری نہیں۔ دھلی ہوئی چادروں میں بھی کفن دینا صحیح ہے۔[2]

غیر مسلم کے جنازے میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

سوال: غیر مسلم کے جنازے یا آخری رسومات میں شرکت کرنا کیسا ہے اور ایسے آدمی کا ایمان اور نکاح باقی رہتا ہے یا نہیں؟

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد: ۳/ ۱۰۰، احکام میت: ۷۵

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، میت کے احکام: ۳/ ۱۰۱

جواب: کسی مصلحت یا ضرورت سے غیر مسلموں سے ملنا جلنا ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اور انسانیت کے ناطے ان کا تعاون کرنا خاص کر جب کہ پڑوسی ہوں شرعاً جائز ہے، نیت اچھی اور اصلاح کی ہونی چاہیے، مداہنت (خوشامد) کی صورت نہ ہو، ■ البتہ ان کے مذہبی معاملات اور مذہبی رسومات میں شرکت کرنا جائز نہیں۔

لہٰذا اگر کوئی کافر بیمار ہوگیا یا اس کے یہاں کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کی عیادت وتعزیت کرنا تو جائز ہے مگر میت اور جنازہ لے کر چلنا اور ان کی دیگر مذہبی رسومات کی ادائیگی میں شرکت کرنا جائز نہیں۔ ﷺ

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"دو شخصوں یا دو جماعتوں میں تعلقات کے مختلف درجات ہوتے ہیں:

ایک درجہ تعلق کا قلبی موالات یا دلی مودت ومحبت ہے، یہ صرف مومنین کے ساتھ مخصوص ہے، غیر مومن کے ساتھ مومن کا یہ تعلق کسی حال میں قطعاً جائز نہیں۔

دوسرا درجہ مواسات کا ہے جس کے معنی ہیں ہمدردی و خیر خواہی اور نفع رسانی کے، یہ بجز کفار اہل حرب کے جو مسلمانوں سے برسرِ پیکار ہیں باقی سب غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے۔

تیسرا درجہ مدارات کا ہے جس کے معنی ہیں ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ کے، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس سے مقصود ان کو دینی نفع پہنچانا ہو یا وہ اپنے مہمان ہوں، یا ان کے شر اور ضرر رسانی سے اپنے آپ کو بچانا مقصود ہو۔

چوتھا درجہ معاملات کا ہے کہ ان سے تجارت یا اجرت و ملازمت اور صنعت

ﷺ دعوت وتبلیغ کے مقاصد، فضائل، شرعی اور منہجِ نبوت پر اس کا طریقۂ کار، قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور مستند واقعات وحکایات کی روشنی میں جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "دعوت وتبلیغ کے فضائل" کا مطالعہ کرنا، عمل اور سارے عالم میں دین پھیلانے کی نیت اور جذبہ سے اِنْ شَآءَ اللہ بہت مفید ہوگا۔

■ فتاوی رحیمیہ، الجنائز: ۷/ ۱۳۵

وحرفت کے معاملات کیے جائیں، یہ بھی تمام غیر مسلموں کے ساتھ جائز ہے، بجز ایسی حالت کے کہ ان معاملات سے عام مسلمانوں کو نقصان پہنچتا ہو، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین اور دوسرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا تعامل اس پر شاہد ہے۔

فقہا نے اسی بنا پر کفار اہل حرب کے ہاتھ اسلحہ فروخت کرنے کو ممنوع قرار دیا ہے، باقی تجارت وغیرہ کی اجازت دی ہے اور ان کو اپنا ملازم رکھنا یا خود ان کے کارخانوں اور اداروں میں ملازم ہونا یہ سب جائز ہے۔

اس تفصیل سے آپ کو یہ معلوم ہوگیا کہ قلبی اور دلی دوستی ومحبت تو کسی کافر کے ساتھ کسی حال میں جائز نہیں اور احسان وہمدردی ونفع رسانی بجز اہل حرب کے اور سب کے ساتھ جائز ہے، اسی طرح ظاہری خوش خلقی اور دوستانہ برتاؤ بھی سب کے ساتھ جائز ہے، جب کہ اس کا مقصد مہمان کی خاطر داری یا غیر مسلموں کو اسلامی معلومات اور دینی نفع پہنچانا یا اپنے آپ کو ان کے کسی نقصان وضرر سے بچانا ہو۔[1]

تدفین کے بعد سرہانے یا پائنتی پر پڑھنے کی اصل

سُوال: بعض مقامات پر دیکھا ہے کہ میت کے دفنانے کے بعد امام صاحب یا کوئی اور صاحب سرہانے کھڑے ہوکر ﴿الٓمٓ ۝ سے هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ تک اور پائنتی پر ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ سے سورت کے آخر تک پڑھ کر دعا کرتے ہیں تو اس کی کوئی اصل ہے؟

جَوَاب: ہاں اس طرح کرنا مستحب ہے اور گاہے گاہے اس کو چھوڑ بھی دے لازم نہ کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ تدفین کے بعد میت

---

[1] معارف القرآن: ۲/ ۵۰-۵۱، سورۂ آل عمران: ۲۸

کے سرہانے پر سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں ﴿الٓمّٓ ۚ﴾ سے ﴿هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ تک اور پائنتی پر سورۂ بقرہ کی آخری آیتیں ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ سے ختم سورۃ تک پڑھی جائیں۔■

میت کے گھر والوں کا پہلی عید پر عید نہ منانا اور سوگ کی مدت

سُوَال: بعض جگہوں پر رواج ہے کہ کسی کے گھر میت ہوجاتی ہے تو اس سال جو پہلی عید یا بقرعید آتی ہے اہلِ میت عید نہیں مناتے، اچھا لباس وغیرہ نہیں پہنتے، نہ اچھا کھانا پکاتے ہیں اور نہ عورتیں زیب و زینت کرتی ہیں، نہ کسی کے ہاں جاتے ہیں۔ شرعًا اس طرح کرنا کیسا ہے؟ نیز سوگ کی مدت شرعًا کتنے دن ہے؟ اور تعزیت کا مسنون طریقہ بھی تفصیل سے بتائیں؟

جَوَاب: سوال میں جو باتیں درج ہیں یہ سب غیر شرعی رسومات ہیں، شریعت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے، بل کہ شرعًا ممنوع ہیں، یہ غیروں کا طریقہ ہے، اسلامی طریقہ نہیں ہے، لہٰذا قابلِ ترک ہے۔

عورت کے لیے اپنے شوہر کے انتقال پر چار ماہ دس دن سوگ منانے یعنی زیب و زینت ترک کرنے کا حکم ہے اور شوہر کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کی موت پر تین یوم تک ترکِ زینت کی صرف عورتوں کو اجازت ہے، گھر کے مردوں کا نئے لباس کو ترک کرنا یا اچھا کھانا پکانے سے احتراز کرنا درست نہیں ہے۔

حدیث میں حضرتِ اُمِّ حبیبہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو عورت اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے حلال نہیں

■ المعجم الكبير للطبراني، العين، عبد الله بن عمر...، الرقم: ١٣٦١٣، فتاوی رحیمیہ، الجنائز: ٧/ ٦٤

ہے کہ کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، سوائے شوہر کے کہ اس کے انتقال پر چار مہینے دس دن سوگ کرے۔"[1]

نیز حدیث میں حضرت اُم عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی عورت کسی میت پر تین راتوں سے زیادہ سوگ نہ کرے البتہ شوہر کے انتقال پر چار مہینے دس دن سوگ کرے، بھڑک دار (چمکیلا) رنگین کپڑا نہ پہنے، سرمہ نہ لگائے، خوش بو نہ لگائے۔[2]

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والدِ محترم کا انتقال ہوگیا تو آپ نے تین دن کے بعد خوش بو منگوائی اور فرمایا کہ مجھے خوش بو لگانے کی کوئی حاجت نہیں ہے مگر چوں کہ میرے والد کے انتقال کو تین دن ہو چکے ہیں لہٰذا حدیث پر عمل کرنے کی نیت سے خوش بو لگا رہی ہوں۔[3]

ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے بھائی کے انتقال کے تین دن بعد اسی طرح خوش بو لگا کر حدیث پر عمل فرمایا۔[4]

مذکورہ دونوں حدیثوں اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے عمل مبارک سے بہت واضح طور پر ثابت ہوا کہ کسی کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں ہے۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب انتقال کو تین دن گزر چکے ہیں، تو اب اس کے بعد سوگ منانا حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا عید یا اور کوئی خوشی کا موقع آجائے تو اس موقعے پر ایسا طریقہ اختیار کرنا جس میں سوگ کی صورت ہو جائز نہیں ہوگا۔

---

[1] صحیح البخاری، الجنائز، باب احداد المرأة علی غیر زوجها، الرقم: ۱۲۸۰

[2] سنن ابی داؤد، الطلاق ،باب فیما تجتنب المعتدة، الرقم: ۲۳۰۲

[3] صحیح البخاری، الجنائز، باب احداد المرأة علی غیر زوجها، الرقم: ۱۲۸۰

[4] فتاوٰی شامی، باب الحداد: ۳ / ۵۳۳

بہشتی زیور میں ہے کہ شوہر کے سوا کسی اور کے مرنے پر سوگ کرنا درست نہیں البتہ اگر شوہر منع نہ کرے تو اپنے عزیز اور رشتہ دار کے مرنے پر بھی تین دن تک بناؤ سنگھار چھوڑ دینا درست ہے، اس سے زیادہ بالکل حرام ہے اور اگر منع کرے تو تین دن بھی چھوڑ دے۔[1]

کسی کے انتقال پر اس کے گھر والوں کی تعزیت کرنا مسنون ہے۔ مگر اس کی حد تین دن ہے، تین دن کے بعد مکروہ ہے، ہاں دونوں میں سے کوئی موجود نہ ہو تو بعد میں بھی تعزیت کی گنجائش ہے۔[2]

تعزیت کا مطلب یہ ہے کہ اہلِ میت کو تسلّی دی جائے، صبر کی تلقین کی جائے، صبر کا ثواب بتایا جائے، اجرِ عظیم کی توقع دلائی جائے، میت کے لیے دعا کی جائے، مثلاً:

اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَكَ وَاَحْسَنَ عَزَائَكَ وَغَفَرَ لِمَيِّتِكَ.

(اللہ آپ کو اجرِ عظیم اور جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کے مرحوم کی مغفرت فرمائے۔)[3]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بچے کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں تعزیت فرمائی تھی:

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ.[4]

جو لے لیا وہ اللہ کا تھا جو عطا فرمایا وہ بھی اللہ کا ہے، اللہ کے یہاں ہر ایک کی میعاد مقرر ہے، پس صبر کرو اور ثواب کی نیت رکھو۔

---

[1] بہشتی زیور، سوگ کرنے کا بیان: ۴/ ۳۸

[2] درالمختار، الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۲۴۱

[3] فتاوٰی شامی: ۲/ ۲۴۱، ردالمحتار، الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۲۳۹

[4] صحیح البخاری، الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم.....، الرقم: ۱۲۸۴

اسی طرح قریبی رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے لیے مستحب ہے کہ اہل میت کے لیے اس دن کھانے کا انتظام کریں اور ضرورت ہو تو خود ساتھ بیٹھ کر اصرار کر کے ان کو کھلائیں، حدیث میں اس کا ثبوت ہے۔[1]

محققین علمائے کرام کے نزدیک اس کی میعاد ایک دن رات ہے، یہ عمل رضائے الٰہی کے لیے ہو، محض رسماً اور دکھلاوے کے طور پر نہ ہو۔[2]

یہ چیزیں تو شریعت سے ثابت اور سنت ہیں، مگر بار بار تعزیت کرنا خصوصاً عید کے دن برائے تعزیت جانا اور اہلِ میت کے غم کو تازہ کرنا اور کھانا ساتھ لے جا کر ان کو کھلانا یہ سب رسومات ہیں اور قابلِ ترک ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب[3]

میت کے رشتہ دار کے انتظار میں تدفین میں تاخیر کرنا

سوال: آج کل عام رواج ہے کہ کسی کا انتقال ہوا اور اس کے رشتہ دار (بیٹا، بھائی، باپ وغیرہ) ملک سے باہر ہوں تو میت کی تدفین میں ان کے آنے تک تاخیر کی جاتی ہے جس میں کبھی دو تین دن بھی لگ جاتے ہیں اس طرح انتظار کرنا اور دفنانے میں تاخیر کرنا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: جب کسی شخص کے انتقال کا یقین ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین میں عجلت مطلوب ہے، احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے حضرت طلحہ بن بَراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیمار ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر ارشاد فرمایا:

"میرا گمان یہ ہے کہ ان کی موت کا وقت قریب ہے، ان کا انتقال ہو جائے تو

---

[1] جامع الترمذی، ابواب الجنائز، الطعام يصنع لأهل الميت، الرقم: ۹۹۸

[2] ردالمحتار، الجنائز، مطلب فی الثواب علی المصيبة: ۲/۲۴۰

[3] الفتاوی الهنديه بتغير، فصل فی القبر والدفن: ۱/۱۶۵

مجھے اطلاع کرنا اور ان کی تجہیز و تکفین میں عجلت کرنا، اس لیے کہ یہ مناسب نہیں ہے کہ مسلمان کی نعش اس کے گھر والوں کے درمیان روکی جائے۔"[1]

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اسے روکے مت رکھو اور اس کو قبر تک جلدی پہنچاؤ۔"[2]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے علی! تین چیزوں میں تاخیر مت کر:

① نماز کا جب وقت ہو جائے ② جنازہ جب حاضر ہو جائے (تو فوراً دفنا دینا)
③ بے نکاحی عورت کا جب کفو (جوڑ) مل جائے (تو فوراً نکاح کر دینا)۔[3]

اسی بنیاد پر فقہا نے بھی اس کی بہت تاکید فرمائی ہے کہ جب موت کا یقین ہو جائے تو تجہیز و تکفین میں جلدی کی جائے اسی میں اس میت کا اکرام و احترام ہے، تاخیر مناسب نہیں۔ فقہا نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس مقصد سے نمازِ جنازہ میں تاخیر کرنا کہ جمعہ کے بعد نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں لوگ زیادہ ہوں گے مکروہ ہے۔[4] لہٰذا خویش و اقارب کے انتظار میں تدفین میں تاخیر کرنا مناسب نہیں۔[5]

میّت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا

سُوَال: آج کل عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ کسی شخص کا انتقال اپنے شہر سے یا اپنے ملک سے باہر کسی دوسرے شہر یا دوسرے ملک میں ہو تو اس کے رشتہ دار اس کی

---

[1] سنن ابی داؤد، الجنائز، باب التعجیل بالجنازة وکراھیة حبسها، الرقم: ۳۱۵۹
[2] شعب الایمان، باب فی الصلوٰة علی من مات، فصل فی زیارة القبور، الرقم: ۹۲۹٤
[3] جامع الترمذی، ابواب الصلوٰة، باب ماجاء فی الوقت الاول، الرقم: ۱۷۱
[4] ردالمحتار، الجنائز، باب صلاة الجنازة، مطلب فی حمل المیت: ۲/۲۳۲
[5] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الجنائز: ۷/۵۷

میت کو اپنے شہر اور ملک منتقل کرتے ہیں اور اپنے ملک میں دفن کرتے ہیں شرعاً یہ صورت کیسی ہے آیا اس طرح میت کو منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: مستحب اور افضل طریقہ یہی ہے کہ انسان کا جہاں انتقال ہو وہیں اس کو دفن کیا جائے، چاہے اس کا انتقال وطن میں ہو یا وطن سے باہر کسی دوسرے ملک میں، دفن سے قبل منتقل کرنے میں فقہا کا اختلاف ہے، ان میں سے ایک قول کے مطابق ۴۸ میل سے کم منتقل کرنا جائز ہے، البتہ اس سے زیادہ منتقل کرنا اکثر فقہا کے ہاں مکروہ ہے۔[1] افضل منتقل نہ کرنا ہے کہ اسی میں میت کا اکرام واحترام ہے۔[2]

میت کے منہ دکھانے کی رسم

سوال: اکثر علاقوں میں ایک عام رواج ہے کہ جنازہ اٹھانے سے پہلے یا جنازے کے بعد حاضرین کو میت کا منہ دکھلایا جاتا ہے اور کبھی جب میت کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو پھر قبر کے اندر ایک آدمی جاکر میت کے چہرے سے کفن ہٹاتا ہے، قبر کے باہر چاروں طرف لوگ کھڑے ہو کر میت کا آخری دیدار کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟ کیا شرعاً اس طرح کرنا صحیح ہے؟

جواب: یہ رسم غیر ضروری اور مکروہ ہے کہ موجب تاخیر ہے حالاں کہ تعجیل کا حکم ہے اسی لیے جنازہ لے جاتے وقت تیز چلنے کا حکم حدیث میں ہے...... اور قبر میں رکھ دینے کے بعد تو منہ کھول کر دکھانا بالکل مناسب نہیں، کیوں کہ بعض اوقات چہرے پر برزخ کے آثار نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خدانخواستہ لوگوں کو مرحوم کے بارے میں بدگمانی کا موقع ملے گا۔[3]

---

[1] ردالمحتار، الجنائز، مطلب فی دفن المیت: ۲/ ۲۳۹

[2] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الجنائز: ۷/ ۱۳۰

[3] فتاوی رحیمیہ، الجنائز: ۷/ ۱۲۶، آپ کے مسائل اور ان کا حل، میت کے احکام: ۳/ ۱۰۹، ۱۱۰

پوسٹ مارٹم

سُؤَال: ❶ انتقال کے بعد لاش کا طبّی معائنہ (پوسٹ مارٹم) جس میں لاش کو چیر پھاڑ کر اندرونی حصے دیکھے جاتے ہیں شرعًا کیسا ہے؟ ❷ بھی کسی حادثے میں ہلاک یا مقتول ہونے والوں کی تدفین کے بعد حکام کی طرف سے لاشیں نکال کر پوسٹ مارٹم کا حکم دیا جاتا ہے، تاکہ سببِ موت کی تحقیق ہوسکے، ایسا کرنا شرعًا کیسا ہے؟

❸ اگر لاش عورت کی ہو تو نامحرم ڈاکٹر کے ہاتھوں میں عورت کی برہنہ میت کا جانا اور بہ طریقِ مذکور اس کا طبّی معائنہ (پوسٹ مارٹم) جائز ہے؟

جَوَاب: انسانی میّت خصوصـًا مسلمان میت کی نعش کا احترام زندہ مسلمان کے احترام کی طرح بل کہ بعض صورتوں میں تو اس سے بھی زیادہ لازم ہے۔ طبّی معائنہ (پوسٹ مارٹم) کی بہت سی صورتیں شرعی ضرورت کے بغیر واقع ہوتی ہیں جو ناجائز ہیں اور اگر کوئی خاص صورت شـرعی ضرورت سے جائز ہو تو اس میں بھی شرعی احکام مثلاً: متعلقہ ستر اور میت کا احترام وغیرہ کا لحاظ ضروری ہوگا۔

دفن کے بعد قبر کھولنا اور میت کو پوسٹ مارٹم کی غرض سے نکالنا جائز نہیں ہے، نیز پوسٹ مارٹم کے لیے مسلمان عورت کے جسم کو غیر محرم ڈاکٹر کا دیکھنا جائز نہیں ہاتھوں میں جانا تو دور کی بات ہے۔[1]

فَائِدَة: اس بارے میں تفصیل کے لیے دیکھیے، "انسانی اعضاء کی پیوند کاری اور اس کا احترام" (مؤلفہ مفتی عبدالسلام چاٹگامی صاحب مدظلہ)

---

[1] ماخوذ از کفایت المفتی، الجنائز، باب پوسٹ مارٹم: ۴/ ۲۰۰

چوتھا باب

كِتَابُ الزَّكَاة

زکوٰۃ کے مسائل

انسان بدنی عبادات کے ساتھ ساتھ مالی عبادت کا بھی مکلف ہے۔ زکوٰۃ کے پورے نصاب میں سے سال گزرنے کے بعد صرف ڈھائی فی صد یعنی مال کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے، جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کا اس کے مال میں حق کا اعتراف ہے اور یہ اس کے باقی مال کو پاک کرنے کا ذریعہ ہے۔

تو اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت کی کیا شرائط ہیں اور کس قسم کے اموال میں زکوٰۃ ہے اور اس کا مصرف کون ہے، نیز صدقۂ فطر سے متعلق بھی مسائل سے واقفیت ضروری ہے۔ تو اس باب میں ان ہی مسائل کو واضح کیا گیا ہے، تاکہ صحیح طور پر زکوٰۃ ادا ہو سکے۔

کتاب الزکاۃ

زکوٰۃ سے متعلق کچھ توضیحات

سوال: زکوٰۃ کی تعریف کیا ہے؟ اور کن کن لوگوں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟

جواب: زکوٰۃ کے دو معنی مشہور ہیں ❶ پاکیزگی ❷ افزائش (زیادتی) اور شریعت میں زکوٰۃ کا معنی یہ ہے کہ ایک مسلمان عاقل بالغ اپنے اس مال میں سے جو شرعی نصاب کو پہنچ چکا ایک حصہ معینہ جو شریعت میں چالیسواں حصہ (یعنی ڈھائی فیصد) مقرر ہے، کسی ایسے مسلمان فقیر اور محتاج کو مالک بنادے جو نہ تو سیّد (ہاشمی) ہو اور نہ اس کا آزادشدہ غلام ہو۔ نیز اس کا یہ مالک بنانا زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت سے ہو اور اس زکوٰۃ کی ادائیگی میں ذاتی منفعت بالکل مقصود نہ ہو۔[1]

ذاتی منفعت مقصود نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ زکوٰۃ دینے والے کی کوئی ذاتی غرض نہ ہو مثلاً: زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ اپنے اصول (والد، دادا، والدہ، نانی وغیرہ) اور اپنے فروع (بیٹا، پوتا، بیٹی اور نواسا وغیرہ) اسی طرح زوجین باہم ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ اسی طرح کوئی شخص اپنے نوکر کو تنخواہ میں زکوٰۃ نہیں دے سکتا کیوں کہ اس میں زکوٰۃ دہندہ کی ذاتی غرض پائی جاتی ہے۔[2]

---

[1] ردالمحتار، الزکاۃ: ۲/ ۲۵٦ - ۲۵۹

[2] ماخوذ از خیر الفتاوی، الزکاۃ: ۳/ ۳۵۵

نصابِ زکوٰۃ کی مقدار

سوال: زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہے اور کتنی مقدار پر براہِ کرم واضح فرمایئے؟

جواب: زکوٰۃ مندرجہ ذیل چیزوں پر فرض ہے:

١ سونا جب کہ ساڑھے سات تولہ (87.48 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

٢ چاندی جب کہ ساڑھے باون تولہ (612.36 گرام) یا اس سے زیادہ ہو۔

٣ روپیہ پیسہ اور مالِ تجارت، جب کہ اس کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی (612.36 گرام) کے برابر ہو۔

نوٹ: اگر کسی کے پاس تھوڑا سا سونا ہے، کچھ چاندی ہے، کچھ نقد روپے ہیں کچھ مالِ تجارت ہے اور ان کی مجموعی مالیت ساڑھے باون تولے (612.36 گرام) چاندی کے برابر ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اسی طرح کچھ سونا ہے کچھ چاندی ہے۔ یا کچھ سونا ہے کچھ نقد روپیہ ہے یا کچھ چاندی ہے کچھ مالِ تجارت ہے، تب بھی ان کو ملا کر دیکھا جائے گا کہ ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت بنتی ہے یا نہیں، اگر بنتی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں الغرض سونا، چاندی، نقدی، مالِ تجارت میں سے دو چیزوں کی مالیت جب چاندی کے نصاب کے برابر ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔

٤ ان چیزوں کے علاوہ چرنے والے مویشوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے اور بھیڑ، بکری، گائے، بھینس اور اونٹ کا نصاب الگ الگ ہے، ان میں چوں کہ تفصیل زیادہ ہے اس لیے ہم یہاں نہیں لکھتے، جو لوگ ایسے مویشی رکھتے ہوں وہ اہلِ علم سے دریافت کریں۔

٥ عشری زمین کی پیداوار پر بھی زکوٰۃ فرض ہے جس کو عشر کہا جاتا ہے جس کی تفصیل علما سے معلوم کی جاسکتی ہے۔[1]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، زکوٰۃ کے مسائل، زکاۃ کا نصاب اور شرائط: ۳/۳۵۵

نصاب پر سال پورا ہونے کا مطلب

سوال: ایک شخص کی آمدنی روز مرہ کی ہے یا ماہ وار تنخواہ ہے وہ اپنا روپیہ کرنٹ اکاؤنٹ میں جمع کرتا ہے اور اس میں سے خرچ کرتا ہے پھر بھی کچھ بچ جاتا ہے اور جمع ہوتا رہتا ہے۔

اب مثلاً ماہ جنوری میں جمع شدہ رقم مقدار نصاب کو پہنچی اور بعد میں ہر ماہ یا ہر چند دن بعد اس میں مزید کچھ رقم جمع ہوتی رہی اب ماہ دسمبر میں زکوٰۃ کا حساب کس طرح ہو کیوں کہ کسی رقم پر بارہ مہینے گزرے کسی پر ایک بل کہ کسی پر ابھی چند دن؟

جواب: زکوٰۃ انگریزی مہینوں کے حساب سے نہیں بل کہ اسلامی قمری مہینوں کے حساب سے نکالی جاتی ہے۔ جس وقت سے وہ ذخیرہ بقدرِ نصاب ہوگیا ہو اس تاریخ سے سال شروع ہوگا اور اس سال کے ختم پر جس قدر اس وقت موجود ہوگا سب پر واجب ہوگی، گو ہر جز پر سال نہ گزرا ہو اور گو درمیان سال میں نصاب سے کم رہ گیا ہو مگر آخر میں پھر پورا ہوگیا ہو۔[1]

کون کون سی اشیا حوائجِ اصلیہ میں شمار ہوں گی؟

سوال: ضروریاتِ زندگی سے زائد سامان جو بقدرِ نصاب ہو، اس پر صدقۂ فطر، قربانی اور زکوٰۃ واجب ہے اس کی تفصیل کیا ہے؟

جواب: ضروری سامان بظاہر وہی ہے جو عام طور پر زیرِ استعمال رہتا ہو اور اس کے نہ ہونے سے تکلیف ہوتی ہو۔ فقہا نے لکھا ہے کہ رہائش کا مکان اور کپڑے اور سواری اور (حفاظت یا جہاد کے لیے) اسلحہ اور خدمت کے لیے خادم وغیرہ ضرورت میں سے ہیں۔

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاویٰ، الزکاۃ والصدقات: ۲/ ۴۲

بہشتی زیور میں ضروری سامان کی تشریح میں لکھا ہے: رہنے کا گھر، پہننے کے کپڑے، کام کاج کے لیے نوکر اور گھر کی گرھستی (برتن وغیرہ) جو اکثر کام میں رہتی ہے یہ سب ضروری سامان میں داخل ہیں۔[1]

تشریحاتِ بالا سے ظاہر ہے کہ ضروری سامان کی تعریف میں زیر استعمال ہونا اور اس کے نہ ہونے سے تکلیف ہونا داخل ہے۔ اس ضرورت واستعمال سے مراد اضطرار نہیں بل کہ نفس حاجت ہے اور مباح الاستعمال ہونا (یعنی اس چیز کے استعمال کا جائز ہونا) بھی لازم ہے۔[2]

فَائِدَة: ہر شخص اپنے سامان کی مکمل تفصیل مفتیانِ کرام کو بتا کر مکمل شرعی حکم سمجھ لے، بعض مرتبہ ایک ہی چیز کسی کے لیے حاجتِ اصلیہ میں شرعاً شامل ہوتی ہے اور وہی شئے دوسرے کے لیے غیر ضروری ہوتی ہے، جس کی مالیت پر دیگر مال کے ساتھ ملا کر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔

کرائے پر دیے گئے مکانات اور دکانوں پر زکوٰۃ

سُؤَال: جو مکانات اور دکان ضرورت سے زائد ہوں اور کرائے پر دیے جائیں، ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

جَوَاب: ان پر زکوٰۃ واجب نہیں، اس لیے کہ زکوٰۃ کے لیے مال میں بڑھوتری شرط ہے اور مکانات اور دکانوں میں چوں کہ بڑھوتری نہیں، اس لیے اس میں زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر کوئی شخص یہی تجارت کیا کرے کہ مکان خرید لیا اور بیچ دیا تو مال تجارت کی طرح ان مکانات کی قیمت میں بھی زکوٰۃ لازم ہے۔[3]

---

[1] بہشتی زیور، الزکاۃ، جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، حصہ سوم: ۱۳۲

[2] خیر الفتاویٰ، الزکاۃ: ۳/۴۲۵

[3] ماخوذ از امداد الفتاویٰ، الزکاۃ والصدقات: ۲/۴۸

قرض وصول نہ ہونے کی امید اور اس پر زکوٰۃ کا حکم

سُوَال: میں نے کوئی چیز کسی کو بیچی اور رقم ادھار رہی یا کسی کو قرضہ دیا اب مقروض وہ رقم واپس نہیں کرتا اور ٹال مٹول کرتا ہے، حتیٰ کہ واپسی کی امید اب بہت کم رہ گئی ہے، اس صورت میں کیا اس رقم کی زکوٰۃ مجھ کو ادا کرنا ضروری ہے، حالاں کہ ابھی تک وہ رقم مجھے نہ ملی ہے اور نہ ہی ملنے کی کوئی امید ہے۔

جَوَاب: اس میں اقوال مختلف ہیں، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک قولِ مختار یہ ہے کہ جس قرض کے وصول ہونے کی امید ضعیف ہو یا بالکل نہ ہو وصول ہونے سے پہلے اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور وصول ہونے کے بعد جس قدر وصول ہوگا اس قدر پر (تاریخ وصولی سے آگے) آیندہ سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔[1]

فَائِدَہ: کسی ضرورت مند کو اس کی وقتی ضرورت پوری کرنے کے لیے قرض دینا اور تنگ دستی کی حالت میں اس کو مہلت دینا انسانی خدمت ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ اِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ؕ وَ اَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾[2]

تَرجَمَہ: "اور اگر کوئی تنگ دست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے اور صدقہ ہی کر دو تو یہ تمھارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے۔"

---

[1] امداد الفتاوی، الزکاۃ والصدقات: ۲/ ۳۳

[2] سورة البقرة: ۲۸۰

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْ وَضَعَ لَهٗ اَظَلَّهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ." [1]

ترجمہ: "جس نے تنگ دست کو مہلت دی یا اس کا قرض معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے عرش کے سائے میں رکھے گا جب کہ اس کے سوا کوئی سایہ نہیں ہوگا۔"

اس کے مقابلے میں مقروض کو بھی چاہیے کہ قرض دینے والے کو اپنا احسان مند سمجھے کہ اس نے مجھے قرض دیا اور اس سے میری ضرورت پوری ہوگئی۔ اب یہ کوشش کرے کہ اس کے مطالبہ سے پہلے ہی واپسی کردے، آج کل پر نہ ٹالے، قرض واپس کرنے پر قدرت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا شریعت میں گناہ اور ظلم ہے اور اس پر وعید آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ." [2]

ترجمہ: "غنی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یہاں (مذکورہ حدیث میں) غنی کا معنی ہے جو قرض ادا کرسکتا ہو (یعنی اس کے پاس قرض کی ادائیگی کے اسباب موجود ہوں) پھر بھی وہ تاخیر کرے، اگرچہ واقعی میں وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔

اور ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا کہ جب ادائیگی کے اسباب میسر

---

[1] جامع الترمذي، البيوع، باب ما جاء في إنظار المعسر والرفق به: الرقم: ١٣٠٦

[2] صحيح البخاري، الاستقراض، باب مطل الغنى ظلم، الرقم: ٢٤٠٠

ہو جائیں تو قرض کی واپسی میں تاخیر نہ کرے، یہ نہ کہے کہ جی قرض خواہ تو مال دار ہے اس کو ابھی کیا ضرورت ہے، بعد میں دے دیں گے، بل کہ بروقت ادائیگی کی کوشش کرے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جب قرض خواہ غریب ہو تو اور زیادہ کوشش کرنا ضروری ہے تاکہ بروقت ادائیگی یقینی ہو سکے۔"[1]

قرض کی معافی سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سُوال: ایک شخص ہمارے ہاں ملازم ہے جس نے کچھ رقم ہم سے قرض لی اور دوسروں کا بھی مقروض ہے قرض کی ادائیگی کی وہ استطاعت نہیں رکھتا۔ اگر ہم قرض کی رقم زکوٰۃ میں شمار کر کے اسے قرض سے سبک دوش کرلیں تو کیا اس طرح ہماری زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: قرض کی معافی سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو (بشرطے کہ وہ صاحبِ نصاب نہ ہو اور زکوٰۃ کا مستحق بھی ہو) زکوٰۃ کی رقم بطور تملیک یعنی مالکانہ طور پر دے کر پھر اس رقم سے قرض وصول کرلیا جائے اس طریقے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور وہ قرض سے بھی بَری ہو جائے گا۔[2]

زکوٰۃ کی مد سے بنے مکانات غریبوں کو بطورِ رہائش دینا

سُوال: ہماری برادری کی ایک جماعت ہے جس میں بعض مخیر حضرات بھی ہیں۔ ہم

---

[1] فتح الباری، الحوالۃ، وھل یرجع فی الحوالۃ، رقم الحدیث: ۲۲۸۷

قرض لینے کے اصول اور شرائط، قرض کے ادائیگی کی اہمیت اور حسنِ ادائیگی کی ترغیب، قرض کی ادائیگی نہ کرنے پر وعیدیں، قرض کی ادائیگی کے لیے اعمال اور قرض کی ادائیگی کے لیے دعائیں جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "قرض کی پریشانی سے نجات پایئے" کا مطالعہ کیجیے اور قرض کے بوجھ سے نجات حاصل کیجیے۔

[2] فتاویٰ رحیمیہ، الزکاۃ: ۷/ ۱۴۸

لوگوں نے ایک زمین خریدی ہے، ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر زکوٰۃ کے پیسوں سے مکانات تعمیر کرکے غریبوں کو رہنے کے لیے دیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ زکوٰۃ کی مد سے تعمیر کیے گئے مکانات یا فلیٹ اگر حسب ذیل شرائط پر مستحقینِ زکوٰۃ کو دیے جائیں تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

شرائط:

1. یہ فلیٹ، مکان کم از کم پانچ سال تک آپ کسی کے ہاتھ نہیں بیچ سکیں گے (زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں)
2. متعلقہ فلیٹ، مکان آپ کو اپنے استعمال کے لیے دیا جا رہا ہے اس میں آپ کرایہ دار نہیں رکھیں گے۔ پگڑی پر نہیں دے سکیں گے اور کسی دوسرے شخص کو استعمال کے لیے بھی نہیں دے سکیں گے۔
3. آپ نے فلیٹ، مکان اگر کسی کو پگڑی پر دیا، یا کرایہ دار رکھا تو اس کی اطلاع جماعت کو ملنے پر آپ کے فلیٹ، مکان کا حق منسوخ کر دیا جائے گا۔
4. فلیٹ، مکان کی دیکھ بھال و مرمت کی رقم جو جماعت مقرر کرے وہ ہر ماہ ادا کرکے اس کی رسید حاصل کرنی پڑے گی۔
5. فلیٹ، مکان کی وساطت کسی دوسرے فلیٹ، مکان کے قبضہ دار سے بدلی نہیں کیا جا سکے گا۔
6. اس عمارت کی چھت جماعت کے قبضے میں ہوگی۔
7. مستقبل میں فلیٹ، مکان بیچنے یا چھوڑنے کی صورت میں جماعت سے اطمینان کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کے بعد مزید کارروائی ہو سکے گی۔

⑨ اوپر بیان کی گئی شرائط کے علاوہ جماعت کی جانب سے وقتاً فوقتاً آنے والے نئے احکامات اور شرائط کو مان کر ان پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ ان بیان کی گئی شرائط اور پابندیوں کی خلاف ورزی کرنے والے ممبر سے جماعت فلیٹ، مکان خالی کراسکے گی اور فلیٹ، مکان میں رہنے والے کو اس پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

جَوَاب: زکوٰۃ تب ادا ہوتی ہے جب محتاج کو مالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دیا جائے اور زکوٰۃ دینے والے کا اس سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ رہے۔[1]

آپ کے ذکر کردہ شرائط نامہ میں جو شرطیں ہیں وہ عاریت کی ہیں تملیک کی نہیں، لہٰذا ان شرائط کے ساتھ اگر کسی کو زکوٰۃ کی رقم سے فلیٹ یا مکان بنا کر دیا گیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ کے ادا ہونے کی صورت یہی ہے کہ جن کو یہ فلیٹ، مکان دیے جائیں ان کو مالک بنا دیا جائے اور ملکیت کے کاغذات سمیت ان کو مالکانہ حقوق دیے جائیں کہ یہ لوگ ان فلیٹس، مکانات میں جیسے چاہیں مالکانہ تصرف کریں اور جماعت کی طرف سے ان پر کوئی پابندی نہ ہو، اگر ان کو مالکانہ حقوق نہ دیے گئے تو زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور ان پر لازم ہوگا کہ اپنی زکوٰۃ دوبارہ ادا کریں۔[2]

بطورِ رہائش خریدے گئے پلاٹوں پر زکوٰۃ کا حکم

سُوَال: ایک شخص کے پاس اپنے رہائشی مکان کے علاوہ دیگر پلاٹ بھی ہیں جنھیں خریدتے وقت اس کی نیت یہ تھی کہ وہ یہ پلاٹ اپنے بھائیوں یا بچوں میں تقسیم کرے گا۔ زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس کو ان پلاٹوں کی زکوٰۃ بھی ادا کرنی پڑے گی یا نہیں؟

---

[1] بدائع الصنائع، الزکوٰۃ، فصل فی رکن الزکاۃ: ۲ / ۱۵٤، رشیدیہ

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، زکوٰۃ کے مسائل، زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ: ۳۸۸/۳

جواب: مسئولہ پلاٹوں کی مالیت میں زکوٰۃ واجب نہیں، البتہ اگر اس کی کچھ آمدنی ہو، مثلاً: کرایہ وغیرہ آتا ہے، تو آمدنی میں صاحبِ نصاب پر سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔[1]

رہائشی مکان کے بیچنے کے ارادہ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: میں نے ایک مکان اپنی رہائش کے لیے بنایا اور پھر اس میں رہائش بھی اختیار کی (یا نہیں کی، مگر پختہ ارادہ تھا) پھر کچھ مدّت بعد حالات ناسازگار ہوئے جس کی وجہ سے اب اس مکان کو بیچنے کا ارادہ ہے، مگر ابھی تک وہ مکان بکا نہیں اور بند پڑا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورتِ مذکورہ میں اس مکان کی زکوٰۃ ادا کرنا میرے ذمہ ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جب یہ مکان رہنے کے لیے بنایا تھا، بعد میں رہائش ترک کرکے بیچنے کی نیت کرلی تو صرف نیت سے وہ مالِ تجارت نہیں بنے گا اور فی الحال اس کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم نہیں ہوگی جب مکان بک جائے گا اس کی جو قیمت ملے اپنے باقی مال کے ساتھ جس پر سال گزر چکا ہے ملاکر زکوٰۃ ادا کردیں۔[2]

پلاٹ تجارت کی نیت سے خریدا تو اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: میں نے ایک پلاٹ اس ارادے سے خریدا کہ جب اس کی قیمت بڑھ جائے گی تو اسے فروخت کردوں گا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میں صاحبِ نصاب ہوں تو کیا اس مذکورہ پلاٹ پر بھی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں، اگر فرض ہے تو قیمتِ خرید پر یا موجودہ قیمت پر وضاحت فرماکر مشکور فرمائیں۔

---

[1] خیر الفتاوی، الزکاۃ: ۳/ ۴۲۴

[2] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الزکاۃ: ۷/ ۱۶۰

جواب: جو زمین یا مکان بیچنے کی نیت سے خریدا جائے وہ مالِ تجارت ہے اور مال تجارت پر زکوٰۃ ہے، لہٰذا مال تجارت ہونے کی حیثیت سے مذکورہ پلاٹ پر زکوٰۃ فرض ہے اور ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے وقت موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا نہ کہ قیمت خرید کا۔[1]

کمپنی کے شیئرز کی زکوٰۃ

سوال: کمپنی یا بینک سے حصص (شیئرز) خریدے۔ جب خریدے تھے تو اس کی قیمت چار ہزار روپے تھی اور اب ہم اس کو فروخت کریں تو اس کی قیمت آٹھ ہزار روپے ہے تو ان کی زکوٰۃ موجودہ قیمت کی ادا کی جائے یا بہ وقتِ خرید جو قیمت تھی اس کی؟

جواب: بازار میں فی الوقت جو اس کی قیمت ہوگی زکوٰۃ اسی حساب سے ادا کی جائے گی۔[2]

داخلہ حج میں دیے ہوئے روپوں پر زکوٰۃ

سوال: میرا سالِ زکوٰۃ ماہِ رمضان کے آخری عشرے میں پورا ہوتا ہے جب کہ میں نے یکم رجب کو داخلہ حج بھر دیا ہے۔ سال پورا ہونے پر اس رقم پر زکوٰۃ آئے گی یا نہیں؟

جواب: جب سال رمضان میں پورا ہوتا ہے اس وقت تک روپیہ استعمال میں نہیں آیا تو وجوبِ زکوٰۃ کل رقم پر ہوگا، لہٰذا داخلہ حج میں دیا ہوا روپیہ وجوبِ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہوگا۔[3]

---

[1] ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ، الزکاۃ: ۷/ ۱۵۸

[2] خیر الفتاویٰ، الزکاۃ: ۳/ ۴۶۹

[3] خیر الفتاویٰ، الزکاۃ: ۳/ ۴۷۴

کرائے پر چلنے والی گاڑیوں پر زکوٰۃ کا حکم

سُوال: ہمارا ٹرانسپورٹ کا کاروبار ہے، ہماری گاڑیاں مثلاً رکشہ، ٹیکسی، ویگن، بس، ٹرک وغیرہ کرائے پر چلتے ہیں اور اسی سے گزر بسر ہوتی ہے، بظاہر بیچنے کا بھی کوئی ارادہ نہیں، لیکن خدانخواستہ اگر ضرورت پڑی تو بیچ بھی دیں گے، اس صورت میں ان گاڑیوں پر زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ زکوٰۃ گاڑیوں کی اصل قیمت پر ہوگی یا جو اِن کا کرایہ وغیرہ نفع ملتا ہے اُس پر؟

جَواب: ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں کی قیمت پر زکوٰۃ نہیں، بل کہ اس سے جو نفع حاصل ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ ہے۔ جس چیز کو خریدتے وقت ابتداءً بیچنے کی نیت نہ ہو وہ مال تجارت نہیں، لہٰذا اس پر زکوٰۃ واجب نہیں، بعد میں اگر نیت بیچنے کی ہو بھی گئی تو جب تک وہ چیز فروخت نہیں ہوئی اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

ہاں اگر کوئی چیز ابتداءً ہی اس نیت سے خریدی جائے کہ جیسے ہی کچھ اچھے دام ملیں گے تو فروخت کردوں گا وہ مالِ تجارت ہے اور اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب ہے، جیسے ہی دوسرے مال کا سال پورا ہو تو اس کے ساتھ اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے۔[1]

مہرِ مؤجّل وجوبِ زکوٰۃ سے مانع نہیں

سُوال: ہمارے یہاں خاندانی دستور ہے کہ نکاح میں مہر مؤجل (ادھار) ہوتا ہے جو عموماً طلاق یا وفات کے بعد ہی ادا کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اگر شوہر صاحبِ نصاب ہو مگر مہر کل مال سے منہا کرنے کے بعد وہ صاحب نصاب نہیں رہتا تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟ اور اگر مہر مؤجّل عندالطلب ہو اور شوہر کا ادا کرنے کا ارادہ بھی ہو تو ایسی صورت میں کیا حکم ہے کیا مہر کا قرضہ مانعِ زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

---

[1] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الزکاۃ: ۷/ ۱۶۱

جواب: پہلی والی صورت میں اس آدمی (شوہر) پر زکوٰۃ واجب ہے کیوں کہ ایسا مہر مؤجل (جس کے ادا کرنے کا ابھی کوئی ارادہ نہیں) زکوٰۃ کے لیے مانع نہیں۔

دوسری والی صورت میں اگر نیت ادائے مہر کی ہو تو یہ قرض مانع وجوبِ زکوٰۃ ہے۔ لہٰذا مہر کی مقدار کو کل مال میں سے منہا کر کے باقی اگر بقدرِ نصاب ہے تو زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔[1]

مہر مؤجّل کی زکوٰۃ کس کے ذمہ واجب ہے؟

سوال: مہر مؤجل کی زکوٰۃ جب کہ ابھی تک ادا نہیں ہوا کس کے ذمے واجب ہے عورت کے ذمے یا مرد کے ذمے؟

جواب: مہر مؤجل کی زکوٰۃ عورت کے ذمے ہی واجب ہے مگر جب مل جائے تب۔ گزشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں، اگر آدھا ملا اور وہ بقدر نصاب ہو اور سال بھی پورا ہو جائے تو اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔[2]

وکیل کا زکوٰۃ کی رقم تبدیل کرنا

سوال: ❶ اگر ایک شخص نے کسی کو زکوٰۃ یا دوسرے صدقاتِ واجبہ کی مد سے کوئی رقم مساکین کو دینے کے لیے دی اس وکیل نے وہ رقم بدل دی مثلاً: اس میں سے دس، دس کے نوٹ لے کر سو کا نوٹ رکھا یا پوری خرچ کر کے اپنی طرف سے اتنی ہی رقم مساکین کو دے دی تو زکوٰۃ ادا ہو گئی یا نہیں؟

❷ اگر دینے والے نے دیتے وقت کہا کہ: ”آپ جسے چاہیں دیدیں“ یا یہ کہا کہ: ”جہاں چاہیں خرچ کریں“ تو کیا اس صورت میں یہ وکیل اسے خود لے سکتا ہے یا

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاوی، الزکاۃ والصدقات: ۲/۳۹

[2] کفایت المفتی، الزکاۃ والصدقات، باب ادائیگی زکاۃ: ۴/۲۸۰، ۲۸۱

اپنے کسی رشتہ دار کو جو کہ مستحق زکوٰۃ ہے دے سکتا ہے یا نہیں؟

جَوَابٌ: ❶ زکوٰۃ بہر حال ادا ہو جائے گی، البتہ تبدیلی کا جواز اس پر موقوف ہے کہ تبدیلی کی اجازت صراحتاً یا دلالۃً مؤکل کی طرف سے موجود ہو، موجودہ عرف میں اس کی اجازت ہے اس لیے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ اجازت لے لینا بہتر ہے۔

❷ اگر مؤکل نے دیتے وقت یہ کہا کہ "جسے چاہیں دے دیں" تو اس صورت میں خود نہیں لے سکتا، البتہ اپنے کسی رشتہ دار یا بیٹے وغیرہ کو جو مستحقِ زکوٰۃ ہو دے سکتا ہے اور اگر یہ کہا کہ "جہاں چاہیں خرچ کریں" تو اس صورت میں خود بھی لے سکتا ہے جب کہ مستحق ہو اور کسی اور کو بھی دے سکتا ہے۔[1]

زیور کی زکوٰۃ کا حکم

سُوَال: ایک عورت کے پاس دس تولہ سونے کا زیور ہے، مگر وہ عورت اسے پہنتی نہیں ہے ویسے ہی رکھا ہوا ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟

جَوَابٌ: زیور چاہے استعمال کیا جائے یا ایسے ہی رکھا ہوا ہو ہر حال میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے، لہٰذا صورتِ مسئولہ میں جب زیور بقدرِ نصاب ہے تو اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔[2]

موتی جواہرات جڑے ہوئے سونے کے زیور کی زکوٰۃ کا حکم

سُوَال: میں نے ستر گرام خالص سونے میں تیس گرام پیتل یا را گولڈ (حکم سونا) کی آمیزش کر کے اس کا زیور بنوایا ہے، اب اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کروں یہ سب سونے

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، الزکاۃ: ۴/۲۹۹-۳۰۸

[2] الفقه الاسلامی وادلته، باب الزکاة و انواعها: ۲/۷۵۹

کے حکم میں شمار ہوگا یا دھات کو الگ ہی سمجھا جائے گا؟ (عام طور پر سنار زیور بناتے ہوئے سونے کے ساتھ کسی اور چیز کی آمیزش کرتے ہیں، ایسی صورت میں پورا سونا سمجھا جائے گا یا دوسرے دھات کی مقدار کو اس میں سے الگ شمار کیا جائے گا)۔

زیور میں جو سچے "نگ" ہیرے وغیرہ یا نقلی موتی جڑے ہوتے ہیں ان اصلی یا نقلی چیزوں کی جو قیمت ہے اس پر جو لاگت آئی ہے اس قیمت پر بھی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟

جواب: سونے اور دھات کو اگر گلا کر اس طرح ایک کر دیا ہو کہ سونا الگ نہ پہچانا جا رہا ہو تو جو چیز غالب ہوگی کل زیور اسی کے حکم میں ہوگا۔ اگر سونا غالب ہے تو کل سونے کے حکم میں اور اگر دھات غالب ہے تو کل دھات کے حکم میں ہوگا۔

صورت مذکورہ میں چوں کہ سونا غالب ہے اور دونوں باہم ایسے ملے ہوئے ہیں کہ الگ پہچان مشکل ہے، اس لیے یہ سب سونے کے حکم میں ہوگا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے وقت اس پورے زیور کی جو قیمت ہوگی اسی کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

ہیرے موتی جواہرات وغیرہ جو زیور میں جڑے ہوتے ہیں اور یہ زیور استعمال کے لیے ہوں تجارت کے لیے نہ ہوں، تو ہیرے موتی جواہرات کی مالیت میں زکوٰۃ واجب نہیں، کیوں کہ ہیرے موتیوں وغیرہ کو اگرچہ سونے کے ساتھ ملایا گیا ہے لیکن دونوں ایک دوسرے سے الگ الگ (متمیز) ہیں۔

لہٰذا ہیرے وغیرہ کو سونے کا حکم نہیں دیا جائے گا، البتہ اگر کوئی شخص ہیرے وغیرہ کو سونے کا تابع سمجھ کر زیور کی مجموعی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کرے تو یہ بہتر ہوگا۔ اس طرح زیور کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں شبہ نہیں رہے گا اور غربا کا بھی اس میں فائدہ ہے۔

اگر ایسا زیور جس میں موتی جڑے ہوئے ہیں تجارت کے لیے ہے، تو پھر چوں کہ یہ مال تجارت ہے اس وجہ سے موتیوں کی قیمت بھی شمار کی جائے گی اور اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔[1]

---

[1] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الزکاۃ: ۷/ ۱۵۶

بہو کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سؤال: بہو (بیٹے کی بیوی) کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے یا نہیں اور اس سے زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ کیوں کہ ایک ساتھ رہنے اور مشترک طور پر خرچ کرنے میں ان کا نفع ونقصان مشترک ہے۔

جواب: کتبِ فقہ میں بہو کو زکوٰۃ دینے کا جواز صراحت کے ساتھ بیان ہوا ہے اس لیے کسی طرح بھی اصولِ شرع کے تحت بہو کو مصرفِ زکوٰۃ سے خارج نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا بہو کو زکوٰۃ دینی جائز ہے، اگر وہ مسکینہ ہے اور جب وہ اس کی مالک ہوگئی تو اس سے زبردستی لینا پھر جائز نہیں۔

البتہ اگر کوئی فاسد نیت رکھتا ہے اور بہو کو دینا حیلہ بنا رہا ہے حقیقت میں مقصود یہ ہے کہ اس طرح زکوٰۃ سے دوبارہ فائدہ اٹھاؤں تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" اگر نیت فاسد ہے تو عمل فاسد ہوگا، لیکن فقہی حکم کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے باطنی نیتوں سے نہیں، لہٰذا فقہی حکم کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔[1]

مروّجہ کمیٹیوں میں زکوٰۃ کا حکم

سؤال: چند آدمی مثلاً بیس آدمی مل کر ہزار روپیہ مہینہ جمع کرتے ہیں جو مجموعہ بیس ہزار روپے بنتے ہیں، پھر قرعہ اندازی کے ذریعے سے یہ رقم ان میں سے ہر مہینے کسی ایک کو ملتی ہے، جس نے ایک مرتبہ یہ رقم لے لی اس کا نام قرعہ اندازی سے خارج کر دیا جاتا ہے۔

البتہ وہ ہزار روپیہ ماہانہ جمع کراتا ہے جب تک کہ یہ بیس ہزار پورے جمع نہ کرادے تو گویا جو بیس ہزار اس نے لیے اس میں سے ایک ہزار تو اس کے اپنے ہیں

---

[1] خیر الفتاوی، الزکاۃ: ۳/ ۴۸۲ ملخصاً

اور باقی اُنیس ہزار دوسرے لوگوں کا قرضہ ہے، جو اس نے واپس کرنا ہے۔ اب یہ بتائیں کہ اس کی زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے گی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جو رقم اس لینے والے پر قرض ہے اس کی زکوٰۃ اس کے ذمّے واجب نہیں اور جو کچھ اُس نے رقم جمع کرائی ہے جو اس کی اپنی ہے اس کی زکوٰۃ اس کے ذمے واجب ہے، اسی طرح ہر آدمی نے جو رقم جمع کرائی ہے اس کی زکوٰۃ اسی کے ذمے واجب ہے۔■

پیشہ ور بھکاریوں کو زکوٰۃ دینا

سوال: شعبان اور رمضان المبارک کے مہینے میں کراچی وغیرہ بڑے شہروں میں خانہ بدوشوں کی ٹولیاں وارد ہوتی ہیں، جو محلوں اور گلیوں میں گھر گھر جا کر زکوٰۃ، صدقۂ فطر وغیرہ خیرات مانگتے ہیں اور مساجد میں بھی اعلانات وغیرہ بعد نماز کرتے ہیں یا دروازوں پر کھڑے ہو کر مانگتے ہیں، ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: بہت سے بھیک مانگنے والے خود صاحبِ نصاب ہوتے ہیں۔ (وجوبِ زکوٰۃ کا نہ سہی مگر عام طور پر نصاب مانعِ اخذِ زکوٰۃ کے تو مالک ہوتے ہی ہیں) اس لیے جب تک اطمینان نہ ہو کہ یہ واقعی مستحق اور محتاج ہے اس کو زکوٰۃ اور صدقۂ فطر وغیرہ دینا صحیح نہیں۔■

پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: ہر سرکاری ملازم اور بعض غیر سرکاری کمپنیوں کے ملازمین کی تنخواہ میں سے ہر ماہ پراویڈنٹ فنڈ لازماً کاٹ لیا جاتا ہے اور اس فنڈ کو ملازم اپنی ملازمت سے

■ ماخوذ از خیر الفتاوی، الزکاۃ: ۳/ ۴۹۰

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، مصارفِ زکوٰۃ: ۳/ ۴۰۲

ریٹائر ہونے سے پہلے نہیں لے سکتا یا اس کے انتقال کے بعد اس کے ورثا لے سکتے ہیں۔ کیا ایسی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

جَوَابٌ: گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ اور پرائیویٹ کمپنیوں کے پراویڈنٹ فنڈ کی نوعیت میں کچھ فرق ہے جس کی وجہ سے احکام میں بھی فرق ہوگا۔ گورنمنٹ پراویڈنٹ فنڈ میں حکومت مستاجر ہے اور ملازم اجیر۔ فنڈ کی رقم مستاجر یعنی حکومت کے قبضہ میں رہتی ہے اس پر اجیر کا قبضہ نہیں ہوتا۔ قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے بہ دستور حکومت پر قرض ہے۔

لہٰذا اس پر زکوٰۃ فرض نہیں، وصول ہونے کے بعد بھی اس پر گزشتہ زمانہ کی زکوٰۃ نہیں، بل کہ آیندہ کے لیے زکوٰۃ فرض ہوگی، البتہ اگر اس فنڈ میں سے ملازم نے کسی انشورنس کمپنی میں حصہ لیا تو اب بیمہ کمپنی کا قبضہ اجیر کی طرف منسوب ہوگا اور کمپنی بہ منزلہ وکیل ہوگی اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے، لہٰذا اجیر کی ملک میں آجانے کی وجہ سے ہر سال اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔

پرائیوٹ کمپنیوں کا پراویڈنٹ فنڈ ایک مستقل کمپنی کی تحویل میں دے دیا جاتا ہے، جس میں ملازمین کا ایک نمائندہ ہوتا ہے یہ کمپنی چوں کہ ملازمین کی وکیل ہے، لہٰذا کمپنی کا قبضہ ملازم کا قبضہ شمار ہوگا اس لیے اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔[1]

مدِّ زکوٰۃ سے خیراتی دواخانہ کھولنے کا حکم

سُؤَال: ہم لوگ اپنے علاقے میں ایک دواخانہ کھولنا چاہتے ہیں جس کا خرچ زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کے پیسوں سے چلانا ہے اور اس سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکے گا۔ اس میں

---

[1] احسن الفتاوی، الزکاۃ: ۴/ ۲۷۰

مریضوں سے بھی معمولی سی فیس وصول کی جائے گی جو اسی دواخانے میں خرچ ہوگی۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کرنا شرعاً کیسا ہے اور اس طرح کرنے سے جن لوگوں کی زکوٰۃ کی رقم اس دواخانے میں خرچ ہوگی ان کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب: دواخانے میں زکوٰۃ اور چرمِ قربانی کا مصرف صرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائیں، اس مد سے دواخانے کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کی تنخواہ، مکان کا کرایہ، تعمیر، فرنیچر وغیرہ مصارف پر خرچ کرنا جائز نہیں، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔

اسی طرح مساکین و مستحقینِ زکوٰۃ سے دوا کے پیسے لینا جائز نہیں۔ اسی طرح غیر مسکین اور غیر مستحق کو اس مد میں سے دوا دینا جائز نہیں ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ بعض دواخانوں میں زکوٰۃ کی مد میں سے خون خرید کر مریضوں کو دیا جاتا ہے اس سے بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔[1]

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، الزکاۃ: ۴/ ۲۹۱

صَدَقَةُ الْفِطْرِ

مسائل صدقۃ الفطر

سُؤال: صدقۂ فطر کس پر واجب ہے اور اس کے کیا مسائل ہیں اور اس کی مقدار کتنی ہے اور کس کو دیا جاسکتا ہے؟

جواب: ❶ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر جب کہ وہ بقدرِ نصاب مال کا مالک ہو، واجب ہے (البتہ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے لیے نصاب پر سال کا گزرنا ضروری ہے جب کہ صدقۂ فطر واجب ہونے میں سال کا گزرنا ضروری نہیں، بل کہ اگر عید سے ایک دن یا تھوڑی دیر پہلے ہی کہیں سے اتنا مال حاصل ہوا جو بقدرِ نصاب ہو تو صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے) نصاب کی مقدار زکاۃ کی بحث میں بیان ہوچکی ہے۔

❷ ہر شخص جو صاحبِ نصاب ہو اسے اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے اور اگر نابالغوں کا اپنا مال ہو تو اس میں سے ادا کیا جائے۔

❸ جن لوگوں نے سفر یا بیماری کی وجہ سے یا ویسے ہی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، صدقۂ فطر ان پر بھی واجب ہے، جب کہ وہ صاحبِ نصاب ہوں۔

❹ جو بچہ عید کی رات صبح صادق کے طلوع سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ فطر لازم ہے اور اگر صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس کا صدقہ فطر واجب نہیں۔

❺ جو شخص عید کی رات صبح صادق سے پہلے انتقال کرگیا اس کا صدقۂ فطر نہیں اور اگر صبح صادق کے بعد انتقال کرگیا تو اس کا صدقۂ فطر واجب ہے۔

٦ عید کے دن عید کی نماز کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا چاہیے لیکن اگر پہلے ادا نہیں کیا تو بعد میں بھی ادا کرنا جائز ہے اور جب تک ادا نہیں کرے گا، اس کے ذمّے واجب الاداء رہے گا۔

٧ صدقۂ فطر ہر شخص کی طرف سے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز بھی دے سکتا ہے۔

٨ جو لوگ صاحبِ نصاب نہیں یعنی خود ان کے پاس قربانی اور صدقۂ فطر واجب ہونے والا نصاب بھی نہیں، ان کو صدقۂ فطر دینا درست ہے۔

٩ اپنے حقیقی بھائی بہن، چچا پھوپھی کو صدقۂ فطر دینا جائز ہے، البتہ میاں بیوی ایک دوسرے کو صدقۂ فطر نہیں دے سکتے، اسی طرح ماں باپ اولاد کو اور اولاد ماں باپ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔

١٠ صدقۂ فطر کا کسی مسلمان غیر سید محتاج فقیر کو مالک بنانا ضروری ہے۔ اس لیے صدقۂ فطر کی رقم مسجد میں لگانا یا کسی اور اچھائی کے کام میں لگانا درست نہیں۔

١١ ایک آدمی کا صدقۂ فطر ایک سے زیادہ محتاجوں کو دینا بھی جائز ہے اور کئی آدمیوں کا ایک محتاج کو دینا بھی درست ہے۔[1]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، صدقۂ فطر: ٣ / ٤١٥

پانچواں باب

كِتَابُ الصَّوْم

روزے کے مسائل

صوم کا مطلب ہے صبح صادق کے طلوع ہونے کے وقت سے لے کر غروبِ آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے، پینے اور جماع سے رُکے رہنا۔

روزہ کی ادائیگی کب اور کن پر واجب ہے اور اس کے کیا شرائط ہیں، کن اعذار کی بنیاد پر نہ رکھنا جائز ہے اور اس کا کتنا فدیہ ہے اور کس صورت میں کفارہ واجب ہوتا ہے، نیز اعتکاف کے اہم ضروری مسائل وغیرہ اس باب میں ذکر کیے گئے ہیں۔

كِتَابُ الصَّوْم

حاجیوں کے لیے یومِ عرفہ کے روزے کا حکم

سَوَال: حُجاجِ کرام کے لیے عرفہ کے دن روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جَوَاب: اگر کمزوری کا اندیشہ نہ ہوتو روزہ رکھنا بلا کراہت مستحب ہے، لیکن وقوفِ عرفہ حُجاج کے لیے مشقت کا دن ہوتا ہے اس لیے اگر کمزوری وغیرہ کا احتمال ہوتو اس صورت میں حجاج کے لیے روزہ رکھنا مکروہ ہے۔[1]

یومِ شک کے روزے کا حکم

سَوَال: اگر ۳۰ شعبان اور یکم رمضان کے درمیان شک ہو جائے یعنی انتیسویں رات ہو شعبان کی اور مطلع ابر آلود ہے اور کہیں سے محقق خبر نہ آئے تو اس شک کے دن (یعنی ۳۰ شعبان کو) روزہ رکھنا کیسا ہے؟

جَوَاب: عوام الناس کے لیے اس دن کا روزہ رکھنا مناسب نہیں، نہ رمضان کا نہ ہی نفل یا قضا کا، اس دن روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ تاہم قضا کا روزہ رکھ لیا تو قضا روزہ ذمے سے ساقط ہو جائے گا۔[2]

قضا روزوں کا بیان

سَوَال: اگر کسی شخص کے کئی سال کے روزے چھوٹ گئے ہیں، اب وہ ان روزوں

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۳۱

[2] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۳۴

کی قضا کرنا چاہتا ہے تو کس طرح کرے؟

جَوَابْ: اگر یاد نہ ہو کہ کس رمضان کے کتنے روزے قضا ہوئے ہیں تو اس طرح نیت کرے کہ سب سے پہلے رمضان کا پہلا روزہ جو میرے ذمہ ہے اس کی قضا کرتا ہوں۔ (پھر جب اندازے کے مطابق یقین ہو جائے کہ جتنے روزے قضا ہوئے تھے وہ پورے ہو گئے تو بس کردے)۔[1]

فَائِدَة: روزہ رکھنے کی ضرور کوشش کریں، روزہ اسلام کی اہم ترین عبادات میں سے ہے، اسلام میں اس کی اہمیت کے پیش نظر مکمل ماہِ رمضان کے روزوں کو فرض قرار دیا گیا، نیز سفر یا مرض کی وجہ سے روزہ نہ رکھ پائے تو بعد میں اس کی قضا کو لازمی قرار دیا گیا اور جو شخص رمضان کا روزہ بِلا عذر چھوڑ دے اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَلَا مَرَضٍ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ." [2]

تَرْجَمَہ: "جس شخص نے بغیر عذر اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ بھی چھوڑ دیا تو خواہ ساری عمر روزے رکھتا رہے، وہ اس کی تلافی نہیں کرسکتا (یعنی دُوسرے وقت میں روزہ رکھنے سے اگرچہ فرض ادا ہو جائے گا، مگر رمضان المبارک کی برکت وفضیلت کا حاصل کرنا ممکن نہیں)۔"

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اصلاحِ انقلابِ امت" میں تفصیل سے ان کوتاہیوں کا بھی ذکر فرمایا ہے جو روزے کے بارے میں کی جاتی ہیں، اس کتاب کا مطالعہ کرکے ان تمام کوتاہیوں کی اصلاح کرنی چاہیے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، قضا روزوں کا بیان: ۳/ ۲۹۳

[2] جامع الترمذي، الصوم، باب ما جاء في الإفطار متعمدا، الرقم: ۷۲۳

"بعض تو بلا کسی قوی وضعیف وجہ کے روزہ نہیں رکھتے، میں نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس نے عمر بھر کبھی روزہ نہ رکھا تھا، پھر ان میں سے بعض تو کم ہمت ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے روزہ پورا نہ ہوسکے گا۔ چناں چہ وہ شخص اسی بلا میں مبتلا تھا، میں نے کہا کہ تم بطور امتحان ہی رکھ کر دیکھو، چنانچہ رکھا اور پورا ہوگیا، پھر اس کی ہمت بندھ گئی اور رکھنے لگا۔

کیسے افسوس کی بات ہے کہ رکھ کر بھی نہ دیکھا تھا اور پختہ یقین کر بیٹھا تھا کہ کبھی رکھا ہی نہ جاوے گا......!!

یہ لوگ سوچ کر دیکھیں کہ اگر طبیب کہہ دے کہ آج دن بھر نہ کچھ کھاؤ نہ کچھ پیو، ورنہ فلاں مہلک مرض ہوجائے گا، تو اس نے ایک ہی دن کے لیے کہا ہے، یہ شخص دو دن نہ کھاوے گا کہ احتیاط اسی میں ہے۔ افسوس ہے کہا اللہ تعالیٰ دن، دن کا کھانا، پینا چھڑاویں اور کھانے پینے سے عذابِ مہلک کی وعید فرماویں اور قولِ طبیب کے برابر بھی اس کی وقعت نہ ہو، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ......!!"[1]

روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار کرنے کا حکم

سُؤال: اگر کسی شخص نے رمضان کا روزہ رکھا اور صبح صادق کے بعد بیوی سے فقط بوس وکنار کیا جس کی وجہ سے انزال ہوگیا تو اس صورت میں شوہر پر کفارہ ہے یا نہیں؟

جَواب: فقط بوس وکنار ہی کیا ہے اور انزال ہوگیا تو اس صورت میں قضا ہے کفارہ نہیں، تاہم جماع کی صورت میں قضا کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔[2]

---

[1] اصلاحِ انقلابِ امت، صوم، روزہ میں تفریط کرنے والوں کا ذکر: ۱۲۵-۱۲۶

[2] الفتاوى الهندية، باب فيما يفسد وما لا يفسد: ١ / ٢٠٤، ٢٠٥

وضاحت: اگر بوس وکنار میں طرفین میں سے کسی نے بھی (روزہ یاد ہوتے ہوئے) ایک دوسرے کا لعاب دہن نگل لیا تو چوں کہ اس لعاب سے گھن نہیں تھی بل کہ مکمل آمادگی کے ساتھ نگلا ہے اس لیے روزہ بھی ٹوٹ گیا اور قضا اور کفارہ بھی لازم ہے، خواہ انزال ہوا ہو یا نہیں۔[1]

روزے میں آنکھ، ناک اور کان میں دوا ڈالنے کا حکم

سوال: آنکھ، ناک اور کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ پر کیا اثر پڑتا ہے؟

جواب: آنکھ میں دوائی ڈالنے سے روزہ میں کوئی فرق نہیں آتا، لیکن ناک اور کان میں دوائی ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے (تاہم کفارہ لازم نہیں صرف قضا ہے)۔[2]

روزے میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا

سوال: اگر کوئی شخص روزہ میں بھول سے کھا پی لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: بھول کر کھانے یا پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے ہی یاد آجائے تو فوراً کھانا پینا چھوڑ دے، لیکن اگر روزہ یاد ہے مگر غلطی سے پانی حلق سے اتر جائے جیسے کلی کی صورت میں احتمال ہے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ فقط قضا ہے کفارہ لازم نہیں۔[3]

روزہ دار کو گلوکوز چڑھانا یا انجکشن لگوانا

سوال: گلوکوز لگوانے سے یا رگ میں انجکشن لگانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟

جواب: عذر کی وجہ سے گلوکوز لگوانے یا انجکشن لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن بلا

---

[1] زبدۃ الفقہ، کتاب الصوم: ۸۷

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ۳/۲۸۶

[3] الفتاوی الهندية، باب فی ما يفسد و مالا يفسد: ۱/ ۲۰۲

عذر کے ان چیزوں کا استعمال مکروہ ہے۔ نیز طاقت کا انجکشن لگوانے سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔[1]

روزے میں دانت سے خون نکلنے کا حکم

سُؤال: روزہ دار کے دانت سے یا منہ کے اندر کے زخم سے خون نکلنے لگے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر دانت (یا منہ کے اندر کے زخم سے) نکلنے والا خون حلق سے نیچے چلا جائے، تو اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ اگر خون کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اگر ذائقہ محسوس نہ ہو لیکن خون اور تھوک برابر ہو یا خون غالب ہو جب روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک غالب ہو خون کی مقدار کم ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔[2]

روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا

سُؤال: ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرنے سے کیا روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

جواب: ٹوتھ پیسٹ کا استعمال روزے کی حالت میں مکروہ ہے، تاہم اگر حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔[3]

فائدہ: مسواک کرنا سنت ہے اور روزے کی حالت میں اس کی فضلیت مزید بڑھ جاتی ہے اور اس کو روزہ دار کی بہترین خصلت قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

"مِنْ خَيْرِ خِصَالِ الصَّائِمِ السِّوَاكُ." [4]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ۳/۲۸۸

[2] ماخوذ از کتاب الفتاویٰ، روزہ سے متعلق سوالات: ۳/ ۳۸۲

[3] آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا: ۳/۲۹۱

[4] سنن ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء في السواك والكحل للصائم، الرقم: ١٦٧٧

ترجمہ: "روزہ دار کی بہترین خصلت یہ ہے کہ وہ مسواک کرے۔"

اس لیے مسواک کی عادت ڈالی جائے، اس میں دو فائدے ہیں کہ سنت بھی ادا ہو جائے گی اور منہ کی صفائی بھی حاصل ہو جائے گی۔

روزے دار کا طلوعِ فجر کے بعد، رات کا وقت سمجھ کر جماع کرنا

سوال: اگر کسی روزہ دار نے صبح صادق کے بعد اپنی بیوی سے جماع کر لیا اس خیال سے کہ ابھی شب باقی ہے صبح صادق نہیں ہوئی اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر رات کے گمان میں بیوی سے جماع کر لیا بعد میں پتا چلا کہ صبح صادق ہو گئی ہے تو اس صورت میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے تاہم فقط قضا ہے کفارہ نہیں۔[1]

روزہ دار اگر پان یا نسوار منہ میں رکھ کر سو جائے تو؟

سوال: اگر کسی شخص نے سحری کے بعد پان منہ میں رکھا اور روزہ کی نیت کر کے لیٹ گیا اور آنکھ لگ گئی، پھر صبح صادق کے بعد اس کی آنکھ کھلی تو اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر سوتے وقت پان منہ میں لے کر سو گیا اور صبح صادق کے بعد اُٹھا تو پان منہ میں ہے یا نہیں دونوں صورتوں میں روزہ ٹوٹ جائے گا۔ جس صورت میں پان منہ میں نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ نگل گیا اور یہی سمجھا جائے گا کہ صبح صادق کے بعد نگلا ہے۔ جس صورت میں پان منہ میں موجود ہے تو اس صورت میں اس کا اثر حلق کے اندر جاتا رہا ہوگا۔

بہر حال دونوں صورتوں میں روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا ہے کفارہ نہیں،

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۵۹

اگر رات کو سونے سے پہلے پان کھالیا یا تھوک دیا تاہم کچھ ذرات باقی رہ گئے تو اگر وہ ذرات چنے کے دانے کے برابر یا زیادہ ہیں تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ورنہ نہیں، تاہم پان کی سرخی باوجود منہ صاف کر لینے کے باقی رہتی ہے اس سرخی سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔[1] نسوار کا بھی یہی حکم ہے۔[2]

فائدہ: پان، گٹکا کا استعمال ہمارے معاشرہ میں عام ہے، تمباکو والا پان اور گٹکا وغیرہ کھانے سے بچنا چاہیے، کیوں کہ ان میں طبی اور معاشرتی لحاظ سے کچھ خرابیاں پائی جاتیں ہیں، جن سے بچنا چاہیے، مثلاً:

1. صحت کو خراب کرنے والی ہے، بالخصوص پھیپھڑوں کے لیے نقصان دہ ہے۔
2. منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے، جس سے ساتھ کھڑے ہونے والے نمازی کو اذیت پہنچتی ہے۔
3. اور پھر معاشرتی لحاظ سے جو خرابی نظر آتی ہے، وہ یہ ہے کہ پان گٹکا وغیرہ کھا کر اِدھر اُدھر پیک تھوک دیتے ہیں جس کی وجہ سے زمین، دیوار وغیرہ لال ہو جاتی ہے اور گندگی پھیل جاتی ہے جس کو دیکھنے سے کراہت سی محسوس ہوتی ہے اور بدتہذیبی ظاہر ہوتی ہے یا کسی کے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں جو کہ ایذا رسانی ہے اور احادیث مبارکہ میں کسی کو تکلیف دینے سے منع کیا گیا ہے۔[3]

ہمیشہ سفر میں رہنے والے آدمی کے لیے روزوں کا حکم

سوال: ایک شخص کی نوکری یا کاروبار ایسا ہے کہ وہ عمر کا اکثر حصہ سفر میں گزارتا ہے اور رمضان بھی سفر میں گزارتا ہے، قیام کے ایام بالکل نہیں یا بہت کم ہیں تو اس

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۶۱

[2] خیر الفتاوی، صوم: ۴/ ۴۳

[3] تمباکو سے متعلق مکتبہ بیت العلم کی کتاب "تمباکو اور اسلام" کا مطالعہ ان شاء اللہ تعالیٰ مفید ہوگا۔

صورت میں وہ شخص روزے کس طرح رکھے گا، کیوں کہ قیام تو اتنا نہیں کہ روزوں کو پورا کر سکے یا بعد میں اس کی قضا کر سکے؟

جَوَابُ: مسافر پر حالتِ سفر میں روزہ واجب نہیں، چاہے عمر بھر سفر میں رہے تاہم جتنے دن قیام کے میسر ہیں ان میں روزوں کی قضا کرے، اگر پھر سفر آ گیا اور قضا پوری نہ ہوئی تو وہ چوں کہ غیر اختیاری ہے اس لیے وہ شخص معذور سمجھا جائے گا اس پر کوئی گناہ نہیں۔[1]

شیخِ فانی کی تعریف اور اس کا حکم

سُوَال: شیخ فانی کی تعریف کیا ہے جس کے لیے فدیہ کی گنجائش ہے؟

جَوَابُ: شیخ فانی کا مفہوم یہ ہے کہ اس شخص کی موجودہ حالت سے یہ معلوم ہو کہ اس کو نہ فی الحال روزے پر قدرت ہے اور نہ آیندہ امید ہے، یہ عذر خواہ بڑھاپے کی وجہ سے ہو یا مرض کی وجہ سے (اس کے لیے یہ حکم ہے کہ وہ ہر روزے کے عوض میں صدقۂ فطر کے برابر صدقہ دے)۔[2]

روزہ دار کب تک نیت کر سکتا ہے

سُوَال: روزے کی نیت کس وقت کرنی چاہیے اور کب تک کر سکتے ہیں؟

جَوَابُ: بہتر یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے ہی نیت کر لے اور اگر نیت نہیں کی یا ارادہ نہیں تھا تو نیت کرنے کے لیے آخری وقت نصف النہار شرعی (زوال) سے پہلے تک کا ہے، اس کے بعد نیت کا اعتبار نہیں۔

نذرِ معین کے روزے کی نیت بھی نصف النہار شرعی سے پہلے تک کر سکتے ہیں،

---

[1] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۷۴

[2] ماخوذ از امداد الفتاوی، الصوم والاعتکاف: ۲/ ۱۸۱

تاہم کفارہ یا قضا اور نذر غیر معین کے روزے کی نیت صبح صادق سے پہلے تک کرسکتے ہیں صبح صادق کے بعد کفارہ اور نذر غیر معین کی نیت درست نہیں۔

(نذر معین کے روزے سے مراد یہ ہے کہ آدمی نے نذر مانی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ اب یہ جمعہ کا روزہ نذر معین کا روزہ ہے اور غیر معین سے مراد یہ ہے کہ دن کی تعیین نہیں کی صرف اتنا کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں روزہ رکھوں گا۔ اس میں دن کی تعیین نہیں۔ اس لیے اس کو نذر غیر معین کہتے ہیں)۔[1]

عرب ممالک سے پاکستان آنے پر تیس سے زائد یا کم روزے رکھنا

سوال: سعودی عرب اور خلیج کی دیگر ریاستوں میں عموماً ماہِ رمضان کا چاند، ہمارے ملک پاکستان وغیرہ سے ایک یا دو دن پہلے نظر آجاتا ہے، بہت سے پاکستانی بھائی جوان ممالک میں بغرضِ ملازمت مقیم ہیں، رمضان وہیں شروع کر دیتے ہیں، پھر عید کے موقع پر پاکستان آجاتے ہیں تو یہاں اٹھائیسواں یا انتیسواں روزہ چل رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح بہت سے پاکستانی حضرات پاکستان میں رمضان کی ابتدا کر کے عمرہ وغیرہ کی غرض سے سعودی عرب چلے جاتے ہیں تو وہاں روزے دو دن آگے چل رہے ہوتے ہیں ان دونوں صورتوں میں یہ لوگ کیا کریں؟ آیا اپنے روزے پورے کریں یا ان ممالک والوں کے ساتھ عید منائیں؟

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، روزے کے مسائل، روزے کی نیت: ۳/ ۲۶۳، الفتاوی الهندية، الصوم، باب فی تعريفه و تقسيمه: ۱/ ۱۹۵

جواب: پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ حضرات جو عید سے پہلے پاکستان آجاتے ہیں تو یہاں کے رمضان کے حساب سے روزوں کی گنتی پوری کریں اور اکتیسواں روزہ بھی رکھیں۔ یہ زائد روزہ ان کے حق میں نفل ہوگا۔ پاکستان اور ہندوستان کے تیسویں روزے کے دن ان کے لیے عید منانا جائز نہیں اور دوسری صورت میں کہ ان لوگوں کا اٹھائیسواں روزہ ہوتا ہے اور عرب ممالک پہنچتے ہیں تو وہاں عید ہوتی ہے تو اس صورت میں وہ وہاں کے مطابق عید منائیں گے بعد میں جو روزہ رہ گیا اس کی قضا کریں گے۔[1]

روزہ ایک ملک میں رکھا، افطار دوسرے ملک میں

سوال: اگر کوئی شخص عرب امارات سے روزہ رکھ کر کراچی پہنچے اور کراچی میں افطار کا وقت اس علاقے سے ایک گھنٹہ آگے ہے۔ اس صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب: اصول یہ ہے کہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے میں اس جگہ کا اعتبار ہے جہاں آدمی روزہ رکھتے وقت اور افطار کرتے وقت موجود ہو۔ اب افطار کے وقت کراچی میں ہے تو یہیں کے وقت کے مطابق روزہ افطار کرے گا۔ کراچی میں روزہ رکھ کر عرب ممالک میں پہنچا تو وہاں کے غروب آفتاب کے مطابق روزہ افطار کرے گا۔[2]

طیّارے میں سورج نظر آتا ہے تو افطار کا حکم

سوال: طیّارے میں روزہ افطار کرنے کا کیا حکم ہے، جب کہ طیارہ ۳۵ ہزار فٹ کی بلندی پر محوِ پرواز ہو اور زمین کے اعتبار سے غروب آفتاب ہو گیا ہو، مگر بلندی پر محو پرواز ہونے کی وجہ سے سورج طیارے سے دکھائی دے رہا ہو تو ایسے میں زمین کا غروب معتبر ہوگا یا ہوائی جہاز کا؟

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، روزہ کے متفرق مسائل: ۳/ ۳۲۷

[2] ماخذہ: الفقہ الاسلامی و ادلتہ، الصوم والاعتکاف: ۲ /٦٠٧

جواب: روزہ دار جہاں موجود ہو وہاں کا غروب معتبر ہے، لہٰذا جہاز کے مسافر کو جب تک سورج غروب ہوتا ہوا نہیں دکھائی دیتا وہ افطار نہیں کر سکتا، چاہے زمین پر غروب ہو گیا ہو یا نہیں۔[1]

روزہ توڑنے یا چھوڑنے کے اعذار

سوال: کن وجوہات کی بنا پر روزہ نہ رکھنا یا توڑنا جائز ہے؟

جواب: مریض کے لیے اجازت ہے بشرطیکہ مرض ایسا ہو جس میں روزے رکھنے سے مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ مسافر کے لیے حالت سفر میں (جب کہ شرعی مسافت جتنا سفر ہو) ضعیف العمر کے لیے جو روزہ کی طاقت نہ رکھتا ہو، حاملہ کے لیے جب کہ روزہ رکھنے سے بچے پر نقصان کا اندیشہ ہو۔

ایسی عورت کے لیے جو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنے کی صورت میں دودھ کے خشک ہو جانے کا اندیشہ ہو ایسی عورت کے لیے بھی شرعاً روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، بعد میں ان تمام کے لیے قضا لازم ہے۔[2]

حالتِ روزہ میں الٹی ہو جانے سے روزہ کا حکم

سوال: اگر روزے کے اندر قے ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: اگر بلا قصد ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا اور اگر قصداً منہ بھر کر قے کی جائے تو پھر اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، روزے کے مسائل، سحری و افطار: ۳/ ۲۷۰

[2] ماخذہ: الفتاوی الهندية، الصوم، الباب الخامس فی الاعذار التی تبیح الافطار: ۱/ ۲۰۶، ۲۰۷، آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن وجوہات سے روزہ نہ رکھنا جائز ہے: ۳/ ۲۷۱ تا ۲۷۷ ملخصاً

[3] الفتاوی الهندية، الصوم، الباب الرابع فی ما یفسد وما لا یفسد: ۱/ ۲۰۴

روزے کا فدیہ اور اس کے مستحقین

سوال: روزہ کا فدیہ کتنا ہے اور کون اس کا مستحق ہے؟

جواب: روزہ کا فدیہ صدقۂ فطر کے برابر ہے یعنی پونے دو کلو غلہ (گندم وغیرہ) یا اس کی قیمت کسی مسکین کو دے دی جائے اور ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو دیا جائے ایک فدیہ کو دو یا زائد مسکینوں میں تقسیم کرنا صحیح نہیں۔

چند روزوں کا فدیہ ایک ہی مسکین کو ایک ہی وقت میں دینا جائز ہے مگر مختلف مساکین کو دینا بہتر ہے۔ جو مستحقِ زکوٰۃ ہے وہ فدیہ کا بھی مستحق ہے۔[1]

کفّارے کے مسائل

سوال: روزہ توڑنے کا کفارہ کیا ہے؟

جواب: اس کے مسائل مندرجہ ذیل ہیں:

1. جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اس کے لیے ایک روزہ توڑنے کا کفارہ دو مہینے مسلسل روزے رکھنا ہے، اگر درمیان میں ایک بھی روزہ چھوٹ گیا تو دوبارہ نئے سرے سے شروع کرے۔
2. اگر چاند کے مہینے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کیے تھے تو چاند کے حساب سے دو مہینے کے روزے رکھے خواہ یہ مہینے ۲۹ کے ہوں یا ۳۰ کے...... لیکن اگر درمیان مہینے سے شروع کیے تو ساٹھ روزے پورے کرنے ہوں گے۔
3. جو شخص روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ہر مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار غلہ (گندم وغیرہ) یا اس کی قیمت دے دے۔

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، قضا روزوں کا فدیہ: ۳/ ۳۰۰، فتاویٰ محمودیہ، روزے کی قضا......: ۱۰/ ۱۷۸

❹ اگر ایک رمضان کے روزے کئی دفعہ توڑے تو ایک ہی کفارہ لازم ہوگا اور اگر الگ الگ رمضانوں کے روزے توڑے تو ہر روزے کے لیے مستقل کفارہ ادا کرنا ہوگا۔

❺ اگر میاں بیوی نے رمضان کے روزے کے درمیان صحبت کی تو دونوں پر الگ الگ کفارہ لازم ہوگا۔

❻ کفارہ اس صورت میں واجب ہوتا ہے جب آدمی رمضان کے روزے میں قصداً کھاپی لے یا حقِ زوجیت ادا کرلے۔ اگر غلطی سے روزہ توڑ دیا مثلاً وضو کرتے وقت غلطی سے پانی حلق میں اُتر گیا اور روزہ یاد بھی تھا، تب بھی صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔[1]

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، روزہ توڑنے کا کفارہ: ۳/ ۳۰۴

اعتکاف کے مسائل

اعتکاف کی قسمیں اور ان کا حکم

سوال: اعتکاف کی کتنی قسمیں ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟

جواب: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت اور نفل۔

1. واجب اعتکاف: وہ ہے کہ کسی شخص نے منت مان لی کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ تو یہ اعتکاف کرنا اس کے لیے واجب ہے اور اس میں روزے بھی رکھنے پڑیں گے بغیر روزے کے اعتکاف نہیں ہوتا۔
2. سنت اعتکاف: جو رمضان کے اخیر عشرہ میں کیا جاتا ہے یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے کہ اگر پورے محلے میں سے کسی نے بھی اپنی مسجد میں اعتکاف کر لیا تو پورے محلے والے گناہ سے چھوٹ جائیں گے۔
3. نفل اعتکاف: رمضان کے اخیر عشرہ کے علاوہ دنوں کا جو اعتکاف ہے وہ نفل ہے، اس میں کافی وسعت ہے کہ آدمی اگر تھوڑی سی دیر کے لیے بھی مسجد میں جائے اور اعتکاف کی نیت کر لے تو جائز ہے۔[1]

اعتکاف کہاں کرنا بہتر ہے؟

سوال: اعتکاف کے لیے جامع مسجد کا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: بہتر یہی ہے کہ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہیں پر اعتکاف کیا جائے، تاہم

---

[1] الفتاوى الهندية، الصوم، الباب السابع في الاعتكاف: ۱ /۲۱۱

جن مساجد میں جمعہ نہیں ہوتا ان مساجد میں بھی اعتکاف کرسکتا ہے اور جمعہ کے لیے جامع مسجد بھی جاسکتا ہے۔[1]

معتکف کن صورتوں میں باہر نکل سکتا ہے؟

سوال: اعتکاف کن کن چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے اور اس میں کن کن چیزوں کی شریعت نے اجازت دی ہے؟

جواب: بلا ضرورت کے ایک لمحہ کے لیے بھی مسجد سے باہر جانے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، تاہم ضرورت کے لیے معتکف مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔

مثلاً: قضائے حاجت کے لیے، غسلِ واجب کے لیے اور نماز جمعہ کے لیے بقدرِ ضرورت مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔

تاہم ٹھنڈک حاصل کرنے کے لیے یا نظافت حاصل کرنے کے لیے نہانے کے واسطے جانا معتکف کے لیے جائز نہیں۔

معتکف بہ قدرِ ضرورت دنیوی باتیں بھی کرسکتا ہے اور جہاں تک مسجد کی حدود ہیں وہاں تک جاسکتا ہے۔ معتکف اگر کسی ضرورت سے مثلاً: قضائے حاجت کے لیے باہر گیا واپسی میں اگر بلاضرورت ٹھہر گیا تو بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔[2]

اعتکاف کی قضا

سوال: اگر کوئی شخص رمضان کے عشرہ اخیرہ کے اعتکاف میں بیٹھتا ہے مگر بلا کسی عذر کے یا عذر کی وجہ سے اعتکاف توڑ دے تو قضا لازم ہے یا نہیں؟

---

[1] الفتاوی الهندية، الصوم، الباب السابع فی الاعتكاف: ۱ /۲۱۱

[2] الفتاوی الهندية، الصوم، الباب السابع فی الاعتكاف: ۱ /۲۱۳

جواب: چوں کہ نفل اور سنت عبادت شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہے اور ہر دن کا اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اس لیے جس دن اعتکاف توڑا صرف اسی ایک دن کی قضا لازم ہے اور اس میں روزہ رکھنا بھی لازم ہے۔ اس کے بعد یا اس سے پہلے کے ایام کی قضا ضروری نہیں۔

فائدہ: دن کے ساتھ رات کی بھی قضا ضروری ہے کہ غروبِ آفتاب سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور دوسرے دن جب غروبِ آفتاب ہو تو اعتکاف سے نکل آئے۔[1]

معتکف کا بھول کر باہر نکلنے کا حکم

سوال: معتکف اگر بھول کر مسجد سے باہر نکل آئے تو اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: بلاضرورت بھول کر نکلے یا جان بوجھ کر دونوں صورتوں میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔[2]

بیت الخلاء خالی ہونے کا انتظار کرنا

سوال: اگر معتکف رفعِ حاجت کے لیے جائے اور بیت الخلاء خالی نہ ہو تو کیا بیت الخلاء کے باہر انتظار کرے یا فوراً مسجد میں واپس چلا جائے اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس آجائے بعض اوقات ایسی صورت میں کئی کئی مرتبہ جانا اور لوٹنا پڑتا ہے؟

جواب: ایسی ضرورت کے وقت وہیں باہر انتظار کرنا جائز ہے۔[3]

رفعِ حاجت کے لیے نکل کر غسل کرنا

سوال: اگر معتکف کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے مثلاً قضائے حاجت

---

[1] الفتاوی الهندية، الصوم، الباب السابع فی الاعتكاف: ١/ ٢١٤

[2] ماخوذ از احسن الفتاوی، الصوم، باب الاعتکاف: ۴/ ۵۰۷

[3] احسن الفتاوی، الصوم، باب الاعتکاف: ۴/ ۵۱۱

کے لیے تو پھر محض ٹھنڈک کے لیے یا مَیل دور کرنے کے لیے استنجا کرنے کے بعد یا اس سے پہلے غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جَوَاب: جائز نہیں، اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ اگر غسل خانہ بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو اور نہانے میں وضو سے زیادہ دیر نہ لگے تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے۔ اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسجد ہی میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے فوراً بدن پر پانی بہا کر نکل آئے۔

صابن وغیرہ نہ لگائے اور نہ جسم کو زیادہ ملے اور مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن خشک کر لے یہ صورت جائز ہے۔[1]

بیماری کی وجہ سے اعتکاف توڑنا

سُوَال: معتکف اگر حالتِ اعتکاف میں بیمار ہو گیا اور دوا لا کر دینے والا کوئی نہ ہو، یا ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو اور بہ غرضِ علاج مسجد سے باہر چلا گیا تو اس کے اعتکاف کا کیا ہوگا؟

جَوَاب: بغرضِ علاج مسجد سے باہر نکلنے کی صورت میں اعتکاف تو ٹوٹ جاتا ہے لیکن چوں کہ مجبوری ہے لہٰذا اس میں گناہ نہیں، تاہم ایک دن کے اعتکاف کی قضا لازم ہوگی۔[2]

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، الصوم، باب الاعتکاف: ۴/ ۵۱۵

[2] ماخوذ از احسن الفتاوی، الصوم، باب الاعتکاف: ۴/ ۵۱۸

چھٹا باب

کتاب الحج

حج کے مسائل

حج شریعت کی نظر میں بیت اللہ شریف کی تعظیم کے طور پر مخصوص اعمال کے ساتھ زیارت کا ارادہ کرنے کا نام ہے۔

اس باب میں حج وعمرہ کا طریقہ، اس کی قسمیں، احرام باندھنے کا طریقہ، میقات، حج وعمرہ اور ان کی فرضیت سے متعلق چند اہم ضروری مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

كِتَابُ الحَجِّ

حج اور عمرے کا طریقہ اور اس کی قسمیں

سُؤَال: حج کن لوگوں پر فرض ہے اور اس کی کتنی قسمیں ہیں اور حج ادا کرنے کا مختصر طریقہ کیا ہے؟

جَوَاب: جس شخص کے پاس اتنا سرمایہ ہے جس میں وہ حج کے سفر کے اخراجات بھی برداشت کر سکے اور پیچھے اہل وعیال کے لیے خرچہ بھی مہیا کر دے تو اس کے ذمہ حج فرض ہے یا زمانہ حج یعنی شوال کے شروع ہونے تک اس ملک (سعودی عرب) میں رہا (اور حج تک رُکنے میں قانوناً کوئی پابندی نہ ہو) تو اس پر حج فرض ہو گیا۔[1]

حج کی قسمیں

❶ **حجِ افراد:** سفر کے وقت صرف حج کی نیت کرے اسی کا احرام باندھے اور عمرے کو حج کے ساتھ جمع نہ کرے اس قسم کے حج کا نام "اِفْرَاد" ہے اور ایسا حج کرنے والے کو "مُفْرِد" کہتے ہیں۔

❷ **حجِ قِران:** حج کے ساتھ عمرے کو بھی جمع کرے یعنی دونوں کی نیت کرے اور دونوں کے لیے ایک ہی احرام باندھے اس کا نام "قِرَان" ہے اور اس حج کرنے والے کو "قَارِن" کہتے ہیں۔

---

[1] الفتاوى الهندية، المناسك: ١ /٢١٦، ٢١٧

۳ حجِ تمتع: حج کے ساتھ عمرے کو اس طرح جمع کرے کہ میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھے اس احرام میں حج کو شریک نہ کرے، پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر عمرے سے فارغ ہوکر احرام ختم کردے، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو وہیں سے حج کا احرام باندھے اسں کا نام "تَمَتُّعْ" ہے اور اس حج کرنے والے کو "مُتَمَتِّعْ" کہتے ہیں۔

حج کے تمام افعال صرف ماہِ ذی الحجہ کے پانچ دنوں میں ادا کیے جاتے ہیں یعنی آٹھ ذی الحجہ سے بارہ ذی الحجہ تک جب کہ عمرہ پورے سال ادا کیا جاسکتا ہے۔

حج کرنے والے کو اختیار ہے کہ ان تینوں قسموں میں سے جو چاہے کرلے، ان تینوں قسموں میں تھوڑا بہت فرق ہے جس کی تفصیل علمائے کرام سے معلوم کی جاسکتی ہے، عموماً چوں کہ لوگ حجِ تمتع ہی کرتے ہیں اس لیے اس کا طریقہ لکھتے ہیں:

اِحرام باندھنے کا طریقہ

حج اور عمرہ کے افعال میں سب سے پہلا عمل احرام ہے۔ حج یا عمرہ کی نیت سے سِلے ہوئے کپڑے اُتار کر دو چادریں باندھ کر تلبیہ پڑھنے کو "احرام" کہتے ہیں۔ احرام باندھنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جب احرام باندھنے کا ارادہ کریں تو پہلے غسل کریں اور صرف وضو کرلینا بھی کافی ہے اور ناخن ترشوالیں۔ بغل اور زیر ناف کے بالوں کو صاف کرلیں سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھی کرلیں غرض ہر طرح سے نفاست حاصل کرلیں۔

احرام کے لیے دونئی یا دُھلی ہوئی چادریں ہونا سنّت ہے، ایک کا تہہ بند بنایا جائے اور دوسرے کو چادر کی طرح اوڑھا جائے۔ احرام باندھنے کے بعد اگر وقت مکروہ نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نفل سر ڈھک کر پڑھ لیں، نفل کے بعد سر کھول دیں اور جس حج کا ارادہ ہے اس حج کے لیے دل میں نیت کر کے احرام کی

نیت سے تین مرتبہ تلبیہ پڑھیں۔تلبیہ کے مسنون الفاظ یہ ہیں:

لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ. لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ. اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ. لَا شَرِیْكَ لَكَ.

عمرہ ادا کرنے کا طریقہ

مکہ مکرمہ آنے کے بعد اب آپ کو عمرہ ادا کرنا ہے، لہٰذا مسجد الحرام میں داخل ہونے کے بعد تَحِیَّةُ الْمَسْجِد کے نفل نہ پڑھیں، اس مسجد کا تحیہ طواف ہے اس لیے دعا مانگنے کے بعد عمرہ کا طواف کریں اور اگر کسی وجہ سے ابھی طواف نہ کرنا ہو اور مکروہ وقت بھی نہ ہو تو پھر بجائے طواف کے تَحِیَّةُ الْمَسْجِد پڑھیں۔

طواف: اب آپ طواف کرنے کے لیے حجرِ اسود کی طرف چلیں اور وہاں پہنچ کر احرام کی جو چادر اوڑھ رکھی ہے اس کو داہنی بغل سے نکال کر اس کے دونوں پلے آگے پیچھے سے بائیں کاندھے پر ڈالیں اور داہنا کاندھا کھلا رہنے دیں، اسے "اِضْطِبَاع" کہتے ہیں، یہ طواف کے ساتوں چکّروں میں سنت ہے۔

اب طواف کی نیت کریں اور حجر اسود کے سامنے آئیں اور دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھائیں اور ہتھیلیوں کا رخ حجر اسود کی طرف کریں اور کہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ.

اور دونوں ہاتھ چھوڑ دیں پھر اِستلام کریں یعنی دونوں ہتھیلیاں حجر اسود پر اس طرح رکھیں جس طرح سجدے میں رکھی جاتی ہیں، پھر ان کے درمیان میں منہ

رکھ کر آہستہ سے بوسہ دیں، بشرطیکہ حجرِ اسود پر خوش بو لگی ہوئی نہ ہو اور ایسا کرنے سے دوسروں کو یا خود کو کوئی تکلیف بھی نہ ہو، ورنہ استلام نہ کریں، بل کہ اس کا اشارہ کریں، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ اس طرح اُٹھائیں کہ دونوں ہتھیلیوں کی پشت اپنے چہرے کی طرف ہو اور دونوں کا اندرونی حصہ حجرِ اسود کے سامنے کریں گویا حجرِ اسود پر رکھ دی ہیں اور مذکورہ بالا دعا پڑھیں:

اور دونوں ہتھیلیاں چوم لیں اور تلبیہ بند کردیں، پھر دائیں طرف مُڑ کر طواف شروع کریں اور جھپٹ کر قریب قریب قدم رکھتے ہوئے، دونوں کاندھے پہلوانوں کی طرح ہلاتے ہوئے چلیں، لیکن دوڑنے اور کُودنے سے بچیں، اس کو "رَمَل" کہتے ہیں، یہ طواف کے پہلے تین چکّروں میں سنت ہے۔

بغیر ہاتھ اُٹھائے اپنی زبان ہی میں جو دل چاہے دعا کریں، یا ذکر کریں۔

یاد رہے کہ طواف میں کوئی مخصوص دعا ضروری نہیں ہے۔

بیت اللہ کا تیسرا کونہ "رُکنِ یمانِی" کہلاتا ہے اگر اس پر خوش بو ملی ہوئی نہ ہو تو اس پر دونوں ہاتھ پھیریں یا صرف داہنا ہاتھ پھیریں اور اگر خوش بو لگی ہوئی ہو یا بہت زیادہ ہجوم ہو تو بغیر اشارہ کے یوں ہی گزر جائیں۔

پھر حجرِ اسود کے سامنے پہنچیں اور حجرِ اسود کا استلام کریں یا اشارہ کریں۔ یہ طواف کا ایک چکر ہوا، اس کے بعد رمل کے ساتھ دو چکّر اور کریں اور باقی چار چکّروں میں اپنی عام چال چلیں اور ہر چکّر کے بعد حجرِ اسود کا استلام یا اشارہ کریں۔

جب طواف پورا ہو جائے تو "اِضطِبَاع" ختم کردیں اور داہنا کندھا ڈھک لیں۔

مُلتَزَم: طواف کے سات چکّر پورے کر کے ملتزم پر آئیں، ملتزم حجرِ اسود اور خانۂ کعبہ کے دروازے کے درمیان جو دیوار ہے اس کو کہتے ہیں، اس سے چمٹ کر دعا کریں۔ (ممکن نہ ہو تو دور سے کرلیں)۔

نمازِ واجب اور طواف: یہاں سے ہٹ کر "مقامِ ابراہیم" کے پاس آئیں اور اس طرح کھڑے ہوں کہ آپ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان مقامِ ابراہیم آجائے، پھر اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت واجب طواف ادا کریں اور اگر مکروہ وقت ہو تو اس کو گزرنے دیں۔ اگر نمازیوں کی کثرت کی بنا پر وہاں جگہ نہ ہو تو حرم شریف میں جہاں جگہ ملے، وہاں یہ نماز ادا کریں۔

آب زم زم کے کنویں پر جائیں اور قبلہ رو کھڑے ہو کر تین سانس میں خوب پیٹ بھر کر زم زم پئیں اور کچھ اپنے اوپر بھی چھڑکیں اور پھر خوب دعا کریں۔

سعی کا طریقہ: اِس کے بعد حجر اسود کے سامنے آئیں اور سیاہ پٹی پر کھڑے ہوں اور حجر اسود کا استلام کریں یا اشارہ کریں اور سعی کرنے کے لیے "صفا" کی طرف چلیں اور صفا پر چڑھیں پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر بغیر ہاتھ اُٹھائے سعی کی نیت کریں۔ پھر دعا کے لیے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھائیں اور خوب دعا کریں۔

صفا سے اُتر کر سکون واطمینان سے مروہ کی طرف چلیں اور ذکر و دعا میں مشغول رہیں اور جب سبز ستون آنے میں اندازاً چھ ہاتھ کا فاصلہ رہ جائے تو درمیانی رفتار سے دوڑنا شروع کریں اور دوسرے سبز ستون کے گزرنے کے چھ ہاتھ کے بعد دوڑنا چھوڑ دیں۔ (اب ہری بتیاں لگادی گئی ہیں ان کو دیکھ کر دوڑیں)۔

پھر مَروہ پر پہنچ کر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے اور ذرا سا داہنی طرف ہٹ کر ایسی جگہ کھڑے ہوں کہ دوسروں کو آنے جانے کی تکلیف نہ ہو، خوب دعا کریں۔

یہ سعی کا ایک چکّر ہوا، اسی طرح چھ چکّر اور کرنے ہیں، یہاں سے صفا پر جائیں دو چکّر ہو جائیں گے اور صفا سے مروہ پر تین چکّر ہو جائیں گے، آخری ساتواں چکّر مَروہ پر ختم ہوگا۔

اگر مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت مَطاف کے کنارے پڑھیں یا حجر اسود کے

سامنے ورنہ حرم میں جہاں بھی جگہ ملے پڑھ لیں۔سعی کے بعد یہ دو نفل مستحب ہیں۔

سر منڈوانا یا قصر کرنا: اس کے بعد مرد حضرات سارے سر کے بال خود یا کسی دوسرے سے منڈوائیں، اگر بال لمبے ہوں تو انگلی کے ایک پورے کی لمبائی سے کچھ زیادہ تمام سر کے بال کتروانا بھی جائز ہے، لیکن سر منڈوانا افضل ہے۔حلق یا قصر کے بعد احرام کھول دیں۔ لیجیے عمرہ مکمل ہو گیا۔

حج ادا کرنے کا طریقہ

حج کا پہلا دن ۸ ذی الحجہ

۸ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک کے ایام حج کے دن کہلاتے ہیں، ان ہی دنوں میں اسلام کا اہم رکن "حج" ادا ہوتا ہے۔ ۷ ذی الحجہ کو مغرب کے بعد ۸ ذی الحجہ کی رات شروع ہو جائے گی۔ رات ہی کو احرام کی نیت سے غسل کریں۔ سلے ہوئے کپڑے اُتار کر احرام کی چادریں باندھیں۔

اب مرد حضرات حرم شریف میں آئیں اور مستحب یہ ہے کہ طواف کریں اور طواف کی دو رکعت ادا کرنے کے بعد احرام کے لیے دو رکعت نفل پڑھیں اور اگر طواف کرنے کی ہمت نہ ہو تو صرف احرام کی نیت سے سر ڈھک کر دو رکعت نفل ادا کریں اور اگر مکروہ وقت ہو تو بغیر دو رکعت پڑھے حج کی نیت کریں۔

پھر حج کے احرام کی نیت سے تین مرتبہ درمیانی آواز کے ساتھ تلبیہ کہیں۔

مِنٰی روانگی: اب آپ حج کا احرام باندھے ہوئے مکہ مکرمہ سے طلوع آفتاب کے بعد مِنٰی روانہ ہوں اور راستہ میں اترتے چڑھتے، صبح اور شام نمازوں کے بعد اور حاجیوں سے ملاقات کے وقت کثرت سے تلبیہ پڑھیں اور دعا مانگیں۔

مِنٰی میں پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء اور ۹ ذی الحجہ کی نماز فجر ادا کرنا

مسنون ہے اور رات کو منیٰ میں رہنا سُنّت ہے۔

حج کا دوسرا دن ۹ ذی الحجہ

عرفات روانگی: فجر کی نماز منیٰ میں پڑھیں، تکبیر تشریق کہیں، تلبیہ کہیں اور ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو کر عرفات جانے کی تیاری کریں پھر سکون واطمینان سے عرفات کی طرف روانہ ہوں اور راستہ میں ذکر، استغفار، درود شریف اور دعا کرتے رہیں مگر تلبیہ زیادہ کہیں۔

وقوفِ عرفات کا وقت زوال کے بعد سے صبح صادق تک ہے، اس لیے زوال ہوتے ہی وقوف شروع کردیں۔ قبلہ رُخ کھڑے ہوں، وقوف کی نیت کریں اور دعا کے لیے ہاتھ پھیلائیں اور خشوع وخضوع کے ساتھ لبیک کہیں، پھر خوب گڑگڑا کر توبہ واستغفار کریں اور اپنے سارے گناہوں کی دل سے معافی مانگیں، اسی طرح غروبِ آفتاب تک خشوع وخضوع کے ساتھ ذکر ودعا میں لگے رہیں۔

مزدلفہ روانگی: جب عرفات کے میدان میں آفتاب غروب ہوجائے تو یہاں نہ مغرب کی نماز پڑھیں اور نہ عشاء اور نہ راستہ میں یہ نمازیں پڑھیں، بل کہ مزدلفہ پہنچ کر ان نمازوں کو ادا کریں، راستے میں ذکر اللہ، درود شریف اور کثرت سے لبیک پڑھتے رہیں اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء دونوں نمازیں ملا کر عشاء کے وقت میں ادا کریں، دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان اور ایک اقامت کہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عشاء کا وقت ہوجائے تو اذان دیں پھر اقامت کہیں پھر ادا کی نیت سے باجماعت مغرب کے تین فرض پڑھیں، سلام پھیر کر تکبیر تشریق اور لبیک کہیں اس کے بعد بغیر اقامت کہے فوراً عشاء کے فرض باجماعت پڑھیں اور سلام پھیر کر تکبیر تشریق اور لبیک کہیں، اس کے بعد مغرب کی دو سنت پھر عشاء کی دو سنت اور تین وتر ادا کریں۔ نمازوں سے فارغ ہو کر پوری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت

اور ذکر میں گزاریں اور کچھ دیر آرام بھی کریں۔

کنکریاں چننا: شیطان کو مارنے کے لیے مزدلفہ سے رات ہی کو کنکریاں چننا افضل ہے، لیکن اگر یہ کنکریاں کہیں اور سے بھی اُٹھالیں تب بھی جائز ہے۔ (البتہ جمرات کے پاس سے نہ اٹھائیں)۔

وقوفِ مزدلفہ: جب صبح صادق ہو جائے تو اندھیرے ہی میں اذان دیں، فجر کی سنتیں پڑھیں اور پھر فجر کے فرض باجماعت ادا کریں۔

صبح صادق ہوتے ہی وقوفِ مزدلفہ شروع ہو جائے گا اور یہ واجب ہے، اس کا وقت طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ہے، لہٰذا ذکر و دعا میں مشغول رہیں۔ جب سورج نکلنے کے قریب ہو جائے تو مزدلفہ سے منٰی روانہ ہو جائیں، اس کے بعد تاخیر کرنا خلافِ سنت ہے، لیکن اس سے کچھ لازم نہیں ہوتا۔

منٰی واپسی: راستہ بھر دعا و تلبیہ کہتے رہیں اور دل وجان سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہیں اور منٰی میں پہنچ جائیں۔

حج کا تیسرا دن ۱۰ ذی الحجہ

جمرۂ عَقبہ کی رمی: جب آپ منٰی پہنچ جائیں تو سب سے پہلے جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ کو سات کنکریاں ماریں اور کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے ایک کنکری پکڑیں اور بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر جمرہ کے ستون کی جڑ پر پھینک دیں، کچھ اوپر بھی لگ جائے تو کچھ حرج نہیں، تاہم اس کے احاطے میں کنکری گرنا ضروری ہے، اس طرح سات کنکریاں ماریں۔

قربانی: جَمْرَۃُ الْعَقَبَہ کو کنکریاں مارنے کے بعد قربانی کرنی ہے۔

قربانی آج ۱۰ تاریخ میں کرنا ضروری نہیں ہے اس کے لیے تین دن مقرر ہیں

۱۰، ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کے آفتاب غروب ہونے تک، رات میں اور دن میں جب چاہیں قربانی کر سکتے ہیں۔

حلق وقصر: قربانی سے فارغ ہونے کے بعد مرد حضرات اپنا سر منڈوالیں یا اگر بال لمبے ہیں تو انگلی کے ایک پورے کی لمبائی کے بہ قدر تمام سر کے بال کٹوالیں۔ جب حلق یا قصر ہو جائے گا تو احرام کی بیشتر پابندیاں ختم ہو جائیں گی، البتہ بیوی سے صحبت کرنا، بوس وکنار کرنا طوافِ زیارت کرنے تک حلال نہ ہوگا۔

طوافِ زیارت: رمی، قربانی اور سر کے بال کترنے کے بعد طواف زیارت کریں۔ طواف زیارت کے بعد سعی کریں، یعنی صفا و مروہ کے درمیان سات چکّر لگائیں۔

طوافِ زیارت کی اہمیت: یاد رہے کہ طوافِ زیارت حج کا رکن اور فرض ہے یہ کسی حال میں بھی نہ فوت ہوتا ہے اور نہ اس کا بدل دے کر ادا ہو سکتا ہے، بل کہ آخر عمر تک اس کی ادائیگی فرض رہے گی (اس لیے طواف زیارت کو بِلا وجہ مؤخر کرنا یا چھوڑ دینا درست نہیں کیوں کہ) جب تک اس کو ادا نہ کرے گا بیوی سے صحبت اور بوس وکنار کرنا حرام رہے گا (چاہے اپنے وطن ہی کیوں نہ لوٹ چکا ہو)۔

حج کا چوتھا دن ۱۱ ذی الحجہ

گیارہ تاریخ کو زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں ماریں۔

آج کی یہ کنکریاں مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے جمرۂ اُولیٰ پر سات کنکریاں ماریں، پھر جمرۂ وُسطیٰ پر پھر جمرۂ عُقبیٰ پر سات سات کنکریاں ماریں۔

حج کا پانچواں دن ۱۲ ذی الحجہ

آج کا خاص کام صرف زوال کے بعد تینوں جمرات پر سات سات کنکریاں مارنا ہے۔ جس طرح ۱۱ ذی الحجہ کو آپ نے ماری ہیں۔

آج کی رمی کرنے کے بعد آپ کو اختیار ہے کہ منیٰ میں مزید قیام کریں یا مکہ مکرمہ آجائیں۔ اگر مکہ مکرمہ آنے کا ارادہ ہے تو غروب آفتاب سے پہلے حدودِ منیٰ سے نکل جائیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ آپ کا حج پورا ہوگیا، منیٰ سے واپسی کے بعد جتنے دن مکہ معظّمہ میں قیام ہو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور جتنا ہو سکے طواف، نماز، روزے، صدقہ وخیرات اور ذکر وتلاوت اور دیگر نیک کام کر لینے چاہییں۔

حج سے واپسی اور طوافِ وَداع: حج کے بعد جب مکہ مکرمہ سے وطن واپس ہونے کا اردہ ہو تو پھر طوافِ وَداع واجب ہے، اس طواف کا طریقہ بالکل وہی ہے جو نفل طواف کرنے کا ہوتا ہے، اس کے مطابق طواف کریں۔

طواف سے فارغ ہو کر ملتزم پر خوب دعائیں کریں، آبِ زم زم پئیں اور حسرت وافسوس کرتے ہوئے واپس ہوں۔

اور دعا کریں، یا اللہ! ہمارے سفر کو آسان فرما اور عافیت وسلامتی سے اپنے اہل وعیال میں پہنچا اور دوبارہ حاضری نصیب فرما اور اس حاضری کو میری آخری حاضری نہ بنانا، بل کہ عافیت کے ساتھ بار بار حاضری عطا فرماتے رہنا، آمین۔ ■

کیا صاحبِ نصاب پر حج فرض ہے؟

سُؤَال: جس کے پاس ساڑھے سات (7.5) تولہ سونا یا ساڑھے باون (52.5) تولہ چاندی ہو یعنی وہ صاحبِ نصاب ہو تو کیا ایسے صاحبِ نصاب پر حج فرض ہے یا نہیں؟

جَوَاب: صرف اس سے حج فرض نہیں ہوتا بل کہ حج اُس پر فرض ہے جس کے پاس حج کے سفر کا خرچ بھی ہو اور غیر حاضری میں اہل وعیال کا بہ قدرِ کفایت خرچ بھی ہو۔ ■

■ تلخیص از حج وعمرہ کے ضروری مسائل، مؤلفہ مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہ، مطبوعہ بیت العلم

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج اور عمرہ کی فرضیت: ۴/ ۳۰

کیا شوال کا چاند مکہ میں دیکھنے والے پر حج فرض ہے؟

سُؤال: اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں عمرے کے لیے جائے اور شوال کا مہینا شروع ہو جائے تو اس شخص پر حج لازم ہوگا؟ اگر اس آدمی نے پہلے حج کیا ہو تو کیا حکم ہے اور نہ کیا ہو تو کیا حکم ہے؟

جواب: اگر حج کر چکا ہے تو دوبارہ حج فرض نہیں اور اگر حج نہیں کیا تو اس پر حج فرض ہے، بشرطیکہ یہ حج تک وہاں رہ سکتا ہو (اور قانوناً اس میں کوئی جرم نہ ہو) یا واپس آ کر دوبارہ جانے اور حج کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، اگر دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جاتی ہو تو اس پر حج فرض نہیں۔[1]

سعودیہ میں بہ غرضِ ملازمت مقیم اور حج ڈیوٹی کے لیے جانے والوں کا حج وعمرہ

سُؤال: جو لوگ ملازمت کی غرض سے سعودی عرب میں مقیم ہیں وہ وہاں سے حج وعمرہ وغیرہ کے لیے جاتے ہیں، کیا اس طرح کرنے سے ان کا فرض حج ادا ہو جاتا ہے؟ نیز جو لوگ پاکستان وغیرہ سے صرف حج کی نیت اور ارادے سے جاتے ہیں ان میں اور ملازمت کے لیے مقیم لوگوں کے حج میں کوئی فرق ہے؟ اسی طرح جو لوگ حج ڈیوٹی کے لیے خدام بن کر جاتے ہیں اور حکومت کی طرف سے ان کو حج کی اجازت ہوتی ہے اگر وہ حج ادا کرلیں تو ان کے حج کا ثواب ہوگا یا نہیں؟

جواب: جو لوگ ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب میں مقیم ہیں اور حج کے دنوں میں بیت اللہ شریف پہنچ سکتے ہوں ان پر حج فرض ہے اور ان کا حج وعمرہ صحیح ہے

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج اور عمرہ کی فرضیت: ۳۶/۴

(یعنی ان کا حج وعمرہ ادا ہو جائے گا)۔

اگر اخلاص ہو اور حج وعمرہ کے ارکان بھی صحیح ادا کریں تو اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ان کو بھی حج وعمرہ کا اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا کہ وطن سے جانے والوں کو۔

حج ڈیوٹی والوں کا حج "ہم خرما و ہم ثواب" کا مصداق ہے، ان کو دُوہرا ثواب ملتا ہے، حج کا بھی اور حُجاج کی خدمت کرنے کا بھی۔

تحفہ یا رشوت کی رقم سے حج کرنا

سُؤال: میں ایک مقامی دفتر میں ملازم ہوں میری آمدنی اتنی نہیں ہے کہ میں اور میری اہلیہ پس انداز کر کے رقم جمع کریں اور حج پر جاسکیں جس کی ہر مسلمان کو خواہش ہوتی ہے۔ ہم حج کا فریضہ جلد از جلد ادا کرنا چاہتے ہیں، اگر میرے پاس کچھ رقم جمع ہو جائے جو مجھے دفتر میں تھوڑی تھوڑی کر کے بطور تحفہ ملی ہو تو کیا ہم وہ رقم خرچ کر کے اس فرض کو ادا کر سکتے ہیں؟

یقین جانیے کہ میں نے کبھی حکومت سے کوئی بے ایمانی کر کے یا دھوکہ دے کر رقم نہیں لی، بل کہ مجھے زبردستی بہ طور تحفہ رقم دی گئی ہے، کیا ایسی رقم سے حج ادا کرنا جائز ہے؟ برائے مہربانی مجھے اس مسئلے سے آگاہ کریں۔

جَواب: حج ایک مقدس فریضہ ہے مگر اسی پر فرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو۔ آپ کو جو رقم تحفہ میں ملی ہے اگر آپ ملازم نہ ہوتے کیا تب بھی یہ رقم آپ کو ملتی؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو یہ تحفہ نہیں رشوت ہے اور اس سے حج کرنا جائز نہیں، بل کہ جن لوگوں سے لی گئی ان کو لوٹانا ضروری ہے۔

■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج اور عمرہ کی فرضیت: ۴/ ۳۸

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ناجائز ذرائع سے حج کرنا: ۴/ ۴۲

حکومت کی اجازت کے بغیر حج کو جانا

سُوَال: حکومتِ سعودی کی طرف سے وہاں پر ملازمت کرنے والوں کے لیے قانون بنایا گیا ہے کہ اگر وہ ایک مرتبہ حج کریں تو پھر دوسرا حج پانچ سال کے بعد کریں، حکومت کی پابندی کے باوجود جو لوگ چوری یعنی غلط طریقوں سے چھپ چھپا کر حج کرنے جاتے ہیں اور حج بھی نفلی کرتے ہیں ان کے بارے میں کیا رائے ہے؟

جَوَاب: حکومت کے قانون کی خلاف ورزی میں ایک تو عزت کا خطرہ ہے کہ اگر پکڑے گئے تو بے عزتی ہوگی۔ دوسرے بعض اوقات احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی بھی لازم آتی ہے مثلاً: بعض اوقات میقات سے بغیر احرام کے گزرنا پڑتا ہے جس سے دم لازم آتا ہے۔ اگر قانونی گرفت اور احکامِ شرعیہ کی مخالفت کا خطرہ نہ ہو تب تو مضائقہ نہیں ورنہ نفلی حج کے لیے وبال سر لینا ٹھیک نہیں۔ اگر کسی نے اس کے باوجود بھی ادا کرلیا تو حج ہو جائے گا۔■

احرام کے بعد اگر عمرہ نہ کر سکے تو عمرے کی قضا اور دم واجب ہے

سُوَال: عمرے کے لیے میں نے ۲۷ رمضان المبارک کو جدہ سے احرام باندھا لیکن میری طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی، میں بالکل چل نہیں سکتا تھا میں نے وہ احرام عمرہ ادا کیے بغیر کھول دیا اب آپ بتائیے کہ میرے ذمے کیا کفارہ لازم ہے؟

جَوَاب: آپ کے ذمے احرام توڑ دینے کی وجہ سے دم بھی واجب ہے اور عمرے کی قضا بھی لازم ہے۔■

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، ناجائز ذرائع سے حج کرنا: ۴/ ۴۷

■ آپ کے مسائل اور ان کا حل، عمرہ: ۴/ ۵۰

حجِ بدل میں نیت کس حج کی کریں اور قربانی کس کے ذمہ ہے

سُؤال: حج بدل کرنے والا کس حج کی نیت کرے۔قران، تمتع یا افراد کی۔ نیز اگر تمتع یا قِران کرتا ہے تو قربانی کس کی طرف سے ہوگی آمر (حج کرانے والے) کی طرف سے یا مامور (حج کرنے والے) کی طرف سے؟

جواب: حج بدل کرنے والے کو حج افراد یعنی صرف حج کا احرام باندھنا چاہیے اور نیت کرتے وقت آمر کا نام لے کہ فلاں کی طرف سے حج کرتا ہوں۔ حج افراد میں حج کی وجہ سے قربانی نہیں ہوتی، اس لیے آمر کی طرف سے قربانی کی ضرورت نہیں مامور اگر مقیم اور صاحبِ استطاعت ہے تو وہ اپنی طرف سے عام قربانی کرے اور مسافر غریب پر عام قربانی واجب نہیں۔

اگر وہ حج تمتع کی نیت کرتا ہے یعنی میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھتا ہے اور عمرہ سے فارغ ہونے کے بعد پھر آٹھ ذی الحجہ کو احرام باندھتا ہے تو تمتع کی قربانی خود اپنے مال سے لازم ہے آمر کے مال سے نہیں، ہاں اگر آمر نے اس کی اجازت دے دی ہو تو اس کے مال سے قربانی کر سکتے ہیں۔■

اس زمانے میں عرفاً آمر کی طرف سے تمتع، قِران ودَمِ شکر کی اجازت ثابت ہے، اس لیے صاف الفاظ میں اجازت ضروری نہیں، اس کے باوجود صاف الفاظ میں اجازت حاصل کر لینا بہتر ہے۔■

مَحرم کی تعریف اور بغیر مَحرم کے حج

سُؤال: ① محرم کسے کہتے ہیں اور بغیر محرم کے اگر کوئی عورت حج کے لیے جائے

■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج بدل: ۴/ ۴۷ بتغیر

■ احسن الفتاوی، الحج: ۴/ ۵۲۳

جب کہ ساتھ میں دوسری خواتین موجود ہوں جن کے ساتھ ان کے محرم ہوں تو حج صحیح ہے یا نہیں؟

❷ اگر کراچی ائیر پورٹ تک محرم چھوڑ کر جائے اور جدہ ائیر پورٹ پر محرم وصول کرے صرف جہاز کے سفر کے دوران بغیر محرم رہے ایسی عورت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

جَوَابُ: ❶ محرم اسے کہتے ہیں جس سے کبھی بھی نکاح نہیں ہوسکتا ہو، سفر میں ایسے محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا ضروری ہے صرف ایسی خواتین کا ساتھ ہونا کافی نہیں جن کے محارم ان کے ساتھ ہیں، اگر چہ وہ حج کا ہی سفر ہو، بل کہ اس سفر میں بغیر محرم کے سفر کرنے کا دوہرا گناہ ہوگا، اگر بغیر محرم کے جائے گی تو حج تو ادا ہو جائے گا، مگر بغیر محرم کے سفر کرنے کا گناہ سر رہے گا۔

❷ کراچی سے جدہ تک بغیر محرم کے سفر کا گناہ اس کے ذمے بھی ہوگا۔[1]

اگر عورت کو مرنے تک سفرِ حج کے لیے مَحرم نہ ملے تو؟

سُوَال: ہماری والدہ صاحبہ پر حج فرض ہو چکا ہے جب کہ ان کے ساتھ حج پر جانے کے لیے کوئی محرم نہیں اور اتنی استطاعت بھی نہیں کہ اپنی طرف سے کسی کا خرچ برداشت کر کے اپنے ساتھ لیا جائے تو کیا اس صورت میں وہ کسی غیر محرم کے ساتھ حج کے لیے جاسکتی ہیں؟ جب کہ ان کی عمر بھی اچھی خاصی یعنی ٦٥ سال ہے؟

جَوَابُ: عورت بغیر محرم کے حج کے لیے نہیں جاسکتی اس میں عمر کی کوئی قید نہیں ہے، اگر محرم میسر نہ ہو تو اس پر حج کی ادائیگی فرض نہیں ہے، لہٰذا اس صورت میں نامحرم کے ساتھ جانا جائز نہیں ہے، اگر چلی گئی تو حج تو ادا ہو جائے گا، البتہ گناہ گار ہوگی، اگر آخر حیات تک اسے جانے کے لیے محرم میسر نہ ہوا تو اسے چاہیے کہ

---

[1] ■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، بغیر محرم کے حج: ٤/ ٧٩، ٨٠، ٨٦

وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی طرف سے حج بدل کرایا جائے۔[1]

میقات سے بغیر احرام کے گزرنا

سوال: جو پاکستانی یا کوئی بھی غیر ملکی سعودی عرب میں جدہ اور طائف میں ملازم ہیں، اگر وہ صرف طواف کی نیت سے مکہ جائیں تو کیا احرام باندھنا لازمی ہے؟ کیوں کہ یہاں مقیم اکثر لوگ بغیر احرام کے طواف کے لیے یا نماز جمعہ کے لیے مکہ چلے جاتے ہیں۔ کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟

جواب: جو لوگ "حرم" کے علاقے میں رہتے ہوں یا میقات سے اندر رہتے ہوں وہ تو جب چاہیں مکہ مکرمہ میں احرام کے بغیر جا سکتے ہیں، لیکن جو شخص میقات کے باہر سے جائے اس کے لیے میقات پر حج یا عمرہ کا احرام باندھنا لازم ہے خواہ اس شخص کا مکہ جانا حج وعمرہ کی نیت سے نہ ہو، بل کہ محض کسی ضروری کام سے مکہ مکرمہ جانا ہو یا صرف حرم شریف میں نماز جمعہ پڑھنے یا صرف طواف کرنے کے لیے جانا چاہتا ہو۔ الغرض خواہ کسی بھی مقصد کے لیے مکہ مکرمہ جائے وہ میقات سے احرام کے بغیر نہیں جا سکتا۔

اگر کوئی شخص میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا تو اس پر لازم ہے کہ مکہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے پہلے میقات پر واپس لوٹے اور وہاں سے احرام باندھ کر جائے اگر وہ واپس نہیں لوٹا تو اس کے ذمہ "دم" واجب ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ میقات سے باہر رہتے ہیں وہ صرف طواف کرنے کے لیے مکہ مکرمہ نہیں جا سکتے، بل کہ ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ میقات

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، بغیر محرم کے حج: ۴/۸۶
ہر مسلمان کے لیے موت سے پہلے وصیت لکھ کر رکھنا مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔ وصیت لکھنے کی فضیلت واہمیت، وصیت کے دیگر ضروری احکام اور وصیت لکھنے کے مختلف فارم جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب "وصیت لکھیے" کا مطالعہ کیجیے اور عمل کی کوشش کیجیے۔

سے عمرے کا احرام باندھ کر جایا کریں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ جتنی بار بغیر احرام کے جا چکے ہیں ان پر اتنے دم اور اتنے ہی عمرے واجب ہو گئے۔ جدہ میقات سے باہر نہیں، لہٰذا جدہ سے بغیر احرام کے مکہ مکرمہ آنا صحیح ہے، جب کہ طائف میقات سے باہر ہے، لہٰذا وہاں سے بغیر احرام کے آنا صحیح نہیں۔ ■

فَائِدَة: البتہ جو شخص کاروباری ہو اور اس کو روزانہ بار بار مکہ میں آنے کی ضرورت پڑتی ہو جیسے ڈرائیور حضرات وغیرہ، تو ان کے لیے احرام باندھنا ضروری نہیں ہونا چاہیے، لیکن جو حضرات بار بار نہیں جاتے، مثلاً ایجنٹ لوگ وغیرہ عامۃً روزانہ نہیں جاتے، لہٰذا ان کے لیے احرام باندھنا ضروری ہوگا۔

ملاحظہ ہو: ”نئے مسائل اور علما کے فیصلے“ میں مذکور ہے:

موجودہ حالات میں جب کہ تُجّار، دفاتر میں کام کرنے والے، ٹیکسی چلانے والے اور دیگر پیشہ ورانہ کام کرنے والے کبھی ہر روز، کبھی دوسرے تیسرے دن اور بعض لوگوں کو تو ایک دن میں ایک سے زیادہ دفعہ حرم میں داخل ہونا پڑتا ہے، ایسی حالت میں اس طرح کے لوگوں کو ہر بار احرام اور ادائے عمرہ کی پابندی بے حد مشقت طلب اور دشوار ہے، اس لیے ان حضرات کے لیے بغیر احرام باندھے حدودِ حرم میں داخلہ کی گنجائش ہوگی۔ (نئے مسائل اور علما کے فیصلے: ۳۷) ■

طواف اور بوسۂ حجر اسود کے وقت لوگوں کو ایذا پہنچانا

سُؤَال: کچھ لوگ طواف کے دوران تیز دوڑتے ہیں اور سامنے آنے والوں کو دھکا دے کر آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں کیا ایسا کرنا درست ہے؟

اسی طرح مرد و عورتیں حجر اسود کا بوسہ بہت اہتمام سے ادا کرتے ہیں اور بعض

■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، احرام باندھنے کے مسائل: ۴/ ۹۵

■ فتاویٰ دار العلوم زکریا، کتاب الحج، میقات کا بیان: ۳/ ۴۰۱

مرتبہ، بل کہ اکثر اوقات کثرتِ ہجوم اور رش کی بنا پر وہ حالت ہوتی ہے جس کو بیان نہیں کیا جاسکتا، کُھلم کھلاّ مردوں اور عورتوں کا اختلاط پایا جاتا ہے اور بہت سے کم زور لوگ کچلے جاتے ہیں اور طواف کرنے والوں کے لیے بھی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے کیا حجرِ اسود کا بوسہ لینا واجب ہے؟

جواب: طواف کے دوران لوگوں کو دھکے دینا بہت بُرا (اور گناہ) ہے۔ حجرِ اسود کا استلام سنت ہے، بشرط یہ کہ بوسہ لینے سے اپنے آپ کو یا کسی اور کو ایذا نہ ہو، اگر اس میں دھکم پیل کی نوبت آئے اور کسی مسلمان کو ایذا پہنچے تو یہ فعل حرام ہے اور طواف میں حرام کام کرنا اور اپنی اور دوسروں کی جان کو خطرے میں ڈالنا بہت ہی بے عقلی کی بات ہے۔ (اور عورتوں کا اس عمل کے لیے غیر محرم مردوں کے مجمع میں گھسنا جہاں بدن سے بدن ٹکرانے کا ڈر، بل کہ یقین ہو بالکل حرام ہے)، اگر آدمی آسانی سے حجرِ اسود تک پہنچ سکے تو اِس کو چوم لے ورنہ دور سے اپنے ہاتھوں کو حجرِ اسود کی طرف اٹھا کر یہ تصور کرے کہ گویا میں نے ہاتھ حجرِ اسود پر رکھ دیے ہیں اور پھر ہاتھوں کو چوم لے اس کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ■

حجِ بدل کی شرائط اور مسائل

سوال: حج بدل کی کیا شرائط ہیں؟ کیا سعودی عرب میں ملازم شخص پاکستان یا ہندوستان میں مقیم شخص کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے؟ نیز جس شخص نے اپنا حج ادا نہیں کیا اس سے حج بدل کروانا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: حج بدل کے احکام میں کافی تفصیل ہے یہاں اس کے خاص خاص مسائل ہم بیان کرتے ہیں۔ جس شخص پر حج فرض ہوگیا اور اس نے حج کا زمانہ پایا، مگر باوجود قدرت کے کسی وجہ سے حج نہیں کیا پھر وہ حج سے معذور اور عاجز ہوگیا اور

■ ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، طواف: ۴/ ۱۱۰

آیندہ بھی قدرت ہونے کی بہ ظاہر کوئی امید نہیں مثلاً: ایسا بیمار ہوگیا جس سے شفا کی امید نہیں یا مثلاً: نابینا لنگڑا یا اپاہج ہوگیا یا بڑھاپے کی وجہ سے ایسا کم زور ہو گیا کہ خود سواری پر سوار نہیں ہوسکتا تو اس کے ذمہ فرض ہے کہ اپنی طرف سے کسی دوسرے کو بھیج کر حج بدل خود کرادے یا وصیت کردے کہ میرے مرنے کے بعد میری طرف سے میرے مال میں سے حج بدل کرادیا جائے۔

اگر ایسے دائمی عذر کی وجہ سے کسی نے اپنا حج فرض کسی سے اپنی زندگی میں کرادیا، بعد میں اتفاق سے یہ عذر جاتا رہا تو اب خود حج ادا کرنا اس پر فرض ہے، پہلا حج جو بطور بدل کرایا تھا وہ نفلی ہوجائے گا۔

حج بدل کا سفر آمر یعنی حج کرانے والے کے وطن سے شروع کرایا جائے گا سعودی عرب سے جائز نہیں، البتہ اگر کوئی شخص بغیر وصیت کے اپنے عزیز واقارب کی جانب سے حج کرے تو وہ حج نفل برائے ایصال ثواب ہوگا جو ہر جگہ سے صحیح ہے۔

جس آدمی نے اپنا حج ابھی ادا نہیں کیا اس سے حج بدل ادا کرانا مکروہ ہے اگرچہ حج ادا ہوجائے گا۔[1]

وقوفِ مزدلفہ چھوڑنے کا حکم

سُوال: مریض، ضعیف، مستورات عذر کی وجہ سے مزدلفہ میں وقوف نہ کریں تو جائز ہے، مگر ان کے ساتھ ہونے کی وجہ سے تن درست مرد بھی وقوف نہ کرے اور صبح صادق سے قبل مزدلفہ سے منٰی چلا جائے تو اس تن درست پر دم واجب ہوگا یا نہیں؟

جَواب: اس صورت میں تن درست آدمی پر دم واجب ہے اس لیے کہ اس کا ترکِ وقوف بلا عذر ہے۔[2]

---

[1] ماخوذ از احکام حج، تالیف مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ: ۱۱۹

[2] احسن الفتاوی، الحج: ۴/ ۵۳۰

مُحرِم سے حلق کرانا

سُؤال: محرم حلال ہوتے وقت ایک دوسرے کا حلق (سر کے بال مونڈنا) کرسکتے ہیں یا نہیں یعنی جو شخص ابھی خود حلال نہیں ہوا وہ دوسرے کا حلق کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے دونوں فارغ ہو چکے ہوں اور اب صرف حلق ہی باقی ہو تو اس وقت ایک دوسرے کا حلق کرنا جائز ہے۔[1]

طواف کی دعائیں اور اس کا حکم

سُؤال: دورانِ طواف پڑھنے کے لیے حج وغیرہ کی کتابوں میں ہر چکّر کی ایک مستقل دعا لکھی ہے کیا یہ دعائیں سنت سے ثابت ہیں اور ہر چکّر میں ان دعاؤں کا پڑھنا ضروری ہے؟

جواب: طواف کے سات چکّروں کی جو دعائیں کتابوں میں لکھی ہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں، بل کہ بعض بزرگوں سے منقول ہیں، عام لوگ نہ تو ان کا صحیح تلفظ کرسکتے ہیں نہ ان کے معنی و مفہوم سے واقف ہیں، اس کے علاوہ ان دعاؤں کو پڑھنے میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں مثلاً: اکثر لوگوں کو دعائیں یاد نہیں ہوتیں طواف میں کتاب دیکھ کر پڑھتے ہیں اور رش میں کتاب پڑھتے ہوئے چلنے سے خشوع نہیں رہتا۔

رش میں کتاب پر نظر رکھنا اپنے لیے اور دوسروں کے لیے بھی ایذا کا باعث ہے بالخصوص دعاؤں کی خاطر جتھوں کی صورت میں چلنا دوسروں کے لیے سخت تکلیف دہ ہوتا ہے جو حرام ہے اور غیر ثابت امر کا ارتکاب ہوتا ہے جو کسی صورت مناسب نہیں اور پھر طواف کے دوران چلاّ چلاّ کر پڑھتے ہیں جس سے دوسروں کو بھی تشویش ہوتی

---

[1] احسن الفتاویٰ، الحج: ۴/ ۵۲۲

ہے اور بعض لوگ قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے کرتے ہیں۔ اس لیے عام لوگوں کے لیے نہ صرف یہ کہ ان دعاؤں کا پڑھنا ضروری نہیں بل کہ مناسب ہی نہیں۔

جس دعا یا ذکر میں خشوع زیادہ ہو اسے پڑھے اور زیر لب (آہستہ آواز سے) پڑھے تاکہ دوسروں کو ایذا و تشویش نہ ہو۔[1]

سفرِ حج میں تجارت کا حکم

سُؤَالٌ: اگر کوئی حاجی راستہ میں بھی تجارت کرتا ہے اور مکہ پہنچ کر بھی تو اس میں باعتبارِ ثواب کے کوئی حرج ہے؟

جَوَابٌ: حدیث شریف میں ہے "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"[2] یعنی "اعمال کا دارومدار نیت پر ہے" اب یہ تو نہ ہونا چاہیے کہ اصل مقصد تجارت ہو اور حج ضمناً برائے نام ہو، اس صورت میں اگرچہ حج کا فرض ادا ہو جائے گا یعنی نہ کرنے کا گناہ اس پر نہیں رہے گا مگر ثواب کی کوئی توقع بھی بے محل ہے اور اگر حج و تجارت دونوں مقصود ہیں تو اس میں اخلاص کی کمی ہے، لہٰذا ثواب کم ملے گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اصل مقصد پورے جذبے کے ساتھ حج ہے وہ حج کے لیے ہی جارہا ہے اور ضمنی طور پر کچھ سامان بھی ساتھ لے لیتا ہے کہ کہیں بِک جائے گا تو کچھ دام مل جائیں گے یا راستے میں یا حج کے موقعہ پر کوئی تجارتی کام کر لیتا ہے جس سے نفع مل جائے تو اس صورت میں ثواب میں بھی کمی نہیں ہوگی، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾[3]

---

[1] ماخوذ از احسن الفتاوی، ج: ۴ / ۵۵۵

[2] صحیح البخاری، الایمان، باب کیف کان بدء الوحی، الرقم: ۱

[3] فتاوی رحیمیہ، ج: ۸ / ۳۴، البقرۃ: ۱۹۸

ترجمہ: ”تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دوران تجارت یا مزدوری کے ذریعے) اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔“

فائدہ: اور ساتھ ساتھ اگر یہ نیت بھی کرلے تو بہتر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ملک والوں کو نفع پہنچے، کیوں کہ اس کی ترغیب بھی آئی ہے۔[1]

بچے قابلِ نکاح ہوں تو والدین حج کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: لڑکا یا لڑکی قابل نکاح ہو گئے ہیں لوگوں کا کہنا ہے کہ جب تک ان کی شادی نہ ہو جائے والدین حج نہیں کر سکتے کیا یہ اعتقاد رکھنا صحیح ہے؟

جواب: جب حج فرض ہو گیا تو حج کے لیے جانا ضروری ہے، اولاد کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، نہ جانے پر گناہ گار ہوگا۔ اولاد کی شادی کرائے بغیر حج فرض نہیں ہوتا یا حج نہیں ہوتا اور حج کے لیے نہیں جا سکتا یہ تمام باتیں بے بنیاد اور غلط ہیں، یہ اعتقاد درست نہیں۔[2]

حج فرض ہونے میں شیئرز کو نقد روپیہ شمار کیا جائے گا یا نہیں؟

سوال: ایک آدمی کے پاس ایک لاکھ روپے کے شیئرز کسی کمپنی کے موجود ہیں آیا اس پر حج فرض ہے یا نہیں؟ وجہ دریافت یہ ہے کہ شیئرز پراپرٹی میں شمار ہیں، کیا شریعت نے اس کو نقد روپیہ شمار کیا ہے؟

---

[1] تجارت کے فوائد وفضائل، تجارت کے بنیادی شرعی مسائل، کامیاب تجارت کے زریں اصول، مصنوعات کے شرعی مسائل اور قسطوں پر خرید وفروخت کا درست طریقہ جاننے کے لیے مکتبہ بیت العلم کی کتاب ”قسطوں پر کاروبار کے شرعی مسائل“ کا مطالعہ اِنْ شَآءَ اللہ بہت مفید رہے گا۔

[2] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الحج: ۸/ ۳۴

جواب: اس پر حج فرض ہے کیوں کہ اگر شیئرز کو نقد رقم نہ مانا جائے، جائیداد اور پراپرٹی مانا جائے تب بھی اس کے ذمے حج فرض ہونے کی شرط پائی جاتی ہے، کیوں کہ جب اتنی بڑی رقم کے شیئرز اس کے پاس ہیں تو اس میں گنجائش اور استطاعت پائی گئی کہ وہ اپنے حوائجِ اصلیہ (ضروریاتِ زندگی) اور اپنے متعلقین کے اخراجات کے لیے جو سفرِ حج کے زمانے میں ہوں گے رقم نکال سکتا ہے اور پھر اتنا باقی رہ جاتا ہے کہ سفرِ حج کے مصارف برداشت کر سکے۔ لہٰذا حج فرض ہو گیا۔[1]

اِستطاعت ہونے پر حج کرے یا مکان بنائے یا شادی کرے

سوال: ایک آدمی کے پاس اس قدر رقم ہے کہ جس سے وہ حج کر سکتا ہے یا مکان بنا سکتا ہے (جب کہ اپنا مکان نہیں ہے) تو اس صورت میں وہ شخص حج کرے یا مکان بنائے؟ اسی طرح اتنی رقم ہے کہ حج کر سکتا ہے، مگر شادی نہیں ہوئی تو شادی مقدم ہے یا حج؟

جواب: اگر حج کا وقت ہو اور لوگ حج کو جا رہے ہوں تو لازم ہے کہ پہلے حج کرے، مکان بعد میں بن سکتا ہے، اسی طرح حج کا زمانہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ نہ ہو تو پہلے حج کرے، اگر اپنے اوپر قابو نہ ہو اور زنا میں مبتلا ہونے کا خوف ہو تو شادی کرے۔[2]

کسی ادارے یا بینک کو رقم دے کر قربانی کروانا

سوال: حج کے موقع پر ایک ادارہ رقم لے کر رسید جاری کرتا ہے اور وقت دے دیتا ہے کہ فلاں وقت تمہاری طرف سے قربانی ہو جائے گی، چناں چہ فلاں وقت

---

[1] ماخوذ از فتاویٰ رحیمیہ، الحج: ۸/ ۵۴

[2] فتاویٰ رحیمیہ، الحج: ۸/ ۴۰

بال کٹوا کر احرام کھول دینا، اسی طرح بعض لوگ وہاں بینک میں رقم جمع کرا دیتے ہیں، تاکہ اس دن مذبح خانے جانے کی پریشانی نہ ہو تو کیا اس طرح کرنا صحیح ہے اور بغیر تصدیق کیے صرف اس ادارے یا بینک والوں کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے مقررہ وقت پر بال کٹوا کر احرام کھولنا چاہیے یا نہیں؟

جواب: حاجی کو جب کہ اس کا حج تمتع یا قران کا ہو مزدلفہ سے منیٰ آکر چار کام کرنے ہوتے ہیں ① رمی ② قربانی ③ حلق ④ طواف افاضہ (زیارت)

پہلے تین کاموں میں ترتیب واجب ہے، یعنی سب سے پہلے رمی کرے پھر قربانی اس کے بعد بال کٹائے اگر ان تین کاموں میں ترتیب قائم نہ رکھی مثلاً رمی سے پہلے قربانی کردی یا حلق کرالیا یا قربانی سے پہلے حلق کرالیا تو اس پر دم واجب ہے۔

سوال میں مذکورہ صورتوں میں یہ یقین نہیں کہ احرام کھولنے سے پہلے قربانی ہوگئی ہے یا بعد میں اس لیے کسی ادارہ یا بینک کو رقم حوالے کرنا صحیح نہیں اور جس نے ایسا کیا ہو اس کے ذمہ احتیاطاً دم لازم ہے۔[1]

والد کے مال سے یا غربت میں حج کرلیا استطاعت کے بعد اس پر حج فرض ہے؟

سوال: ایک شخص نے اپنے والد کے مال سے ان کی حیات میں حج کیا تھا والد کے انتقال کے بعد یہ شخص مال کا مالک بنا، یا ایک غریب شخص جس پر حج فرض نہیں تھا اس نے حج کرلیا بعد میں مال دار ہوا تو اب ان پر دوبارہ حج فرض ہے یا نہیں؟

جواب: اگر پہلا حج بلوغ کے بعد ہو تو حج فرض ادا ہوگیا ہے دوبارہ حج فرض نہیں۔[2]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج کے دوران قربانی: ۴/۱۳۸

[2] ماخوذ از فتاویٰ دار العلوم دیوبند، المناسک، حج کی فرضیت کیفیت: ۶/۳۲۶

پہلے قرض ادا کروں یا نفلی حج؟

سُؤال: نفلی حج کے لیے جانے کا دل ہے، لیکن قرض بھی ہے، اگر قرض ادا کرتا ہوں تو حج کے لیے نہیں جاسکتا، تو ایسی صورت میں پہلے قرض ادا کروں یا نفلی حج؟

جَواب: نفلی حج کے بجائے قرضہ ادا کرنا بہتر ہے، اللہ تعالیٰ آیندہ سالوں میں حج کی توفیق بھی دے دیں گے۔ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالیٰ [1]

ریح کا مریض طواف کیسے کرے؟

سُؤال: ایک شخص ریاح کا مریض ہے (یعنی بار بار اس سے ہوا نکلتی ہے) اور تھوڑی دیر میں وضو ٹوٹ جاتا ہے بعض اوقات تو ایک دو منٹ بھی وضو نہیں رہتا وہ طواف کس طرح کرے؟

جَواب: اگر یہ معذورِ شرعی کی حد میں داخل ہے تو بلا وضو طواف کرسکتا ہے۔ [2]

---

[1] الفتاوی الهندية، المناسك، الباب الاول: ١ /٢١٩، آپ کے مسائل اور ان کا حل، حج اور عمرہ کی فضیلت: ٥ /٢٢٨

[2] احسن الفتاوی، الحج: ٤ /٥٥٧

معذور کا حکم کب لگتا ہے اور اس کے متعلق مزید مسائل احسن الفتاوی: ٢ /٧١ پر موجود ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

ساتواں باب

كِتَابُ الْأُضْحِيَة

قربانی کے مسائل

قربانی سے مراد بقرعید والے دن مخصوص جانوروں کو مخصوص شرائط کے ساتھ اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے جو کہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم الشان اور معروف واقعہ کی یادگار ہے۔

اس باب میں قربانی کے واجب ہونے کی شرائط، قربانی کا صحیح وقت، گزشتہ برسوں کی واجب قربانی کا حکم، خریدنے کے بعد جانور گم ہوگیا یا مرگیا، مشترکہ قربانی کے گوشت کی تقسیم، حلال جانوروں میں کیا چیزیں حرام ہیں وغیرہ مسائل زیر بحث ہیں۔

كِتَابُ الأُضْحِيَة

نصاب کے مالک ہوجانے پر قربانی واجب ہے

سُوال: قربانی کس پر واجب ہے؟

جواب: قربانی ہر اُس مسلمان عاقل، بالغ مقیم پر واجب ہوتی ہے جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہو۔ یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ (رہائشی) مکان سے زائد مکان، پلاٹ وغیرہ پھر قربانی کے معاملے میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں۔

بچے پر اور مجنون پر اور اسی طرح اس شخص پر جو شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو قربانی لازم نہیں (البتہ مجنون کو اگر ایام قربانی میں افاقہ ہو جائے اور قربانی کے وجوب کا نصاب موجود ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے)۔

ٹی وی ضروریات میں داخل نہیں، بل کہ لغویات میں شامل ہے، لہٰذا جس کے پاس ٹی وی ہو (اور اس کی مالیت سے نصاب پورا ہوجاتا ہو تو) اس پر صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے اور اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔[1]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، قربانی، قربانی کس پر واجب ہے: ۴/ ۱۷۳-۱۷۵

برسرِ روزگار صاحبِ نصاب لڑکوں پر قربانی واجب ہے

سؤال: ایک صاحب ماشاء اللہ صاحبِ استطاعت ہیں اور ہر سال قربانی کرتے ہیں، ان کے تین لڑکے اور ایک لڑکی بھی برسر روزگار ہیں اور صاحبِ نصاب ہیں، تمام لڑکے اور لڑکی والد کے ساتھ رہتے ہیں اور سب غیر شادی شدہ ہیں۔ دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا والد کی قربانی سب کی طرف سے کافی ہے یا ہر ایک پر الگ سے قربانی کرنا واجب ہے؟

جواب: اگر باپ بیٹے اور بیٹی سب برسرِ روزگار اور صاحبِ نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمے الگ الگ قربانی واجب ہے، کیوں کہ ہر عاقل، بالغ مرد عورت پر مالکِ نصاب ہونے کی صورت میں قربانی واجب ہے، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔[1]

خانہ داری مشترک ہونے کی صورت میں قربانی کا حکم

سؤال: ہم پانچ بھائی ہیں تمام شادی شدہ ہیں اور والدین کے ساتھ اکٹھے رہتے ہیں، تمام بھائی جو کماتے ہیں والد صاحب کو دیتے ہیں صرف جیب خرچ اپنے پاس رکھتے ہیں بقرہ عید کے موقع پر صرف والد صاحب اپنی اور والدہ کی طرف سے قربانی کرتے ہیں ہم نہیں کرتے ہم پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اور صرف والدین کی قربانی کرنا سب کی طرف سے کافی ہے یا ہم بھی کریں؟

جواب: اگر بھائی کے پاس الگ سے اتنا مال ہو کہ وہ صاحبِ نصاب شمار ہو تو اس پر قربانی واجب ہے اور اگر کمانے کے باوجود مالک صاحبِ نصاب نہیں تو قربانی واجب نہیں ہوگی۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، قربانی کس پر واجب ہے: ۴/۱۷۷

[2] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، قربانی کس پر واجب ہے: ۴/۱۷۷

اگر کفایت کر کے جانور خرید سکتے ہیں تو قربانی ضرور کریں

سُوال: میں ایک جگہ ملازم ہوں جو تنخواہ ملتی ہے مہینے کے مہینے کھا پی لیتے ہیں، لیکن تنخواہ اتنی ہے کہ اگر کفایت سے خرچ کریں تو قربانی کا جانور خرید سکتے ہیں، اس صورت میں مجھ پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں قربانی واجب نہیں، البتہ اگر گھر میں اتنی نقدی ہو جو نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے یا کفایت شعاری کر کے اتنی رقم جمع کر لی جو نصاب کی مقدار تک پہنچ جائے تو قربانی واجب ہے اور اگر بقدرِ نصاب مال نہیں ہے مگر کفایت شعاری کر کے قربانی کا جانور خرید سکتے ہیں تو قربانی کرنا بہتر ہے واجب نہیں۔[1]

قربانی کرنے کا صحیح وقت

سُوال: براہِ کرم بتایئے قربانی کا صحیح وقت کون سا ہے؟

جواب: جن بستیوں یا شہروں میں نماز جمعہ وعیدین ہوتی ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، اگر کسی نے نماز عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے۔[2] البتہ پورے شہر کی کسی بھی مسجد میں اگر لوگوں نے نماز عید ادا کی ہے تو قربانی کرنا صحیح ہے، اگرچہ خود قربانی کرنے والے نے اَب تک نماز عید ادا نہیں کی۔

چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، اگر کسی عذر کی وجہ سے کسی جگہ پہلے دن عید کی نماز نہ ہو سکے تو نماز عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی درست ہے، قربانی

---

[1] آپ کے مسائل اوران کا حل، قربانی کس پر واجب ہے: ۴/ ۱۸۱

[2] صحیح مسلم، الاضاحی، باب وقتها، الرقم: ۱۹٦۰

رات کو بھی جائز ہے، مگر بہتر نہیں۔[1]

میت کی طرف سے قربانی اور اس کے گوشت کا حکم

سُوَال: میت کی طرف سے قربانی کرنا ہو تو ہر ایک میت کے لیے جدا جدا حصہ رکھنا ضروری ہے یا پھر ایک حصہ سب کے لیے کافی ہے، نیز مُردوں کی طرف سے جو قربانی کی جائے تو اس کا گوشت ہم کھا سکتے ہیں یا نہیں؟

جَوَاب: ہر ایک میت کے لیے جدا جدا حصہ رکھنا ضروری ہے، ایک حصہ ایک سے زائد مُردوں کے لیے کافی نہیں، البتہ اپنی طرف سے نفل قربانی کر کے اس کا ثواب ایک سے زائد مُردوں و زندوں کو بخشنا درست ہے، جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قربانی کا ثواب پوری امت کو بخشا تھا۔

اگر مُردہ وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے مال میں سے قربانی کرنا تو ایسی قربانی کے گوشت کو غربا اور مساکین پر تقسیم کرنا لازم ہے، مال دار اور سیّد کو دینا درست نہیں، ہاں اگر اس کے مال سے قربانی نہیں کی، اگرچہ اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو تو اس کے گوشت کا وہی حکم ہے جو اپنے مال سے قربانی کرنے کا ہے کہ خود بھی کھا سکتے ہیں اور مال داروں اور سیدوں کو بھی کھلا سکتے ہیں۔[2]

گزشتہ برسوں کی واجب قربانی کا کیا حکم ہے؟

سُوَال: ایک آدمی صاحبِ نصاب ہے، مگر بدقسمتی سے اس نے کئی برسوں تک قربانی نہیں کی، اب اللہ تعالیٰ نے اسے سمجھ عطا فرمائی اب وہ کیا کرے؟

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، ایام قربانی: ۴ / ۱۸۷

[2] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الاضحیۃ والعقیقۃ والذبائح: ۱۰ / ۲۵

جواب: اللہ تعالیٰ سے قربانی نہ کرنے کے گناہ کی معافی مانگے اور جتنے برسوں کی قربانی رہ گئی ہے اس کا حساب کر کے اس قدر قیمت کا صدقہ کردے۔[1]

قربانی کرنے والا وفات پا گیا

سوال: ایک آدمی نے قربانی کے لیے جانور خریدا، دس ذی الحجہ سے پہلے قضائے الٰہی سے اس آدمی کا انتقال ہوگیا، اب ورثا پر کیا یہ لازم ہے کہ وہ جانور اس کی طرف سے قربان کریں یا نہیں؟

جواب: صورت مذکورہ میں وہ جانور مرحوم کے ترکہ میں شامل ہوگیا اور ورثا اس کے حق دار ہوگئے، اب ورثا چاہیں تو اس کی قربانی مرحوم کے ایصال ثواب کے لیے کرسکتے ہیں، لیکن ان پر ایسا کرنا ضروری یا واجب نہیں ہے۔[2]

قربانی کا جانور خریدنے کے بعد مرگیا یا گم ہوگیا تو کیا کرے

سوال: ایک صاحبِ نصاب آدمی نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا لیکن قربانی سے پہلے ہی وہ جانور مرگیا یا گم ہوگیا تو کیا اس آدمی پر دوبارہ دوسرا جانور خریدنا اور قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں اور اگر صاحبِ نصاب نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: صاحب نصاب آدمی پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم ہے اور غیر صاحبِ نصاب پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا ضروری نہیں۔[3]

---

[1] فتاوی رحیمیہ، الاضحیۃ: ۱۰/ ۳۶

[2] ماخوذ از فتاوی رحیمیہ، الاضحیۃ: ۱۰/ ۳۴

[3] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، کن جانوروں کی قربانی جائز ہے یا ناجائز؟: ۴/ ۲۲۱

قربانی کے گوشت کی تقسیم

سوال: قربانی کے گوشت کی تقسیم کس طرح کرنی چاہیے؟

جواب: جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازے سے تقسیم کرنا صحیح نہیں۔ جو حصہ اپنے حصے میں آئے یا اگر پوری قربانی اپنی ہے تو افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لیے رکھا جائے۔ ایک حصہ احباب واعزہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقرا ومساکین میں تقسیم کرے اور جس شخص کے عیال زیادہ ہوں تو وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے، ذبح کرنے والے کو ذبح کی اجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں، اجرت الگ سے دینی چاہیے۔[1]

فلاحی کاموں کے لیے قربانی کی کھالیں جمع کرنا

سوال: اگر کوئی جماعت فلاحی کاموں کے نام سے قربانی کی کھالیں اور چندہ وصول کرے تو ان کو قربانی کی کھالیں اور چندہ دینا چاہیے یا نہیں؟

جواب: قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد اس سے حاصل شدہ رقم کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے جس کی تملیک ضروری ہے اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اس کا خرچ درست نہیں۔

قربانی کی کھالیں ایسے ادارے اور جماعت کو دی جائیں جو شرعی اُصولوں کے مطابق ان کو صحیح جگہ خرچ کر سکے۔[2]

---

[1] آپ کے مسائل اوران کا حل، قربانی کا گوشت: ۴/ ۲۰۷

[2] آپ کے مسائل اوران کا حل، قربانی کی کھالوں کے مصارف: ۴/ ۱۲۳

جانور ذبح کرتے وقت اور ذبح کرنے کے بعد کی دعا

سوال: ذبح کے وقت کون سی دعا پڑھنی چاہیے؟

جواب: ذبح کے وقت "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ" اور یہ دعا پڑھنی چاہیے:

﴿اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴾[1]

ترجمہ: "میں نے متوجہ کیا اپنے منہ کو اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یک سُو ہو کر...... اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والوں میں سے۔

﴿اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾[2]

ترجمہ: بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو پالنے والا سارے جہاں کا ہے۔"

اور ذبح کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

[1] سورة الأنعام: ٧٩

[2] سورة الأنعام: ١٦٢

ترجمہ: ”اے اللہ! اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما جیسے کہ آپ نے قبول کیا اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔“[1]

حلال جانور کی سات حرام چیزیں

سوال: حلال جانور میں وہ کون سی سات چیزیں ہیں جن کا کھانا حرام ہے؟

جواب: سات چیزیں حلال جانور کی کھانا منع ہے یعنی مکروہ تحریمی ہے۔

1. ذکر (نر کی پیشاب گاہ)۔
2. فرج (مادہ کی پیشاب گاہ)۔
3. مثانہ۔
4. غدود، یعنی حرام مغز جو پشت کے مہرے میں ہوتا ہے۔
5. خصیہ (کپورے)۔
6. پتہ (مرارہ جو کلیجی میں تلخ پانی کا ظرف ہے)۔
7. اور خون بہتا ہوا تو قطعی حرام ہے۔

ان سات اشیا کے علاوہ باقی سب اشیا کو فقہا نے حلال لکھا ہے، نیز ایک حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سات چیزوں کو ناپسند فرماتے تھے۔[2]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، قربانی کے لیے دعا: ۴/ ۱۹۶

[2] مصنف عبدالرزاق، المناسك، باب مایكره من الشاة، الرقم: ۸۷۷۱، ماخذہ: فتاوی رحیمیہ، الحظر والاباحہ، باب مایجوز اکلہ ومالا یجوز: ۱۰/ ۷۵

آٹھواں باب

متفرقات

متفرقات سے مراد وہ جُدا جُدا اور مختلف قسم کے مسائل ہیں جو ایک باب میں یکجا کر دیے گئے ہوں۔ ان مسائل کا تعلق جائز، ناجائز، حلال حرام، مکروہ، مباح وغیرہ سے ہے۔ مثلاً بائیں ہاتھ سے چائے پینا، بینک وغیرہ کی ملازمت، مرد کے لیے انگوٹھی، بچوں کی سالگرہ منانا، خاندانی منصوبہ بندی، ویڈیو گیم، قوالی سننا، شوقیہ کتا پالنا وغیرہ۔

متفرقات

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر (ؐ) لکھنا

سوال: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ پورا درود لکھنے کے بجائے صرف (ؐ) لکھنا اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نام پر (رضہ) لکھنا کیسا ہے؟

جواب: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمِ گرامی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے مبارکہ کے ساتھ پورا صلوٰۃ وسلام اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا چاہیے، صرف (رضہ) لکھنا خلاف ادب ہے، جہاں صفحات کے صفحات اور پوری کتاب لکھ رہے ہیں تو صیغہ (صلوٰۃ وسلام) اور صیغہ ترضّی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) میں کتنی جگہ صرف ہوتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے نام پر تعالیٰ کی جگہ (تعہ) اور رحمۃ اللہ تعالیٰ کی جگہ (رحہ) لکھنے کا دستور صحیح نہیں۔[1]

مرد کے لیے انگوٹھی کا حکم

سوال: مَرد کے لیے کس دھات کی انگوٹھی پہننا جائز ہے اور کس کی ناجائز، مقدار کے بارے میں کوئی تعیّن ہے؟

جواب: مَرد کے لیے دو شرطوں سے انگوٹھی پہننا جائز ہے ❶ چاندی کی ہو ❷ پانچ ماشے 4.86 گرام سے کم ہو۔ نگینے میں کوئی قید نہیں جس چیز کا بھی ہو اور

---

[1] احسن الفتاوی، الحظر والاباحۃ: ۲۱/۸

جتنے وزن کا بھی ہو جائز ہے۔[1]

فَائِدَة: البتہ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ فیروزی رنگ کے نگینے لگانے سے احتیاط کی جائے کیوں کہ روافض فیروز نامی شخص (قاتلِ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے دلی محبت کے اظہار کے لیے فیروزی رنگ کا نگینہ لگاتے ہیں۔

بینک، بیمہ کمپنی اور محکمہ انکم ٹیکس وغیرہ میں ملازمت

سُؤَال: بینک، بیمہ کمپنی اور محکمہ انکم ٹیکس جس میں سینما، موٹروں اور مکانوں پر ٹیکس کی تشخیص و تحصیل کا کام ہوتا ہے، اسی طرح کسٹم آب کاری جس میں نشہ آور چیزوں کی درآمد پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے، ان محکموں میں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جَوَاب: بینک اور بیمہ ربا (سود) ہے اور ٹیکسوں کی تشخیص کا مروّجہ طریقہ ظلم ہے، ان کے مصارف بھی صحیح نہیں اس لیے ان میں ملازمت جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ﴾[2]

تَرْجَمَة: ”اور نیکی اور تقویٰ (کی باتوں میں) ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی (کی باتوں میں) ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔“[3]

بائیں ہاتھ سے چائے پینا

سُؤَال: اکثر لوگ چائے نوشی کے وقت دائیں ہاتھ میں پیالہ اور بائیں ہاتھ سے

---

[1] احسن الفتاوی، احکام لباس وزینت: ۸/ ۶۹

[2] سورۃ المائدۃ: ۲

[3] احسن الفتاوی، کسب حلال وحرام: ۸/ ۹۰

پلیٹ (رکابی) پکڑتے ہیں اور چائے بائیں ہاتھ سے پیتے ہیں۔ کیا یہ مکروہ نہیں؟

جواب: جی ہاں مکروہ ہے، بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا ہے، داہنے ہاتھ سے کھانا پینا مسنون ہے، بعض حضرات وجوب کے قائل ہیں۔[١] بائیں ہاتھ سے (جان بوجھ کر) کھانے پینے والے ایک شخص کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی جس سے اس کا ہاتھ بےکار ہو گیا۔[٢]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھ کر بددعا فرمائی تو وہ طاعون میں مر گئی۔[٣]

حکومت کا ضبط کردہ مال خریدنا

سوال: بیرونی ممالک سے تجار جو خلافِ قانون اشیا منگواتے ہیں بعض مرتبہ حکومت ان کو ضبط کر لیتی ہے، بعد میں اسے نیلام کرتی ہے اور سستے داموں فروخت کر کے اس سے حاصل شدہ رقم سرکاری خزانے میں داخل کرتی ہے، حکومت سے ایسا مال خریدنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اس مال پر حکومت کا قبضہ ظلم ہے، مالی جرمانہ بہرحال ناجائز ہے، اس لیے اگر خریدنے والے کو علم ہو تو اس کے لیے اس کو خریدنا جائز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”کسی مسلمان کا مال اس کی خوشی کے بغیر کسی کے لیے حلال نہیں۔“[٤]

---

[١] فتاوی رحیمیہ، الحظر والاباحہ، باب مایجوز اکلہ ومالا یجوز: ۱۰ / ۱۳۷

[٢] صحیح مسلم، الاشربة، باب آداب الطعام والشراب...الخ، الرقم: ۲۰۲۱

[٣] مجمع الزوائد، الاطعمة، باب الاکل بالیمین، الرقم: ۷۹۳۰

[٤] عمدة القاری، اللقطة، باب لاتحتلب ماشیة احد: ۱۲ / ۳۹۰، الرقم: ۲۴۳۵، احسن الفتاوی، الحظر والاباحہ، کسب حلال وحرام: ۸ / ۹۳

خاندانی منصوبہ بندی کا حکم

سُؤَال: ضبطِ تولید (خاندانی منصوبہ بندی) اور اسقاطِ حمل کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جَوَابْ: منصوبہ بندی قلت رزق کے خوف سے بہر صورت حرام ہے، البتہ یہ نظریہ نہ ہو تو پھر ضبطِ تولید (خاندانی منصوبہ بندی) اور اسقاطِ حمل دونوں کی مجموعی طور پر چار صورتیں بنتی ہیں:

1. قطعِ نسل یعنی کوئی ایسی صورت اختیار کرنا جس کی وجہ سے دائمی طور پر قوتِ تولید ختم ہو جائے (مثلاً عورت کی بچہ دانی نکال دینا یا مرد کا آپریشن کر کے نس بندی کرانا)۔
2. منعِ حمل، یعنی ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہتے ہوئے حمل قرار نہ پائے (مثلاً ادویہ کا استعمال کرنا یا ربڑ کی تھیلی (کنڈوم) وغیرہ کا استعمال)۔
3. حمل ٹھہر جانے کے چار ماہ پورے ہونے سے پہلے کسی ذریعے سے اس کو ساقط کرنا۔
4. چار ماہ گزرنے کے بعد حمل گرانا۔

ان چار صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

پہلی صورت بالاتفاق حرام ہے، خواہ اس میں کتنے ہی فوائد نظر آئیں اور خواہ اس کے دواعی بہ ظاہر کتنے ہی قوی ہوں۔

دوسری صورت کے حکم میں یہ تفصیل ہے کہ بلا عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

1. عورت اتنی کم زور ہے کہ بار بار حمل کا تحمل نہیں کر سکتی۔
2. عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے جہاں اس کا مستقل قیام وقرار

کا ارادہ نہیں اور سفر کسی ایسے ذریعے سے ہے کہ اس میں مہینے لگ جاتے ہوں۔

۳ زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہ ہونے کی وجہ سے علیحدگی کا قصد ہے۔

۴ پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

۵ یہ خطرہ ہو کہ فسادِ زمانہ کی وجہ سے بچہ بد اخلاق اور والدین کی رسوائی کا سبب ہوگا۔

تیسری صورت بلا عذر ناجائز اور حرام ہے، البتہ بعض اعذار کی وجہ سے گنجائش ہے۔

مثلاً (۱) حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو گیا اور دوسرے ذرائع سے پہلے بچے کی پرورش کا انتظام ناممکن یا مشکل ہو۔

(۲) کوئی دین دار، حاذق طبیب عورت کا معائنہ کر کے یہ کہہ دے کہ اگر حمل باقی رہا تو عورت کی جان یا کوئی عضو ضائع ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

چوتھی صورت مطلقاً حرام ہے کسی بھی عذر سے اس کی کوئی گنجائش نہیں۔[1]

فَائِدَة: نکاح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی عظیم نعمت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی دونوں کے لیے سکون، راحت، عفت و باہمی تعاون کا ذریعہ بنایا ہے، شادی بلاشبہ، جائز فطری خواہش پوری کرنے کا ایک پاکیزہ راستہ ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کا اصل مقصد نیک اولاد کا حصول بھی ہے۔ نیک اولاد کے حصول کے فضائل اور فوائد میاں بیوی اپنے سامنے رکھیں گے تو ہر قسم کا بوجھ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کم محسوس ہوگا۔ فضائل کے شوق میں اولاد کو پالنے اور پیدا کرنے کے دوران پہنچنے والی تکلیف راحت سے بدل جائے گی اور آخرت کے ثواب کو سوچیں گے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی ذہنی راحت بھی حاصل ہوگی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

---

[1] احسن الفتاوی، ضبط تولید و اسقاطِ حمل: ۸/ ۳۴۷

"اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةِ اَشْيَاءَ: مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْلَهٗ."

تَرجَمہ: "جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے لیکن تین چیزوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے (ان کا فائدہ و ثواب اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے) ❶ جاری رہنے والا صدقہ۔ ❷ (اس کا چھوڑا ہوا) علم جس سے فائدہ اُٹھایا جاتا رہے۔ ❸ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔"

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے بڑے ہوکر جتنے خیر کے کام کریں گے، وہ سب ان کے والدین کے اعمال نامے میں اضافے کا ذریعہ بنیں گے، مثلاً:

(الف) آج کی اچھی تربیت سے بچہ دین کا داعی بن گیا تو اس کے ذریعے ہزاروں گم راہوں کو ہدایت ملے گی، سینکڑوں کافروں کو ایمان کی روشنی نصیب ہوگی۔

(ب) تعلیم کے شعبے سے وابستہ ہوگیا یا وابستہ ہوگئی تو کتنے نونہالانِ امت کی تربیت کا سبب بنے گا/ بنے گی۔

(ج) یہ بچہ بڑا ہوکر کسی کارخانے کا مالک بنے گا تو بہت سے گھروں کے چولھے جلانے کا ذریعہ بنے گا، سینکڑوں بے روزگاروں کے روزگار کا ذریعہ بنے گا۔

(د) اگر کہیں مزدوری یا ملازمت کرے گا تو بہت سے انسانوں کی راحت کا ذریعہ بنے گا۔

(ه) یہ بچی نیک بن گئی تو کسی کی غم خوار بیوی، کسی کی مثالی ماں اور کسی کی بہترین دادی ثابت ہوگی۔

(و) زمین دار یا کسان بن کر بہت سے لوگوں کے رزق کا ذریعہ بنے گا۔

سنن ابی داؤد، الوصایا، باب فیما جاء فی الصدقة، الرقم: ۲۸۸۰

یہ بہترین نتائج سامنے رہیں تو متعدد بچوں کی تربیت میں پریشانی نظر نہیں آتی۔

ایک اشکال: شیطان یہ وسوسے ڈالتا ہے: "زیادہ بچے ہوگئے، ان کو کس طرح سنبھالوں گا؟ ان کی اسکول کی فیس کیسے دوں گا؟ ان کی تعلیم وتربیت کیسے ہوگی؟ ان کے اخراجات کیسے پورے ہوں گے؟"

حل: اس مسئلے کا درست حل اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل بھروسا اور قناعت کی خوبی اپنانے میں ہی ہے۔ یعنی جو ان کے مقدر میں ہے اللہ تعالیٰ ہی ان کے لیے انتظام فرمادیں گے۔

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

"عرب کے جاہل جو فقر وافلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کردیتے تھے، ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے قرآن کریم نے جو ارشاد فرمایا، اس کا حاصل یہی ہے کہ تمھارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام میں مداخلت کے مترادف ہے۔ تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری رب العالمین نے نہایت واضح طور پر اپنے ذمہ لی ہے:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا﴾[1]

تَرجَمہ: "اور زمین پر چلنے والا کوئی جان دار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔ وہ اس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے اور عارضی ٹھکانے کو بھی۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ وہ جتنی جانیں اس عالم میں پیدا

---

[1] سورة هود: ٦

فرماتے ہیں، ان کے رزق یعنی ضروریاتِ زندگی کی کفالت وہ خود فرماتے ہیں اور اس شان سے فرماتے ہیں کہ کسی راشن ڈپو پر جانے اور وہاں سے رزق حاصل کرنے کی محنت بھی ہر مخلوق کے ذمہ نہیں ڈالی، بل کہ یہ بھی ان کے ذمے نہیں کیا گیا کہ جب وہ کسی دوسری جگہ منتقل ہوں تو درخواست دے کر اپنا راشن وہاں منتقل کروائیں، بل کہ فرمایا:

﴿يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا﴾ [1]

یعنی رب العالمین ہر جان دار کی مستقل قیام گاہ اور عارضی قیام گاہ کو جانتا ہے، وہیں اس کو رزق دیتا ہے۔

اسی لیے خاندانی منصوبہ بندی کو آبادی کی روک تھام کی غرض سے قومی اور اجتماعی شکل دینا شریعت وسنت کا مقابلہ ہوگا۔

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے اُسے پکارو، حالاں کہ صرف اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا ہے۔"

ان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کم درجہ پر سب سے بڑے گناہ کا پوچھا تو فرمایا:

"اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ." [2]

تَرْجَمَہ: "یہ کہ تم اپنے بچے کو اس خوف سے مار دو کہ وہ بعد میں تمھارے ساتھ کھانا کھائے گا۔"

---

[1] جواہر الفقہ، ضبطِ ولادت کی شرعی اور عقلی حیثیت: ۷/ ۹۰

[2] صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله (فلا تجعلوا الله اندادًا)، الرقم: ۷۵۲۰

اس جملے سے واضح ہوجاتا ہے کہ تحدیدِ نسل سے متعلق ہر وہ کام جو مفلسی کے خوف سے کیا جائے ناجائز ہے، خاص طور پر جب کہ وہ اجتماعی شکل میں ہو۔

کاروبار کے لیے اسلامی ہدایات

سُوال: کاروبار کے لیے اسلامی ہدایات کیا ہیں؟

جواب: دین اسلام میں تجارت کے چند ایسے زرّیں اصول وآداب بتلادیے گئے ہیں، ہر تاجر درجِ ذیل اصول وآداب کو اپنی تجارت کا لازمی حصہ بنانے کا اہتمام کرے:

❶ کاروبار وتجارت کے لیے مناسب وقت کا انتخاب کرے اور وہ صبح کا وقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"بَاكِرُوْا طَلَبَ الرِّزْقِ فَإِنَّ الْغُدُوَّ بَرَكَةٌ وَّنَجَاحٌ." [1]

تَرجَمہ: "صبح سویرے رزق طلب کرو اس لیے کہ صبح کا وقت برکت اور کامیابی کا ذریعہ ہے۔"

❷ دیانت داری اختیار کرنا، دیانت داری کی وجہ سے تاجر بہت سے دنیاوی فوائد سے مستفید ہوتا ہے:

- معاشرہ میں اس پر اعتبار کیا جاتا ہے۔
- اُس کی بتائی گئی قیمت میں پس وپیش نہیں کیا جاتا۔
- خریدار دوبارہ اسی تاجر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔
- مارکیٹ میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اخروی فوائد سے بھی ایسا تاجر محروم نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] مجمع الزوائد، البیوع، باب البکور وما فیہ من البرکة، الرقم: ٦٢٢٠

حدیث شریف میں آتا ہے:

"اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاء." [1]

ترجمہ: "سچا امانت دار تاجر انبیا، صدیقین اور شہدا کے ساتھ ہوگا۔"

③ کاروبار کو حلال رکھنے کی فکر کرنا۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں جا بجا اس کی تاکید بیان کی گئی ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ حلال کھانے کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

- حلال کھانے سے ایک نور پیدا ہوتا ہے۔
- بُرے اخلاق سے نفرت ہو جاتی ہے۔
- اچھے اخلاق کا شوق پیدا ہوتا ہے۔
- گناہ سے دل گھبراتا ہے۔
- عبادت میں دل لگتا ہے۔
- دعا قبول ہوتی ہے۔

لہٰذا حلال مال حاصل کرنے کے لیے کوشش کے علاوہ کثرت سے یہ دعائیں بھی مانگتے رہنا چاہیے، جن کی مانگنے کی تعلیم حدیث میں آئی ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ. [2]

④ معاملات صاف رکھنا۔ کاروبار سے متعلقہ تمام امور میں معاملات کرنے سے

[1] سنن الترمذي، باب ما جاء في التجار وتسمية النبي صلى الله عليه و سلم إياهم، الرقم: ۱۲۰۹

[2] الجامع الصغير، الرقم: ۲۸۷۸

پہلے ہی بات صاف صاف کرنے کے ساتھ حصوں اور نفع کی وضاحت بھی کردی جائے۔ اگرچہ کاروباری شراکت باپ بیٹے یا بھائی بھائی کے درمیان ہو، تب بھی ہر پہلو کی تحریری وضاحت کرلینی چاہیے۔

۵ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنا۔ خوش اخلاقی ونرمی ایک ایسا وصف ہے جو انسان کو ہر جگہ عزت اور کامیابی سے ہم کنار کرتا ہے، خصوصاً ایک تاجر کے لیے، کیوں کہ اس کا تعلق اور واسطہ عوام سے رہتا ہے اور یہ تعلق اور واسطہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ وہ خرید وفروخت اور لین دین کے معاملات میں دوسرے کا حق ادا کرنے اور اپنے حق کے مطالبہ کرنے میں ہمیشہ خوش اخلاقی اور نرمی کا رویہ اختیار کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رَحِمَ اللّٰهُ رَجُلًا سَمْحًا اِذَا بَاعَ وَاِذَا اشْتَرٰى وَاِذَا اقْتَضٰى." [1]

تَرْجَمَہ: "اللہ تعالیٰ اس شخص پر اپنی رحمت نازل فرمائے جو بیچنے میں، خریدنے میں، اور (اپنے حق کا) تقاضہ کرنے میں نرمی اختیار کرے۔"

۶ نماز کے اوقات کا خیال رکھنا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے افضل عمل کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

"اَلصَّلَاةُ عَلٰى وَقْتِهَا." [2]

تَرْجَمَہ: "نماز اپنے وقت پر ادا کرنا۔"

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تاجر تھے مگر جب نماز کا وقت آتا تو سب کام کاج، خرید وفروخت چھوڑ کر ایک اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے، دیکھنے والا یہ محسوس کرتا کہ ان پر نماز کے علاوہ کسی کی ذمہ داری ہی نہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب السهولة والسماحة، الرقم: ١٩٧٠

[2] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الوقت الأول من الفضل، الرقم: ١٧٠

لہٰذا اذان ہوتے ہی تمام کاروباری مشاغل ترک کر کے......دکان بند کر کے...... شٹر گرا کر......نماز پہلی صف میں ادا کرنے کی کوشش کریں۔

۷ صدقات وخیرات کی ادائیگی کا اہتمام کرنا۔ حدیث شریف میں ہے:

"يَا مَعْشَرَ التُّجَّارِ اِنَّ الْبَيْعَ يَحْضُرُهُ اللَّغْوُ وَالْحَلْفُ فَشُوْبُوْهُ بِالصَّدَقَةِ." [۱]

تَرْجَمَہ: "اے تاجرو! بے شک خرید وفروخت میں بے کار باتیں اور قسمیں اٹھائی جاتی ہیں پس تم تجارت کے ساتھ صدقہ کو ملا دو (تاکہ صدقہ کے ذریعے آمدنی میں پیدا ہونے والی گندگی کا خاتمہ ہوجائے)۔"

تجارت میں کثرت سے ایسے معاملات پیش آتے رہتے ہیں کہ لین دین یا خریدنے اور بیچنے کے دوران انسان بہت سی بے کار باتیں کر لیتا ہے، جھوٹ بول لیتا ہے، قسمیں اٹھا لیتا ہے، ان برائیوں کی وجہ سے تجارت سے حاصل شدہ آمدنی میں سے برکت اٹھالی جاتی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بے برکتی کے وبال سے بچنے کا راستہ بتلا دیا، کہ نفلی صدقات کا اہتمام کیا جائے۔

۸ دھوکہ دہی سے اجتناب کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ اپنی امت سے بہت محبت فرماتے تھے، رو رو کر اس امت کے لیے بخشش ومغفرت کی دعائیں مانگتے تھے، لیکن دھوکہ دینے والے شخص کے بارے میں فرمایا:

"مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا." [۲]

تَرْجَمَہ: "جس شخص نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

اس لیے ضروری ہے کہ دھوکہ دہی کی تمام صورتوں سے بچا جائے۔

---

[۱] سنن ابی داؤد، البیوع، باب فی التجارة یخالطها الحلف واللغو، الرقم: ۳۳۲

[۲] جامع الترمذی، البیوع، باب ما جاء في كراهية الغش في البيوع، الرقم: ۱۳۱۵

مثلاً: سامان فروخت کرنے میں جھوٹ نہ بولا جائے، گاہک کو قیمتِ خرید زیادہ کرکے نہ بتائی جائے...... نہ ہی جھوٹ کا سہارا لے کر گاہک سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے، محض قیمت بڑھانے اور دوسرے گاہک کو دھوکہ دینے کے لیے قیمتوں میں بھاؤ تاؤ نہ کیا جائے......، ایک ملک کی تیار کی گئی چیزوں پر دھوکہ دینے کی غرض سے دوسرے ملک کی مہر یا کوئی علامت ظاہر نہ کی جائے جس کی پہچان میں گاہک کو پریشانی ہو...... اشیائے ضروریہ کی قیمت بڑھانے کے لیے ذخیرہ اندوزی نہ کی جائے...... عیب دار اشیا کو عیب چھپا کر فروخت نہ کیا جائے۔

۹ قسم اٹھانے سے حد درجہ گریز کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل تقریباً بارہ سال تجارت فرمائی۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تجارت میں جھوٹی قسم تو درکنار سچی قسم کھانے کا بھی ذکر نہیں ملتا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم بھی قسم اٹھانے سے حتی الامکان بچا کرتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ." [1]

تَرْجَمَہ: "جھوٹی قسم سامان کو رائج کر دیتی ہے (یعنی خریدار بیچنے والے کی بات کا یقین کر کے خرید لیتا ہے) لیکن برکت کو ختم کر دیتی ہے۔"

۱۰ ناپ تول میں کمی سے بچنے کا اہتمام کرنا۔ حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم اسی گناہ کی وجہ سے ہلاک کی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں علی الاعلان فرما دیا:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝١﴾ [2]

---

[1] سنن البیهقی لابی بکر، البیوع، باب کراهیة الیمین فی البیع، الرقم: ۱۰۷۱۲

[2] سورة المطففین: ۱

ترجمہ: "بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لیے۔"

مندرجہ بالا اصول و آداب کے علاوہ بھی قرآن و حدیث میں بہت سے ایسے اعمال کی طرف واضح ارشادات موجود ہیں، جو رزق میں برکت کا باعث ہیں جن میں سے مختصراً دس اصول پیش کرتے ہیں:

❶ توبہ و استغفار	❷ تقویٰ و پرہیز گاری
❸ عبادتِ خداوندی میں انہماک	❹ اللہ تعالیٰ پر بھروسا
❺ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے خرچ کرنا	❻ رشتے داروں سے حسنِ سلوک
❼ کم زوروں کے ساتھ حسن سلوک	❽ کثرت سے حج و عمرہ کرنا
❾ علم دین حاصل کرنے والوں پر خرچ	❿ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا [1]

ملازمین نماز روزے کی پابندی نہ کریں تو؟

سوال: اگر ہوٹل، دکان یا کسی بھی ادارے کے ملازمین نماز نہیں پڑھتے اور رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتے تو مالک پر اخروی اعتبار سے ذمّہ داری ہے یا نہیں؟ کبھی ان ملازمین کی ڈیوٹی عین نماز کے وقت ہوتی ہے اس وقت نہ ملازمین خود سے نماز کے لیے جائیں اور نہ مالک نماز کے لیے کہے تو مالک ذمّہ دار ہوگا یا نہیں؟

جواب: ہوٹل، دکان وغیرہ کے اوقات میں نماز کا وقت آجائے تو مالک پر ضروری ہے کہ اپنے ملازمین کو نماز کے لیے کہے، اگر وہ اپنے مفاد کی خاطر چشم پوشی کرے گا تو وہ بھی اخروی اعتبار سے ذمہ دار اور جواب دہ ہوگا:

حدیث میں ہے: "كُلُّكُمْ رَاعٍ وَّكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَّعِيَّتِهٖ." [2]

---

[1] ماخوذ از قسطوں کے کاروبار کے شرعی مسائل: ۳۵-۵۴، اختصاراً

[2] صحيح مسلم، الامارة، باب فضيلة الامير العادل...الخ، الرقم: ١٨٢٩

ترجمہ: "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال ہوگا۔"

لہٰذا مالک پر لازم ہے کہ اخروی ذمہ داری کو مدنظر رکھے، خود بھی نماز کی پابندی کرے اور اپنے ماتحتوں کو بھی نماز، روزے کی پابندی کی تاکید کرے۔[1]

نمازِ فجر میں کوتاہی اور اس کا علاج

سوال: فجر کی نماز کے لیے آنکھ نہیں کھلتی اس کا علاج کیا ہے؟

جواب: یہ بلاشبہ ایک حقیقت ہے کہ فجر کی نماز کا وقت نیند اور غفلت کا وقت ہے، یہی نیند، غفلت اور سستی ہی عام طور پر نماز فجر میں کوتاہی کا سبب بنتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب رحمت ہے کہ جس عمل میں ذرا سی مشقت ہوتی ہے، وہاں اس عمل کا اجر وثواب بڑھا دیتے ہیں اور اس کے زیادہ اہتمام کرنے کی طرف متوجہ کر دیتے ہیں۔ نماز فجر میں دوسری نمازوں کی بنسبت مشقت زیادہ ہے، اس لیے اس کا ثواب بھی زیادہ ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِيْ ذِمَّةِ اللهِ."

ترجمہ: "جس شخص نے فجر کی نماز پڑھ لی وہ شخص اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے۔"[2]

اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص دن بھر اِنْ شَآءَ اللهُ تَعَالٰی ہر قسم کے حادثات، سانحات، مسائل، واقعات اور پریشانیوں سے محفوظ رہے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظتِ خاص میں ہوگا۔

---

[1] فتاوی رحیمیہ، الصوم: ۷/ ۲۰۶

[2] صحيح مسلم، المساجد...، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، الرقم: ٦٥٧

نمازِ فجر کے لیے اٹھنے کی تدابیر

❶ نمازِ فجر میں کوتاہی ہونے کی سب سے بڑی وجہ ہمارا دیر سے سونا ہے، اسکے لیے اپنے گھر والوں کے جمع کر کے یہ سمجھائیں کہ ہمارا رات کو دیر تک جاگنا درست نہیں اور آپس میں یہ طے کرلیں کہ آیندہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اتنے بجے بتی بند ہوجایا کرے گی، ابتدا میں چند روز تک ذرا تکلیف ہوگی اور نیند نہیں آئے گی، لیکن جب عادی ہوجائیں گے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی متعینہ وقت پر نیند آجائے گی۔

❷ دوسرا کام یہ کریں کہ رات کا کھانا جتنا جلدی ہوسکے کھالیا کریں اور کوشش یہ کریں کہ شام کا کھانا بہت معمولی اور ہلکا پھلکا ہونا چاہیے، اگر کھانا زیادہ ہوگا تو وہ آپ کے اندر سستی پیدا کرے گا، جس کی وجہ سے فجر کی نماز میں اٹھنا مشکل ہوگا۔

❸ رات کے وقت پانی کم پییں کہ پانی کی زیادتی سے رطوبت زیادہ ہوتی ہے۔ جس کے نتیجے میں صبح اٹھنا مشکل ہوگا اور کھانے کے بعد چہل قدمی کرلیا کریں تاکہ کھانا تحلیل ہوجائے اور کھانا جتنا تحلیل ہوگا سستی کے اثرات کم ہوں گے۔

❹ ایک کام یہ کریں ایسا الارم لگائیں کہ جس کی آواز سے آپ بیدار ہوسکیں اور اس انتظام کے ساتھ ساتھ گھر کے اس فرد کو بھی کہہ دیں جو صبح جلدی اٹھا کرتا ہے کہ وہ آپ کو اٹھادے اور اس کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کے دوسرے افراد کو بھی اٹھانے کی فکر کرے۔

❺ اور سونے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ یا اللہ میرے اندر فجر کے وقت سونے کا مرض ہے، میری اس کوتاہی کو دور فرما اور فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین[1]

---

[1] ماخوذ از اصلاحی بیان از مولانا عبدالرؤوف سکھروی مدظلہ، نماز فجر کی اہمیت: ۲/ ۱۹۸-۲۱۹

قانونی مجبوری کی وجہ سے فوٹو بنوانا

سُؤال: شریعت میں تو کسی بھی جان دار کا فوٹو بنانا حرام ہے، لیکن حکومت کے قانون میں شناختی کارڈ، پاس پورٹ وغیرہ بنانے کے لیے فوٹو لازمی ہے، اسی طرح ملازمت کے سلسلے میں بھی فوٹو کی ضرورت ہوتی ہے، اگر کوئی آدمی مندرجہ بالا وجوہات کی بنا پر فوٹو بنواتا ہے تو یہ گناہ گار ہوگا؟

جَواب: قانونی مجبوری کی وجہ سے جو فوٹو بنوائے جاتے ہیں وہ عذر کی وجہ سے لائق معافی ہوسکتے ہیں، لہٰذا اس آدمی پر اگر وہ مجبوری کی وجہ سے یہ کررہا ہے (اور اس قانون پر دل سے راضی نہیں) امید ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس کا گناہ یہ قانون بنانے والوں پر ہے۔[1]

فَائِدَہ: بغیر کسی مجبوری کے تصویر بنوانا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، آج کل موبائل وغیرہ میں بغیر مجبوری کے جو تصاویر نکالی جاتی ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے، کیوں کہ احادیث میں اس کی سخت وعید آئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عِنْدَ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُصَوِّرُوْنَ."[2]

تَرجَمہ: "قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عذاب تصویریں بنانے والوں کو ہوگا۔"[3]

مرد کے سر کے بال کتنے لمبے ہونے چاہییں

سُؤال: مرد کے سر کے بال کتنے لمبے ہونے چاہییں، زلفوں کے نام پر عورتوں کی

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، تصویر: ۷/ ۶۰، ۶۵

[2] صحیح البخاری، اللباس، باب عذاب المصورین یوم القیامۃ، الرقم: ۵۹۵۰

[3] ماخوذ از تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام از مفتی احسان اللہ شائق: ۲۸، اختصاراً

طرح لمبے لمبے بال رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک (بال) کانوں کی لَو تک ہوتے تھے، اگر اصلاح (بنوانے) میں تاخیر ہوجاتی تو اس سے نیچے بھی ہوجاتے تھے۔ یہ مردوں کے لیے سنت ہے، لیکن بال اس طرح بڑھانا کہ عورتوں سے مشابہت ہوجائے یہ جائز نہیں۔[1]

ٹائی لگانے کا حکم

سوال: آج کل ٹائی کے استعمال کا رواج بہت عام ہے، ٹائی باندھنا اسکولوں کے یونیفارم میں داخل ہے، بعض کمپنیوں اور آفسوں میں بھی ٹائی ایک لازمی لباس ہے، ٹائی پہننے کا کیا حکم ہے؟ اس پر روشنی ڈالیں۔

جواب: یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مغرب سے جو چیز آتی ہے، ہم اسے اپنی زندگی اور تہذیب کا ایک لازمی جز بنالیتے ہیں، چاہے اس میں کوئی معقولیت اور ادنیٰ درجہ کی بھی افادیت نہ ہو، اس لیے جہاں تک ہوسکے ایسی وضع قطع سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اسلام کی نظر میں یہ بات نہایت ناپسندیدہ ہے کہ مسلمان اپنی معاشرت اور وضع قطع میں غیر مسلموں کی مماثلت اختیار کریں، ٹائی بھی ایسی ہی چیزوں میں سے ہے۔[2]

ٹائی کی ابتدا نصاریٰ کے مذہبی شعار کے طور پر ہوئی تھی، کیوں کہ اِس کی ہیئت صلیب سے ملتی جلتی ہوتی ہے، لیکن بعد میں اُسے لباس کا ایک جزو قرار دے دیا گیا اور مذہبی شعار کی حیثیت ختم ہوگئی۔ اَب سارے عالم میں انگریزی لباس کے ساتھ اُسے مذہبی تصور کے بغیر پہنا جاتا ہے۔

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، جسمانی وضع قطع: ۷/ ۱۳۶

[2] کتاب الفتاوی، حلال وحرام سے متعلق سوالات: ۶/ ۹۶

لہٰذا اُس کو پہننے میں کراہت تو ضرور ہے، البتہ کہیں کراہیت سخت ہوگی، کہیں ہلکی، جہاں اس کا استعمال عام ہوجائے، وہاں اس کے منع پر زور زبردستی نہیں کی جائے گی۔[1]

آرٹ، ڈرائنگ کی شرعی حیثیت

سوال: میرا بھائی بہترین آرٹسٹ ہے، ہم اسے ڈرائنگ ماسٹر بنانا چاہتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ آرٹ، ڈرائنگ اسلام میں ناجائز ہے، وضاحت کریں کہ ڈرائنگ ماسٹر کا پیشہ اسلام میں درست ہے یا غلط؟

جواب: آرٹ، ڈرائنگ بذات خود تو ناجائز نہیں، البتہ اس کا صحیح یا غلط استعمال اس کو جائز یا ناجائز بنا دیتا ہے، اگر آپ کا بھائی جان دار چیزوں کی تصویریں آرٹ کرنے کا شوق رکھتا ہے تو پھر یہ ناجائز ہے اور اگر ایسا آرٹ پیش کرتا ہے جس میں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں ہوتی مثلاً: غیر جان دار چیزوں کی تصویر کشی کرنا وغیرہ تو جائز ہے۔[2]

چوری کی بجلی سے گرم کیے ہوئے پانی سے وضو کرنا

سوال: شرعاً بجلی بغیر میٹر کے استعمال کرنا کیسا ہے؟ چوری کی بجلی سے اگر ہیٹر چلایا جائے اور اس پر کھانا پکایا جائے اگرچہ مال حلال کا ہے تو کیا وہ کھانا جائز ہے؟ اسی طرح اگر اس سے پانی گرم کیا جائے اور پھر اس سے وضو کیا جائے تو کیا ایسے وضو سے نماز پڑھنا صحیح ہے؟ اگر کسی نے ایسی چوری کی ہو اور وہ توبہ کرنا چاہے تو اس کا کیا تدارک ہوسکتا ہے؟

جواب: سرکاری ادارے پوری قوم کی ملکیت ہیں ان کی چوری بھی اسی طرح جرم

---

[1] ماخوذ از فتاویٰ محمودیہ، باب اللباس: ۱۹/ ۲۸۹ بتصرف

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، تصویر: ۷/ ۲۶

ہے جس طرح کسی ایک فرد کی چوری حرام ہے، بل کہ سرکاری اداروں کی چوری کسی خاص فرد کی چوری سے بھی زیادہ سنگین ہے، کیوں کہ ایک فرد سے تو آدمی معاف بھی کراسکتا ہے لیکن چودہ کروڑ افراد (اُس زمانے میں پاکستان کی کل آبادی چودہ کروڑ تھی۔ از مرتب) میں سے کس کس آدمی سے معاف کراتا پھرے گا۔

جو لوگ بغیر میٹر کے بجلی استعمال کرتے ہیں وہ پوری قوم کے چور ہیں، چوری کی ہوئی بجلی پر چلنے والے ہیٹر پر جو کھانا پکتا ہے اگرچہ حرام نہیں مگر اس سے احتراز لازم ہے۔ اور اس کے گرم شدہ پانی سے وضو کرنا جائز نہیں (البتہ اس وضو سے پڑھی ہوئی نماز ہو جائے گی)۔

اگر کوئی پہلے اس طرح کی چوری کر چکا ہے اور اب توبہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا تدارک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور جتنی بجلی اس نے ناجائز استعمال کی ہے اس کا اندازہ کر کے اس کی قیمت محکمہ کو ادا کر دے، اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی شخص نے بغیر ٹکٹ کے ریل میں سفر کیا تو اتنے سفر کا کرایہ اس کے ذمہ واجب الادا ہے، اس کو چاہیے کہ اتنی رقم کا ٹکٹ محکمہ سے لے کر ضائع کر دے۔[1]

ائر ہوسٹس سے بات کرنا

سوال: ہوائی جہاز میں کھانے وغیرہ کے لیے ائر ہوسٹس سے بات کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جہاز میں کھانا اور چائے وغیرہ وقت مقررہ پر عملہ کی طرف سے خود پہنچا دیا جاتا ہے، طلب کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی، اس کے باوجود اگر ضرورت ہو تو ائر ہوسٹس سے بقدرِ ضرورت بات کرنا جائز ہے۔[2]

---

[1] ماخوذ از آپ کے مسائل اور ان کا حل، کھانے پینے کے بارے میں شرعی احکام: ۱/ ۱۸۷

[2] احسن الفتاوی، الحظر والاباحہ، پردہ و دیگر متعلقہ مسائل: ۸/ ۴۲

بچوں کی سالگرہ منانا

سوال: بچوں کی سال گرہ منانے اور اس موقع پر قرآن خوانی کرانے کا شریعت میں کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

جواب: سال گرہ منانا ایک قبیح رسم ہے اس کا ترک واجب ہے۔ اصل سال گرہ تو یہ ہے کہ ایسے مواقع پر اپنی زندگی کا احتساب کیا جائے، اپنے اعمال کے بارے میں سوچا جائے کہ جنت کی طرف لے جا رہے ہیں یا جہنم کی طرف۔[1]

مکان کی بنیاد میں بکرے کا خون ڈالنا

سوال: آج کل جب کوئی شخص مکان تعمیر کرتا ہے تو اس کی بنیادوں میں بکرا ذبح کر کے اس کا خون ڈالتا ہے اور گوشت احباب و فقرا میں تقسیم کرتا ہے، شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: یہ عمل ناجائز ہے، یہ ہندوؤں اور بت پرستوں کا عقیدہ اور شعار ہے، اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔[2]

جعلی سرٹیفکیٹ بنوا کر ملازمت کرنا

سوال: کسی کو ملازمت مل رہی ہے، مگر شرط یہ ہے کہ میٹرک وغیرہ کا تعلیمی سرٹیفکیٹ ہو جو اس کے پاس نہیں، مگر جعلی بن سکتا ہے تو اس صورت میں کوئی گناہ ہے یا نہیں؟ نیز اس معاملے میں اس کی اعانت کرنے والوں پر بھی گناہ ہوگا یا نہیں؟ اس طرح کسی بھی کام کی مہارت کا جعلی سرٹیفکیٹ حاصل کر کے ملازمت

---

[1] احسن الفتاوی، الحظر والاباحۃ، رسومِ مروّجہ: ۸/ ۱۵۴

[2] ماخوذ از خیر الفتاوی، ما یتعلق بالایمان والعقائد: ۱/ ۸۲

حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر ملنے والی تنخواہ حلال ہوگی یا حرام؟

جواب: یہ جھوٹ اور دھوکا ہے لہٰذا جائز نہیں، اس کی اعانت کرنے والے بھی گناہ گار ہوں گے، البتہ جو کام اس کے ذمہ ہے اگر وہ اسے بہ حُسنِ خوبی انجام دینے کی صلاحیت رکھتا ہے تو تنخواہ حلال ہے۔■

شادی کا مختصر، نہایت آسان اور سادہ طریقہ

سوال: بچوں کی شادی کرنی ہے، مفتی صاحب شادی کا شرعی طریقہ بتادیں؟

جواب: منگنی میں زبانی وعدہ کافی ہے، نہ حجام (نائی) کی ضرورت، نہ جوڑا اور نشانی (انگوٹھی جو منگنی کے روز دُلہن اور دولہا کو پہناتے ہیں) اور شیرنی کی حاجت اور جب دونوں (لڑکا لڑکی) نکاح کے قابل ہوجائیں، زبانی یا بذریعہ خط وکتابت کوئی وقت ٹھہرا کر دولہا کو بلالیں، ایک اس کا سرپرست اور ایک خدمت گزار اس کے ہم راہ کافی ہے، نہ بَری کی ضرورت، نہ برات کی حاجت، نکاح کے فوراً یا ایک آدھ روز مہمان رکھ کر اس کو رخصت کردیں اور اپنی گنجائش کے بقدر جو ضروری سامان اور کار آمد چیزیں جہیز میں دینا منظور ہوں بلا اعلان کے اس کے گھر بھیج دیں یا اپنے گھر میں اس کے سپرد کردیں، نہ سسرال کے جوڑوں کے ضرورت، نہ چوتھی بھوڑوں (دلہن کے ساتھ جو کھانا برات کی واپسی کے وقت بھیجا جاتا ہے) کی حاجت اور جب چاہیں دلہن والے بلالیں اور جب موقع ہو دولہا والے بلالیں، اگر توفیق ہو تو شکریہ میں حاجت مندوں کو دے دو۔

کسی کام کے لیے قرض مت لو، البتہ ولیمہ مسنون ہے وہ بھی خلوص نیت واختصار کے ساتھ، نہ کہ فخر واشتہار کے ساتھ، ورنہ ایسا ولیمہ بھی جائز نہیں۔ حدیث

■ ماخوذ از احسن الفتاوی، متفرقات، الحظر والاباحۃ: ۸ / ۱۹۸

میں ایسے ولیمہ کو شَرُّ الطَّعَام (بُرا کھانا) فرمایا گیا ہے، نہ ایسا ولیمہ جائز، نہ اس کا قبول کرنا جائز ہے۔[1]

بیوی کے کہنے پر والدین سے نہ ملنا

سُوَال: ایک عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ میں تیرے گھر میں رہوں گی تو تیرے والدین سے تجھے ملنے نہیں دوں گی، کیا بیوی کے کہنے پر والدین سے نہ ملنا جائز ہے یا نہیں؟

جَوَاب: اپنے والدین سے نہ ملنا اور ان کو چھوڑ دینا معصیت اور گناہِ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا ارتکاب حرام اور ناجائز ہے لہٰذا بیوی کی بات مان کر والدین سے نہ ملنا درست نہیں اور بیوی کی اس بات کا شرعًا کوئی اعتبار نہیں اور خود وہ عورت بھی شوہر کو والدین سے ملنے سے روکنے کی وجہ سے گناہ گار ہوگی۔[2]

گھریلو جھگڑوں کا آسان حل

سُوَال: مفتی صاحب گھر گھر تباہی ہو رہی ہے، آج ہمارا معاشرہ جھگڑوں سے بھر گیا ہے، اس کی بے برکتی اور ظلمت پورے معاشرے میں اس قدر چھائی ہوئی ہے کہ عبادتوں کے اندر نور محسوس نہیں ہوتا، چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھگڑے ہو رہے ہیں، کہیں خاندانوں میں جھگڑے ہیں، تو کہیں میاں بیوی میں جھگڑا ہے، تو کہیں دوستوں میں، تو کہیں بھائیوں کے درمیان، تو کہیں رشتہ داروں میں۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ جھگڑے کس طرح ختم ہوں؟

---

[1] اصلاح الرسوم، دوسرا باب، چھٹی فصل رسوم نکاح: ۱۰۸

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، والدین اور اولاد کے تعلقات: ۷/ ۲۲۵

جواب: سب جانتے ہیں کہ لڑائی چاہے کسی کے ساتھ بھی ہو، اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔ لڑائی جھگڑا آپس کے سکون، اطمینان اور راحت وآرام کا ستیاناس کردیتا ہے اور دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے نقصان پہنچنے کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ جن گھروں میں اس قسم کی لڑائی جھگڑوں کا بازار گرم ہو تو ان کی مصیبتوں اور تکلیفوں کا پوچھنا ہی کیا۔ ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ اس نے یوں کیوں کیا، ایسا طعنہ کیوں دیا، میرا کیا قصور ہے وغیرہ وغیرہ۔

کسی بھی گھر میں آپس کے اختلافات اور باہمی جدال ونزاع اس گھر کے لیے زہر قاتل اور اس کی بنیادوں کو اندر سے کھوکھلا کرنے کے لیے خطرناک قسم کی دیمک کی طرح ہوا کرتا ہے، اگر کسی کے خاموش رہنے اور معافی مانگنے سے آپس کے اختلافات کا خاتمہ ہوسکتا ہو، تو ضرور یہ کڑوا گھونٹ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے خاطر گھر اجاڑنے سے بچانے کے لیے پی لینا چاہیے۔

جھگڑوں کے نقصانات میں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نگاہِ رحمت سے گرجاتا ہے۔ حدیث شریف میں اس کو "حَالِقَةُ الدِّیْن" کہا گیا ہے کہ "جھگڑا دین کو مونڈنے والی چیز ہے۔"[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا:

"تمھیں روزہ، نماز اور صدقہ میں سے افضل چیز بتلاؤں؟" صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمایئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی (دین کو) مونڈنے والی ہے (یعنی جیسے

---

[1] جامع الترمذی، صفة القیامة، باب فی فضل المخالطة مع الصّبر، الرقم: ۲۵۱۰

استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی
سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے)۔"

میاں بیوی خاندان کی ریڑھ کی ہڈی ہیں، اگر ان دونوں کی زندگی خوش گوار ہوگی تو خاندان کے ہر فرد کی زندگی خوش گوار ہوگی، ان کے جھگڑے اور الجھنیں پورے خاندان کی تباہی کا ذریعہ بن سکتے ہیں اور یوں صرف ایک ہی خاندان نہیں بل کہ دو خاندانوں کی زندگیوں کی خوش گواری داؤ پر لگ جائے گی۔

گھریلو جھگڑوں کا آسان حل یہ ہے کہ بیوی اپنے خاوند سے نسبت رکھنے والے رشتہ داروں کو خوش رکھنے کی کوشش کرے اور خاوند بیوی کے رشتہ داروں کو خوش رکھنے میں لگا رہے، اس طرح دونوں کی زندگی میں مشکلات ختم ہو جائیں گی۔

حضرت تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ ہے جو بڑا زریں اصول ہے اگر انسان اس اصول پر عمل کرلے تو امید ہے کہ پچھتّر فیصد جھگڑے تو وہیں ختم ہو جائیں۔ چناں چہ فرمایا:

"ایک کام یہ کرلو کہ دنیا والوں سے امید باندھنا چھوڑ دو، جب امید چھوڑ دو گے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی پھر دل میں کبھی بغض اور جھگڑے کا خیال نہیں آئے گا۔"

دوسرے لوگوں سے جو شکایتیں پیدا ہو جاتی ہیں، مثلاً یہ کہ فلاں شخص کو ایسا کرنا چاہیے تھا اس نے نہیں کیا، جیسی میری عزت کرنی چاہیے تھی اس نے ایسی عزت نہیں کی یا فلاں شخص کے ساتھ میں نے فلاں احسان کیا تھا، اس نے اس کا بدلہ نہیں دیا، وغیرہ وغیرہ یہ شکایتیں اس لیے پیدا ہوتی ہیں کہ دوسروں سے توقعات وابستہ کر رکھی ہیں۔ ایسے موقع پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمھیں کسی سے کوئی شکایت

■ سنن ابی داود، الأدب، باب فی إصلاح ذات البین، الرقم: ٤٩١٩

پیدا ہو جائے تو اس سے جا کر کہہ دو کہ مجھے تم سے یہ شکایت ہے، تمھاری یہ بات اچھی نہیں لگی، بُری لگی ہے، پسند نہیں، یہ کہہ کر اپنا دل صاف کر لو۔

لہٰذا اس طرح کی باتیں لوگوں کو سمجھائیں، پڑھ کر سنائیں، یا ان کو دینی ماحول میں جوڑیں تا کہ اس طرح ان کی دینی ذہن سازی ہو اور جھگڑوں کا خاتمہ ہو اور جب کبھی بھی کسی سے ناگواری کی بات پیش آئے تو بزرگوں سے سنا ہے کہ ایسے موقعہ پر یہ جملہ کہہ دینا "چلو اچھا کوئی بات نہیں" آگے ہونے والے جھگڑے کے لیے رکاوٹ ثابت ہوگا۔

بیٹی کی ولادت منحوس ہونے کا تصوّر غیر اسلامی ہے

سُؤال: اکثر لوگوں کو دیکھا ہے کہ شادی کے بعد پہلی اولاد "بیٹا" کی خواہش ہوتی ہے اور اگر اللہ نے پہلی اولاد "بیٹی" سے نوازا تو وہ ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے بسا اوقات بیوی کو مار پیٹ اور بُرا بھلا کہنے سے بھی باز نہیں آتے، ان کے گھر والے بھی "بیٹی" کی ولادت پر ناخوشی کا اظہار کرتے ہیں اور بہو کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ آپ قرآن و سُنت کی روشنی میں یہ فرمائیں کہ ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے؟

جَواب: بیٹی کی ولادت کو منحوس سمجھنا دورِ جاہلیت کی یادگار اور کفّار کا طریقہ ہے، ورنہ بیٹی کی ولادت تو باعثِ برکت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی اولاد بھی بیٹی ہی تھی اور بہت سی احادیث میں لڑکیوں کی پرورش کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، چنانچہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ "ایک خاتون میرے پاس آئی جس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں، میرے پاس بس ایک ہی کھجور تھی جو میں نے اسے دے دی اس نے آدھی آدھی

ماخوذ از تحفۂ دلہن، جھگڑوں کے نقصانات: ۲۷۷، خطباتِ فقیر، اسلام میں نکاح کا تصور: ۱۲/ ۱۹۸، اسلام اور ہماری زندگی، اسلام اور حسن معاشرت: ۴/ ۱۵۷-۱۵۸

دونوں کے درمیان تقسیم کر دی، خود نہیں کھایا، پھر اُٹھ کر چلی گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس شخص کو بیٹیوں سے واسطہ پڑے اور وہ ان کے ساتھ حُسنِ سلوک کرے تو اس کے لیے دوزخ سے آڑ ہوگی۔" اس مضمون کی احادیث کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہیں۔[1]

ویڈیو گیم کا شرعی حکم

سؤال: ویڈیو گیمز جو کہ مغربی ممالک کے بعد اب ہمارے ملک میں رواج پذیر ہیں، اس میں کسی قسم کی کوئی شرط نہ کسی قسم کے انعام کا لالچ دیا جاتا ہے بل کہ یہ گیم دیگر امور کے علاوہ نشانہ بازی وغیرہ پر مشتمل ہوتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب: ویڈیو گیم اور دیکھنے والوں کے مشاہدے سے جہاں تک پتا چلا اور حقیقت معلوم ہوئی، یہ کھیل چند وجوہ کی بناہ پر شرعاً جائز نہیں۔

❶ اس کھیل میں دینی اور جسمانی کوئی فائدہ مقصود نہیں ہوتا اور جو کھیل ان دونوں فائدوں سے خالی ہو وہ جائز نہیں۔

❷ اس میں وقت اور روپیہ ضائع ہوتا ہے اور ذکر اللہ سے غافل کرنے والا ہے۔

❸ سب سے شدید ضرر یہ ہے کہ اس کھیل کی عادت پڑنے پر چھوڑنا دشوار ہوتا ہے۔

❹ بعض گیم تصویر اور فوٹو پر مشتمل ہوتے ہیں جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

❺ اس کھیل سے بچوں کو اگر چہ دلی فرحت اور لذت حاصل ہوتی ہے لیکن ناجائز

---

[1] صحيح مسلم، البر والصلة، باب فضل الاحسان الى البنات، الرقم: ٢٦٢٩،
آپ کے مسائل اور ان کا حل، والدین اور اولاد کے تعلقات: ۷ / ۲۴۲

چیزوں سے لذت حاصل کرنا بھی حرام ہے، بل کہ بعض فقہا نے کفر تک لکھا ہے۔ علاوہ ازیں اس سے بچوں کا ذہن خراب ہوتا ہے اور اس سے با مقصد تعلیم میں خلل واقع ہوتا ہے، پھر بچوں کو پڑھائی اور دوسرے فائدے والے کاموں میں دل چسپی نہیں رہتی، ان مذکورہ وجوہ کی بنا پر یہ کھیل باری تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق ہے:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۖۗ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝﴾ [1]

ترجمہ: "بعض لوگ اپنی جہالت سے کھیل تماشے اختیار کرتے ہیں اور اس میں پیسے خرچ کرتے ہیں تا کہ اللہ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکا دیں اور دین کی باتوں کو کھیل تماشہ بتاتے ہیں انھی لوگوں کے لیے اہانت والا عذاب ہے۔"

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿لَهْوَ الْحَدِیْثِ﴾ کے متعلق فرماتے ہیں کہ آیتِ مذکورہ میں ﴿لَهْوَ الْحَدِیْثِ﴾ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے ہٹانے والی ہو، مثلاً: فضول لہو ولعب، فضول قصہ گوئی، ہنسی مذاق کی باتیں، واہیات مشغلے اور گانا بجانا وغیرہ۔

واضح رہے کہ مذکورہ آیت کا شانِ نزول اگرچہ خاص ہے مگر عمومِ الفاظ کی وجہ سے حکم عام رہے گا یعنی جو کھیل فضول ہو اور وقت و پیسہ ضائع کرنے والا ہو وہی آیتِ مذکورہ کی وعید میں داخل ہے۔ چوں کہ ویڈیو گیم میں یہ ساری قباحتیں موجود

[1] سورۂ لقمان:٦

ہیں اس لیے یہ گیم ناجائز ہے۔ اس میں وقت اور پیسہ لگانا ناجائز ہے اور اس کو ترک کر دینا لازم ہے۔[1]

قوّالی اور راگ کا سننا

سُوال: قوالی کے جواز یا عدمِ جواز کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جب کہ بعض بزرگوں سے سننا ثابت ہے؟ اور راگ کا سننا شرعاً کیسا ہے؟

جواب: راگ کا سننا شرعاً حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، شریعت کا مسئلہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو وہ ہمارے لیے دین ہے۔ اگر کسی بزرگ کے بارے میں اس کے خلاف منقول ہو، اول تو ہم نقل کو غلط سمجھیں گے اور اگر نقل صحیح ہو تو اس بزرگ کے فعل کی کوئی تاویل کی جائے گی اور قوالی کی موجودہ صورت تو قطعاً خلافِ شریعت اور حرام ہے اور بزرگوں کی طرف اس کی نسبت بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔[2]

سونے چاندی کا قلم استعمال کرنا

سُوال: کیا خالص چاندی کا قلم مسلمان استعمال کر سکتے ہیں؟ نیز جس قلم کی صرف نب سونے یا چاندی کی ہو اس کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب: خالص چاندی یا سونے کا بنا ہوا قلم مرد و عورت دونوں کے لیے جائز نہیں ہے اور جس دھات میں چاندی یا سونے کا حصہ غالب یا مساوی ہو تو اس کا حکم بھی خالص چاندی اور سونے کا ہے۔ اگر نب سونے چاندی کی ہو تو اس کا استعمال بھی درست نہیں ہے۔[3]

---

[1] آپ کے مسائل اور ان کا حل، کھیل کود: ۷/ ۳۳۶

[2] آپ کے مسائل اور ان کا حل، موسیقی اور ڈانس: ۷/ ۳۴۷

[3] فتاوی رحیمیہ، الحظر والاباحہ، المتفرقات: ۱۰/ ۱۵۵

شوقیہ کتا پالنا جائز ہے یا نہیں

سُوال: شوقیہ کتا پالنا کیسا ہے، جب کہ قرآن کریم میں اصحابِ کہف کے قصے میں ان کے ساتھ کتے کا ہونا مذکور ہے؟

جواب: شوقیہ کتا پالنا یا اس کو گھر میں رکھنا درست نہیں ہے گناہ کا کام ہے، البتہ مویشی یا کھیت وغیرہ کی حفاظت کے لیے یا تعلیم دیے ہوئے شکاری کتے پالنے کی اجازت حدیث سے مستفاد ہوتی ہے، ان ضرورتوں کے علاوہ جو شوقیہ کتا پالا جاتا ہے وہ بالاتفاق ناجائز اور گناہ ہے۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فرشتے ایسے گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو یا تصاویر ہوں۔"[1]

دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو جانوروں کے محافظ کتے، یا شکاری کتے کے علاوہ کتا پالتا ہے تو ہر روز اس کے اجر (ثواب) میں سے دو قیراط گھٹ جاتے ہیں۔"[2]

اصحابِ کہف کے ساتھ کتا تھا اس سے کتا پالنے کے جواز پر استدلال صحیح نہیں، اس لیے کہ کتا پالنے کی ممانعت کا حکم شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور ممکن ہے کہ دینِ مسیح علیہ السلام میں ممنوع نہ ہو، دوسرا یہ بھی قرینِ قیاس ہے کہ یہ لوگ صاحبِ جائداد اور صاحبِ مویشی تھے، ان کی حفاظت کے لیے کتا پالا ہو اور جیسے کتے کی وفا شعاری مشہور ہے یہ جب شہر سے چلے وہ بھی ساتھ لگ گیا ہو۔[3]

---

[1] صحیح البخاری، اللباس، باب التصاویر، الرقم: ٥٩٤٩

[2] صحیح البخاری، الذبائح، باب من اقتنی کلبا، الرقم: ٥٤٨٠

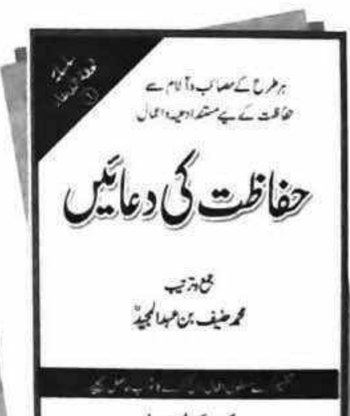
[3] معارف القرآن: ٥ / ٥٥٥، فتاوی رحیمیہ، مسائل شتی، متفرقات، الحظر والاباحۃ: ١٠ / ٢٢٢

تحفہ الدعاء سیریز

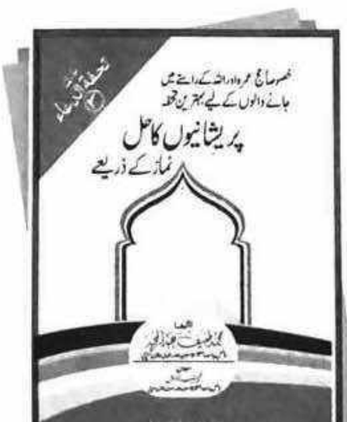
دعا عظیم نعمت اور انمول تحفہ ہے، دعا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس سے راز و نیاز کا ذریعہ ہے، دعا مایوسی میں امید کی کرن ہے، دعا کے ذریعے ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام مسائل حل کروا سکتے ہیں، اس دنیا میں کوئی بھی انسان کسی بھی حال میں دعا سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔

اسی فکر کے پیشِ نظر "مکتبہ بیت العلم" نے تحفۃ الدعا سیریز کے نام سے ایک سلسلہ شروع کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! اس سیریز کے چھ حصے شائع ہو چکے ہیں:

1. حفاظت کی دعائیں
2. آپ کی مرادیں کیسے پوری ہوں؟
3. پریشانیوں کا حل نماز کے ذریعے
4. تعلیم الدعا
5. قرض کی پریشانی سے نجات پایئے
6. برکت کیسے ملے؟"













آیئے ہم ایک دوسرے کے مددگار بنیں......

گرامی قدر محترم جناب

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ،

اُمید ہے کہ مزاج بخیر وعافیت ہوں گے......

آپ اور آپ کی آراء ہمارے لئے بہت اہم ہیں۔ بہت خوشی ہوگی کہ آپ ہمیں اس کتاب سے متعلق اپنی کوئی قیمتی رائے......اصلاحی تجویز......اور مفید بات بتائیں۔

- کتاب پڑھ کر آپ نے کیا فائدہ محسوس کیا؟ ____________
- کتاب کی کمپوزنگ، جلد اور کاغذ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ معمولی ہے ☐ بہتر ہے ☐ اعلیٰ ہے ☐
- کتاب کی قیمت کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ سستی ہے ☐ مناسب ہے ☐ مہنگی ہے ☐

کتاب میں اگر کوئی غلطی آپ کی نظر سے گزری ہو تو مندرجہ ذیل چارٹ میں تحریر فرما دیں، عنایت ہوگی۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلطی کی نوعیت

- ڈاک پتہ

نام: ____________ تاریخ: ____________

پتہ: ____________

____

اس پتے پر خط پوسٹ فرما کر آپ بھی نیکی اور علم کے پھیلانے میں معاون بن سکتے ہیں۔ ہمت کیجیے اور اپنے مفید مشورہ اور دعا سے ادارہ کا تعاون کیجیے۔

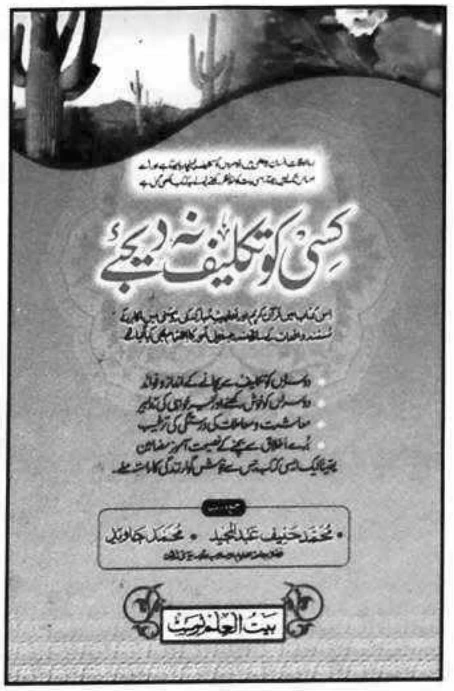
مکتبہ بیت العلم کی اب تمام کتابیں آپ بذریعہ VP بھی منگوا سکتے ہیں۔

Bait-ul-Ilm

St-9E, Block-8, Gulshan-e-Iqbal, Karachi.
Ph +92-21-34976339, Fax: +92-21-34972636
E-Mail: mbikhi.pk@gmail.com

بیت العلم متصل المسجد ST-9E، بلاک 8 گلشن اقبال کراچی۔

کسی کو تکلیف نہ دیجیۓ

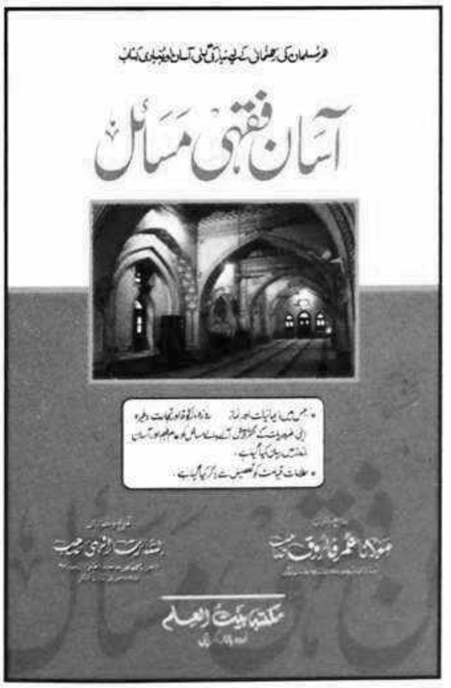


بسا اوقات انسان لاعلمی میں دوسروں کو تکلیف پہنچا رہا ہوتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوتا۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کتاب لکھی گئی ہے۔

- دوسروں کو تکلیف سے بچانے کے انداز وفوائد
- دوسروں کو خوش رکھنے اور خیر خواہی کی تدابیر
- معاشرت ومعاملات کی درستگی کی ترغیب
- برے اخلاق سے بچنے کے نصیحت آموز مضامین

یقیناً ایک ایسی کتاب جس سے خوش گوار زندگی کا راستہ ملے

آسان فقہی مسائل



ہر مسلمان کی رہنمائی کیلئے تیار کی گئی آسان اور بنیادی کتاب

جس میں ایمانیات اور نماز۔۔۔۔روزہ زکوۃ اور تجارت وغیرہ دینی ضروریات کے اکثر پیش آنے والے مسائل کو عام فہم اور آسان انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

علامات قیامت کو تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے